

U7862

رسالہ
۲۰۶۱

چو کہ دنیا بیکار ہے ظن مٹ

معاون مدیر محمد مصطفیٰ حسن نقوی

شیعوں کا واحد روزنامہ

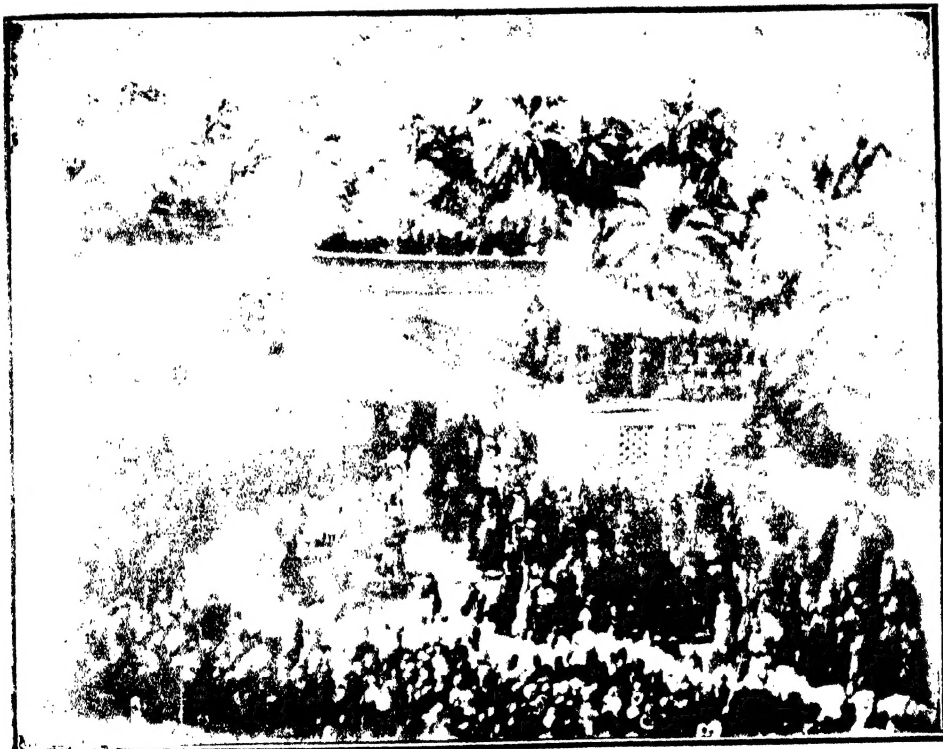
محرم نمبر

ایڈیٹر خواجہ اسد اللہ اسد

جلد ۶ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء نمبر ۳

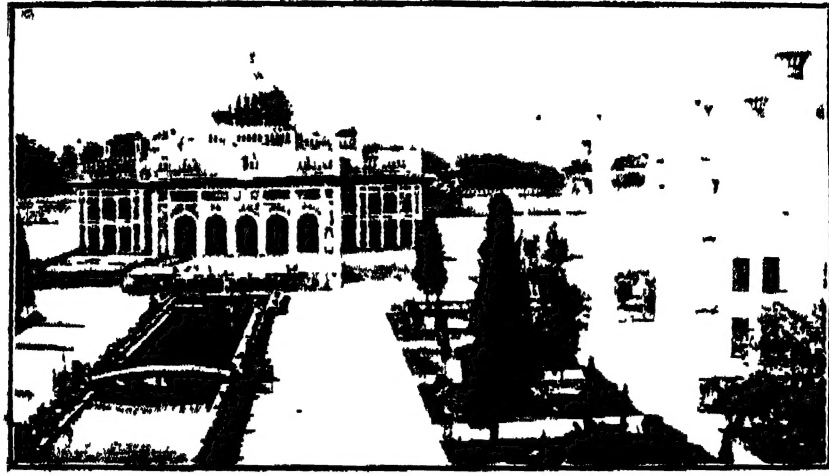
جو ماتم شبیرے بیگانہ ہے
منظوم حسین کا عز خانہ ہے

وہ کون سی بستی اور ویرانہ ہے
پہونچی نہیں تکبیر جہاں تکاں بھی

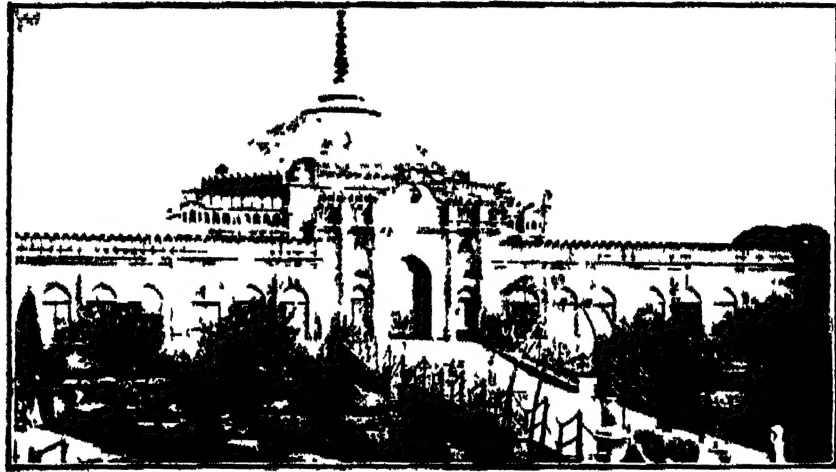


(صرف ناٹیکل نظامی پریس لکھنؤ میں چھپا)

کربلائے معلیٰ میں روز عاشور کا ماتم



امامبارہ حسین آباد مبارک لکھنؤ



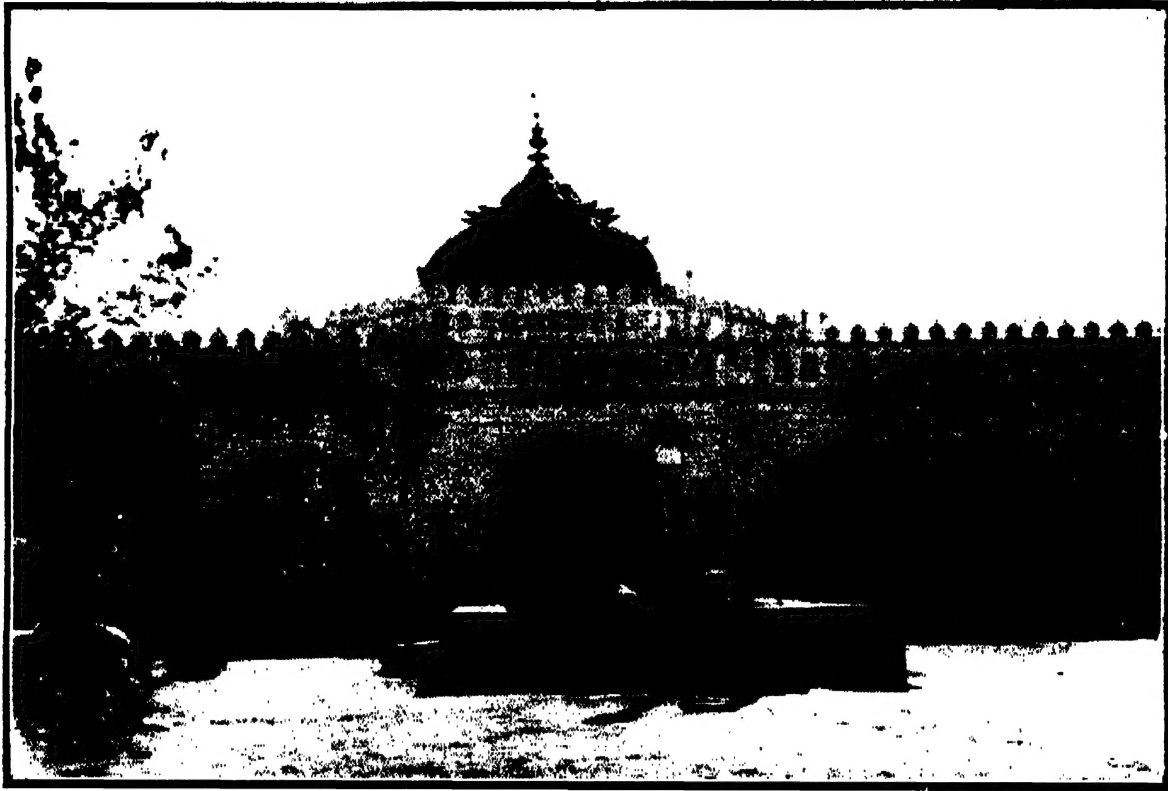
امامبارہ شاہ نجف لکھنؤ



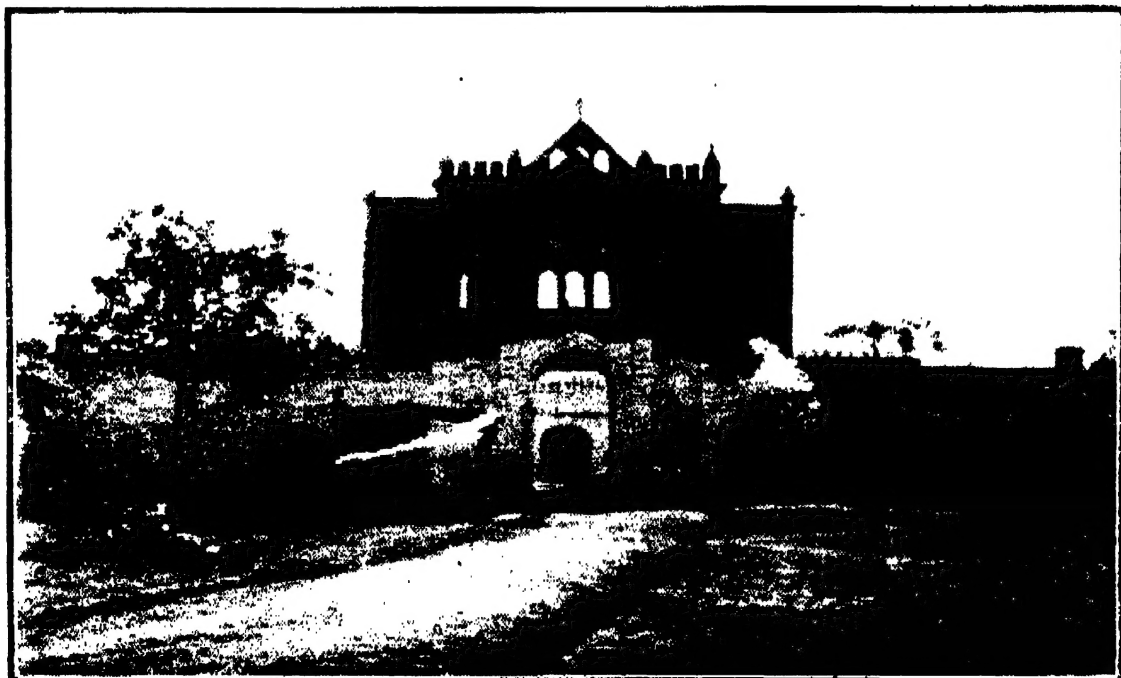
خلد اشہان نواب محمد علی شاہ ہانی وقف
حسین آباد مبارک



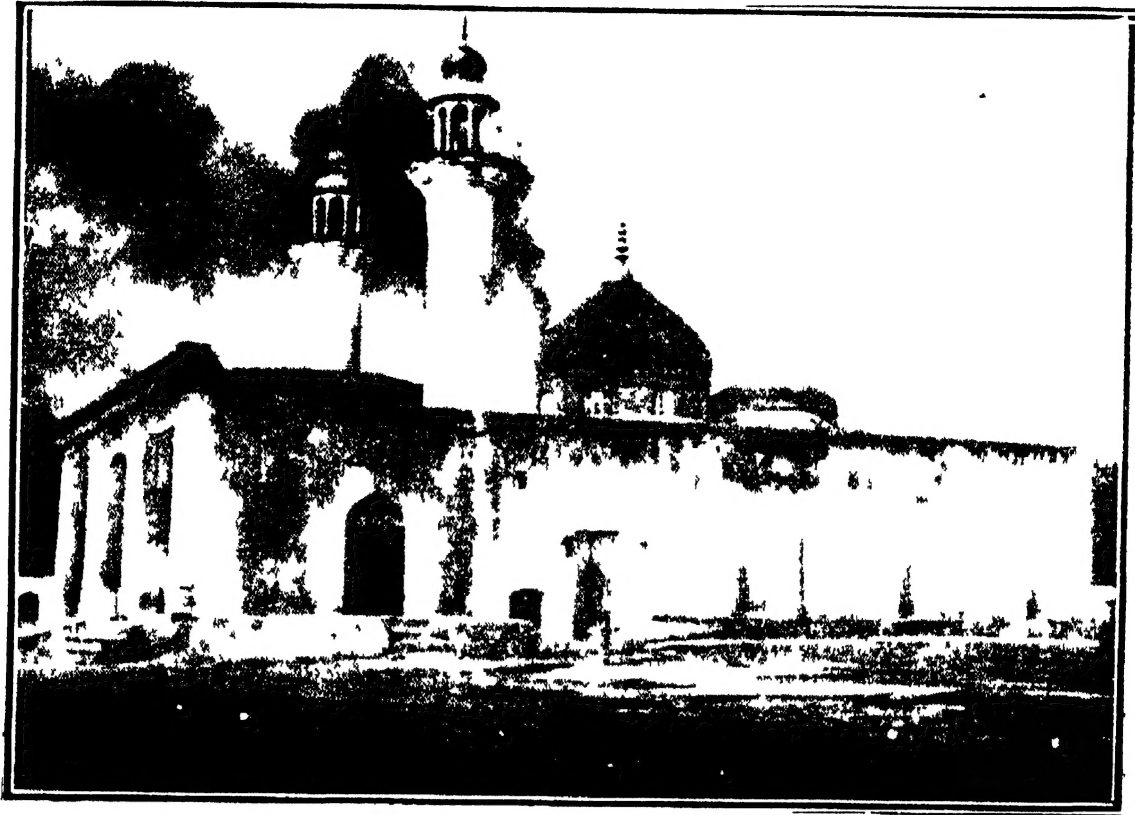
خلد اشہان نواب خازی الدین حیدر ہانی
وقف شاہ نجف



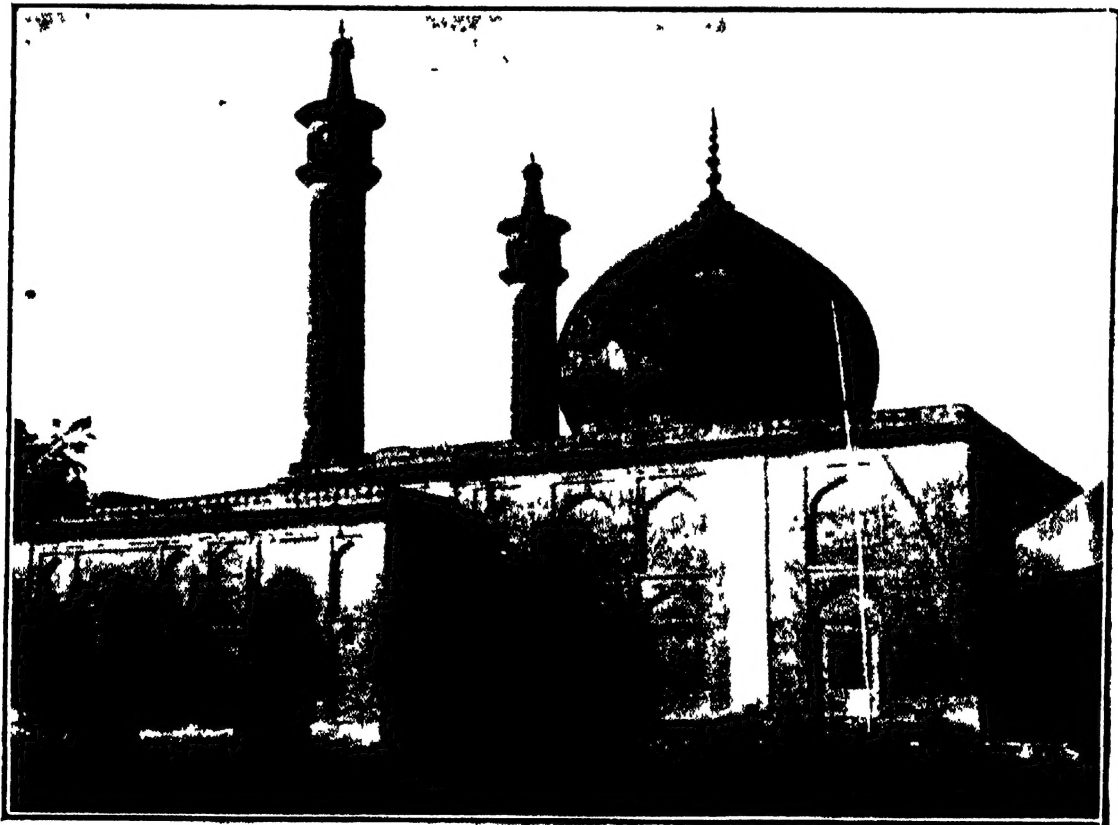
درگاه حضرت عباس لکھنؤ (اندرونی منظر)



درگاه حضرت عباس (بیرونی حصہ)



کربلائے قاتلہ کا کتورہ لکھنؤ



کربلائے امین الدولہ بہادر لکھنؤ

خطبہ سرکار صدر المحققین جناب ناصر الملک مدظلہ

ذیل میں ہم روزنامہ اسد کے سرپرست سرکار صدر المحققین جناب ناصر الملک مدظلہ العالی کا وہ خطبہ مع ترجمہ درج کرتے ہیں جو مدوح نے اس خاص محرم نمبر کے لیے بہاری درخواست پر بغرض اشاعت مرحمت فرمایا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي اعز اوليائه الصابرين في قاطبة العوالم والاكوان واكرم احبائه الشاكرين في جميع الاعصار والازمان سجد من خبير اختر بهما فاضلة الام والعموم والكوارث والاشجان وما اعظم شأن من صير امتنهم باصالة المصائب للعموم والحوادث والاحزان وصلى الله على سيدنا ابي القاسم محمد المبعوث بافضل الشرائع والاديان الموصول على حين فترة من الرسل بالهدى والفرقان الموقد بآيات اقمت لها الاحبار والرهبان المسد وببيتات سارت بها القوافل والركبان المعاني شدا اشد البلى من زليج اهل النفاق والسفنان المقاسى عنائد للداد من عند ذوى الشقاق والعدوان المتجلد على اذى اصحاب النقي والطغيان المتصبر على شدة ارباب النقي والادهان وعلى اهل الطيبين الطاهرين المطهرين عن كل الاذناس والاصدان وعترته الزاكين الزكيتين النقيين بالاثواب والامردان وعلى اخيه وصنوه سيدنا ومولانا امير المؤمنين لا سيما السبط الاصغر الذي بكت عليه الانس والحجان والملائكة والجنان والسدنة والخزان والمحور والولدان ولعياد الرضوان وناحت عليه الطير والحيتان والوحوش في الغيران والا شجار بالاغصان والمكوثا بكل مكان البعيد عن الاوطان النازح عن الاهل والاهلوان المظلوم ظلما قد ظهر واستبان المعلوم بالسيف واللسان المجرور بحم كل حنية مرنان الناهل من دمه العوالي والمران المدفون بلا غسل ولا كفان السليب العربيان النظامي اللهفان مولانا وسيدنا ابي عبد الله الحسين القليل الظمان الذي بيجر العطشان صلوة شافعه نافعة ترجم لنا الميزان ناهجة ناهجة يوم تكون السماء وردة كالدهان.

پاکستان اور ہندوستان میں شاکر رہتے ہیں۔ اور اگر کرام کیا اپنے ان احباب کا جو ہر عصر اور ہر زمانہ میں شاکر رہتے ہیں۔ پاک و پاکیزہ وہ خیر ذات جس نے ان صبر و شکر کرنے والوں کا الم و غم بوجھت سے امتحان لیا اور کس قدر عظیم الشان ہے وہ بصیر ذات جس نے ان شخصیتوں کو مصیبتوں فکروں حوادث و آلام میں مبتلا کر کے جانچا۔ خداوند عالم رحمت کاملہ نازل کرتا ہے سرور ابد القاسم محمد پر کہ جو بہترین شریعت اور دین کے ساتھ بھیجے گئے تھے جن کی تائید ایسے معجزوں کے ساتھ کی گئی تھی جن کے آگے عیسائیوں اور یہودیوں کے دینی پیشواؤں نے سرخسہ خم کیا۔ جو ایسی نشانیوں کے ساتھ قوی بازو کیے گئے تھے جن کا چرچا دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر ہر جاہل نفاق اور بد خو لوگوں کے کینہ کی سخت ترین ہلاؤں اور دشمنوں اور لڑاکو لوگوں کی بدترین عداوت کا خندہ پیشانی سے نکل کر تھے۔

جو صاحبان ظلم و جور کی اذیت رسانی گراہوں اور اہل ضلالت کی ایذاہوی پرکھاں صبر فرماتے تھے۔ رحمت کاملہ نازل ہو ان کی ایسی مظہر آں پر جو ہر قسم کی آلائش سے دور رہی۔ اور ان کی ایسی پاکیزہ عترت برجن کا لباس بھی شہرہ کی چمک آلودگی سے پاک و صاف رہا۔ درود نازل ہوا حضرت کے برادر اور ہمارے سید و آقا امیر المؤمنین علیہ السلام پر اور خصوصاً آنحضرت کے چھوٹے نواسہ برجن کی مصیبت پر انسان بھی روتے اور جنات بھی ملا کہ بھی روئے اور جنات بھی حالمین عرش بھی اور عزیزان واران فردوس بھی جو ریں بھی روئیں اور غلمان بھی لیا بھی روئی (جو وقت ولادت امام حکیم خدا قلم کے فیض انجام دینے آسمان سے آئی تھی) اور رضوان بھی جن پر پندہ بھی لوہ کا ن ہوئے اور پھلیاں بھی درندوں نے صحر میں نوہ کیا درختوں نے قباخوں سے نوہ کیا (الغرض) دنیا کی ہر شے نے اپنی اپنی جگہ پر نوہ دیا نام کیا۔

جو اپنے وطن اور اہل برادران سے دور شہید کیے گئے جن پر ایسا ظلم کیا گیا جو عالم آفرین کا راسخ جن کو نیزہ و شمشیر سے زخمی کیا گیا تیرے بوجھ کیا گیا جن کے انجن سے نہرے اور برہمچیاں سیلاب ہوئیں جن کو بلا غسل و کفن دفن کیا گیا جن کا لباس لوٹ لیا گیا اور جسم اقدس عرباں سلجھ گیا جس کی شہادت میں رہے۔ یعنی چارے مولانا و سرور اہل بیت علیہم السلام جسکو پیا سا شہید کیا گیا جسکو بغیر سیرت پر نہ زخم کیا گیا ایسی رحمت کاملہ جو شفاءات کرے۔ والی اور نفع مند جو کہ ہمارے قلوب کا پلہ بھاری کر دے۔ پیچھے بھی ہمارے فلاح دینے والی ہر اس ن جس دن آسمان سرخ چہرے کے مانند لال ہو رہا ہوگا۔

کیا یہ صحیح ہے؟

(نوشہ عالیہ جامعہ لائبریری نئی شاہ نظامی علیہ السلام رحمہ اللہ)

کے ۱۲۰ رحمتہ العالمین ہیں۔ انکے ۱۲۰ عالم کان و مایکون ہیں۔ ان کے ۱۲۰ ہمارے امام پیشوا ہادی اور وسیلہ ہیں۔

ان دونوں صاحبزادوں کے والد اول مومنین اور اول مسلمان ہیں۔ ان کے باپ صدیق اکبر ہیں۔ انکے باپ لقب بہ صمد و حیدر ہیں۔ انکے باپ قرآن ناطق ہیں۔ انکے باپ امام مشارق و مغارب ہیں ان کے باپ خلیفہ باب خیر ہیں۔ ان کے باپ فاتح احد و خندق ہیں۔ ان کے باپ محبوب خدا رسول ہیں۔ ان کے باپ برادر پیغمبر ہیں۔ انکے باپ مارون محمد ہیں۔ ان کے باپ باب علم ہیں۔ ان کے باپ وحی رسول ہیں اور ان کے باپ مولیٰ امت ہیں۔

میں تم میں دو ہماری چیزیں کتاب خدا اور اپنے اہلبیت چھوڑے ہیں۔ پہلی تم ان سے متسلک رہو گے گمراہ ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گے تا وقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ لوٹ آئیں گے۔ یاد رکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو گے انکے تم جوابدہ ہو گے۔ ہجرت کے وقتیں برس بہ تقریب جنتہ الوداع بمقام مراحہ عرفہ کے رتو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں پھر ہندو ہیں ہونے ہوئے بقا غریب بروز پنجشنبہ تاجیک ۱۸ ارادی اگر بوقت ظہر ملک رقبہ امام نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ وصیت فرمائی اور علی کا ہاتھ بند کر کے فرمایا تھا میں جس کا سوا ہوں علی اس کا سوا ہے۔

ان دونوں صاحبزادوں کی ماں سیدہ عالمین۔ ان کی ماں سیدہ زنان امت۔ ان کی ماں سیدہ زنان جنت۔ ان کی ماں انسانی حور۔ ان کی ماں عصمت کی سمیع طور۔ ان کی ماں مریم ذباں۔ ان کی ماں فرشتہ دوراں۔ ان کی ماں حور جباں۔ ان کی ماں خیر النساء

قطعہ

(آخر قلم جناب نواب سید زین العابدین صاحب صفوی کفوی)

بچا یا کشتی است کوادستی فنا کردی
نبی نے ابتدا کی اور تم نے انتہا کردی

تمہیں نے کفر اور اسلام کی منزل لگادی
پہنچے ہو تم سے ہمیں میرا ہری وحدت

کیا یہ صحیح ہے؟

برہانات حضرات عروہ علی و فاطمہ و ام سلمہ و جابر ایمان علی میں بھی آنحضرت نے حضرات علی و فضل بن عباس کے سہارے مبرا قدس پر طہور فرما کر وصیت فرمائی کہ تم میں دو ہماری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں وہ خدا کی

کتاب اور اہلبیت محمد ہیں تم ان سے متسلک رہو گے تو گمراہ ہو گے یہ حوض کوثر پر لوٹ آنے تک ایک دوسرے سے جدا ہو گے۔ تم میرے بعد ان سے جو سلوک بھی کرو گے انکے جوابدہ رہو گے پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر بند کیا اور فرمایا یہ علی قرآن کے ساتھ اور قرآن انکے ساتھ ہے۔

برہانات حضرات ام سلمہ و عائشہ و ابن عباس بروز رحلت بوقت آخر دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین کو روئے شکر نزدیکی طلب فرمایا اپنے سینہ سے چٹا لپا پار کیا اور وصیت کی تم لوگ میرے ان بچوں اور بھائیوں کو میری امانت جانو۔ اپنے بچوں سے بڑھ کر ان سے محبت رکھو۔ خیر داران نہیں ستھاری باتوں سے کوئی تکلیف نہ ہو گئے انھیں جو انا دیکھا وہ مجھے انا دیکھا

کیا یہ امر واقعہ ہے؟

کہ امام حسن و امام حسین کے ۱۲۰ ہمارے نبی اور رسول سید الاولین و الاخرین ہیں۔ انکے ۱۲۰ افضل الانبیاء و المرسلین ہیں۔ انکے ۱۲۰ سید بنی آدم ہیں۔ انکے ۱۲۰ افضل کان و مایکون ہیں۔ انکے ۱۲۰ شفیع الذین ہیں۔ ان

کیا یہ ثابت ہے

کہ نبی نے فرمایا تھا (۱) حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں (۲) حسین بھتی جوانوں کے سردار ہیں (۳) حسین میرے دو بھول ہیں (۴) حسین میرے کنت جگر ہیں (۵) حسین میرے نور نظر ہیں (۶) حسین سلطان ہیں (۷) خدا یا ان کے دو مشعل کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔ (۸) خداوند یا یہ دونوں میرے پیارے ہیں تو مجھے انھیں محبوب رکھ ان کے دوست کو دوست اور ان کے دشمن کو دشمن رکھ (۹) ان دونوں کا ہاتھ ہیں۔ ان کی تانی خدیجہ ان کی ماں میری بی بی فاطمہ اور ان کا باپ میرا بن علم علی ہے۔ انکا چچا جعفر ہے ان کی بھوپا ام ہانی ہے ان کی خالہ رقیہ و زینب ان کے ماموں کاظم اور ابراہیم ہیں۔ ان کا ۵۵ جنتی۔ انکی تانی جنتی ان کا باپ جنتی ان کا چچا جنتی۔ انکی بھوپا جنتی۔ انکی ماموں جنتی انکی خالہ جنتی اور یہ دونوں جنتی اور ان کے مہمان جنتی

الوڑ داء لے شام میں آنحضرت کو منگے سرنگے پہر جسم اقدس گرد و بخار اور خون آلود اپنے خوابوں میں دیکھا تھا اور حضور نے فرمایا تھا کہ میرا حسین آج اسی وقت کریم میں قتل کر دیا گیا اور یہ اسی کا ظن ہے۔

اس واقعہ ائمہ پر انبیاء اور اہل اصفیاء و اجتہاد کا منہ پر حوش کا اندرہ و بکاہاری کتابوں میں ثبوت مروی ہے جنات کا اور محدثات اہلبیت حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کا اپنے بھائی اور امام پر مرفیہ خانیان کرنا ہماری مستند کتابوں میں مروی ہے اور آہ و آبار ظلمہ کا اندر رنج و الم بصورت کھون آفتاب۔ خونباری اور دین سے خویش خواروں کے جاری ہونے کی روایتیں ہماری کتابوں میں یہ اسناد وحید نہیں ہیں۔

کیا یہ سچ ہے

کرو من یقتل مومنا متعمداً فجراؤہ جہنم خالد افہا وغضب اللہ علیہ ولعنه واعد له عذاباً عظیماً۔ آپ قرآن ہے۔

قطعیت

نتیجہ فکر ابن سید علی صاحبانہ جہولی اسٹنٹ ڈیٹیمون لکھنؤ

تغزیہ اری کو بدعت تکتے ہیں جو خیرہ سر وہ مسلمان ہی ہے ہم کو بتائیں سوچ کر

تغزیہ اری سے اس کی تازہ ہوتی ہے آج تک حانیت کا جس کی قائم ہو اثر

(۲)

نام حسین دل بھلایا نہ جائے گا

ساحشر غم کا داغ مٹایا نہ جائے گا

ہوگا شفیق کی طرح تہودار خیر

خون غریبہ از حصار

ہیں (۱۰) حسین مرثیہ کے دو گوشوارے ہیں (۱۱) مجاہد حسین مجاہد محمد ہیں (۱۲) میرا محبوب ترین فرزند حسین ہے (۱۳) بہترین مرد علی بن ابی طالب اور حسین بہترین نوجوانان حسن و حسین ہیں (۱۴) میری مسجد ہر پاک کے لئے حرام ہے سو اعلیٰ نامہ حسن و حسین کے (۱۵) ہم اہلبیت سے جھگڑنے والی وہ دوزخی ہے ۱۶ حسین اور اس کی اولاد کی تعلیم واجب ہے۔

کیا یہ امر صحیح ہے ؟

کہ حسین آسمان ولایت۔ آفتاب امامت۔ گوہر معدن نبوت۔ تصویر عبادت مرقع شہادت۔ قدسی صفت۔ مرثی منزلت۔ خزانہ سیرت۔ مودت علم و حیا فخر مدق و صفا۔ سراپائے تسلیم و رضا۔ دریا بے جوی و عطا۔ سفید برف سید الشہداء و محبوب خدا اور نور نظر محمد مصطفیٰ تھے

انکی عظمت مسلمہ۔ ان کی فضیلت محکمہ۔ ان کی عصمت مفسوس ان کی طہارت مکتوب۔ ان کی محبت واجب انکی سورت فرض ان کی امامت مشہور ان کی کرامت متواتر۔ ان کی خرق عادت شکاثر ان کی عبادت عیاں۔ ان کی اطاعت نمایاں ان کی سخاوت زباں زد۔ ان کی مردانگی ثابت انکی ناز و تموار کے بچے ان کی تلاوت سر نیزہ ان کی قرابت محمد سے۔ انکی طینت محمد کی۔ ان کی ملقت محمد سے۔ ان کی تربیت قرآن میں۔ ان کے طہا ل حدیث میں۔ یہ شبیبہ محمد یہ نظیر محمد۔ یہ نفس محمد اور یہ جان محمد تھے۔

کیا یہ نفس لامر ہے !

کہ امامت کے کلمہ گوئیوں نے حسین اور ان کے اٹھارہ بھائی بند اور زندہ کور و زحار شور محرم الحرام میں بمقام کربلا تین دن تک بوند پانی سے ترسا ترسا کر قتل کیا حسین کے لاش اٹھ کر گھوڑے دوڑائے حسین کا خیمہ گاہ لوٹا۔ اہلبیت محمد کے زیور کپڑے اور سامان لوٹ لئے۔ حرم محرم حسین یعنی رسول کی نوایوں کو رسن بستہ کر کے کربلا سے کوفہ سے شام اور شام سے کربلا لئے پھرے۔ انکے ایک بچے فرزند بیمار زار کو طوق و زنجیر سے بکڑ کر ہزاروں میل بے کجاوہ اونٹ پر سوار کروا کے ذلیل اور رسوا کر کے کی غرض سے لے گئے۔ کوفہ کے دربار میں رسول کی نوایاں رسول کی پوشیاں اور رسول کی پوشیاں۔ بے پردہ کھلے بندوں لائی گئیں۔ اور ذلیل ترین شخص کے ذیل الفاظ انھیں سننے پڑے۔ دربار شام میں عراقیوں عجیبوں مغربیوں۔ شامیوں اور اہل فرنگ کے عوام جہین امیر شام جلیس بدترین شخصیت نے ان رسول زادوں کی توہین اور بے حرمتی کروائی۔

کیا یہ حقیقت ہے

کہ واقعہ کربلا کے روز ٹھیک وقت صبح جبکہ حسین کے سوتے کلمہ پر خیر چل بچا تھا حضرت ام سلمہ نے بدینہ میں حضرت زینب علیہا السلام نے کلمہ پڑھا اور حضرت

حیات جاودانی

ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

(نوشتہ عالیجناب مولانا مولوی سید محمد طہسین صاحب فیضی بھروی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ کالج)

تمہید

دہریوں کے سوا اہل انسانی کسی نہ کسی حیثیت سے حیات جاودانی کے قائل ہیں۔ بلکہ ہر وہ شخص جو خدا کی ہستی پر اعتقاد رکھتا ہے اور ناموس الہی کا قائل ہے وہ اسی کا طالب ہے کہ اسکو حیات جاودانی حاصل ہو۔ اور یقین رکھتا ہے کہ اسکو مرنے کے بعد یہ دولت ایک دن ضرور حاصل ہوگی کیونکہ حقیقت کل اہل دیانات کے نزدیک مسلم ہے کہ روح انسان مرنے نہیں۔

الافسان حقیقی الموت حکماء کا مسلم عقولہ ہے۔ ہندو جو مشر و فشر کے منکر اور تناسخ اور روح کے قائل ہیں وہ بھی بہر بیج روح کو اس جسد عفری سے جدا ہونے کے بعد زندہ ہی جانتے ہیں اگر وہ نیک روح ہے تو تناسخ کی منازل طے کر کے ایک بدن مانتا بن جائے گی اور پھر ترقی کرتے کرتے پر مانتا سے متصل یا اس میں جذب یا وہ ہی پرتا ہو جائے گی اور پھر اس تناسخ کے جال سے بالکل آزاد اور یہ الکی حیات جاودانی پر دیانت اسلامیہ۔ اسکی مصرح ہے کہ انسان مرنے کے بعد حیات ابدی حاصل کرے گا بصورت حسن یا بصورت قبیح

یا مخلد فی السموات رہے گا یا مخلد فی النعوات یا ہمیشہ اس کے لئے سیر بارغ نعیم ہے یا دوام دار جمیم۔ جو بارغ نعیم میں ان کی حیات حیات جاودانی ہے۔

حیات ابدی

خامنا الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیہا واما الذین شقوا فی النار خالدین فیہا مادامت السموات والارض۔

اس برزخی نعیم وجمیم کے بعد دار نعیم وجمیم آخرت ہے۔

خاتمان کان من المقربین فروع
در بچان و جنت نعیم و اما ان کان
من اصحاب الیمین فسلامت
من اصحاب الیمین و اما ان
کان من المکذبین الفضالین
فقل من حویم و قصلیہ جمیم
ان هذا الموحی الیقین۔

(آخر سورہ واقہ)

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایمان لائے اور عمل صالح کیا تو اسکو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جو شخص کفر کیا تو اسکو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

بشارت بعد اب الابد و اما
تخويف و تهويل و امر و مہم لایدری
من ای الفرق هو و اما ولینا الطبع
لا مرنا فهو المبشر بعد اب الابد
و اما المبہم امر الذی لایدری
ما حاله فهو المومن للسوف علی
نفسه لایدری ما یؤول حاله
الیہ یا تیہ الخیر مبہما ثم لن یشوبہ
اللہ تعالیٰ باعدا مثنا و لکن بخیر
من النار بشفاعتنا فاعملوا
واطیعوا ولا تستفتروا
عقوبہ اللہ فان المسرفین من
لا تلحقہ شفاعتنا الابد عذاب
اللہ بثلث مآلات الف سنہ عقائد
تک عمل کرو۔ طاعت و عبادت اختیار کرو اور محض شفاعت پر بھروسہ نہ رکھو اور عذاب خدا
کو خیر نہ جانو کہ یہ بعض گنہگار مومن ایسے بھی ہوں گے جنکو تین تین لاکھ برس عذاب کے بعد
باری شفاعت نصیب ہوگی (اعاذنا اللہ من ذالک)

دوسرے وہ جنکے لئے عذاب ابدی کی بشارت
ہے۔ تیسرے وہ جنکا معاملہ مبہم و غیر مروت
ہے۔ نہیں معلوم وہ کس فرق میں ہوگا
لیکن ہمارے دوست اور ہمارے حکم کی
اطاعت کرنے والے تو انکے لئے موت نعیم
ابدی کی بشارت ہے۔ لیکن ہمارے
دشمن تو ان کے لئے عذاب ابدی کی
بشارت ہے اور وہ لوگ جن کا معاملہ مبہم
اور غیر معلوم ہے انکے لئے نعیم ابدی کا فیصلہ
اور عذاب ابدی کا۔ وہ گنہگار مومن ہیں وہ
نہیں جانتے کہ انکا کیا حال ہوگا۔ انکو خیر
طور پر آئیں۔ پھر بھی خدا انکو ہائے دشمنوں کے
نہ ملائیگا بلکہ انکو ہماری شفاعت کے وسیلے سے
جہنم سے آزاد کرے گا پس (ای بار خدای)

کل من علیہا فان ہو وجود جسمانی فنا ہونے والا ہے۔ اور اس کے فانیں انسان کی بقا
حیات جاودانی ہے اور موت ہی اس حیات جاودانی پر قائم ہوگا اگر لوگ اس سے اسلئے ڈرتے ہیں
کہ اسکو پہنچاتے ہیں کہ وہ کیل ہے۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ وہ جنت
کہ سلمان موت سے ڈرتے ہیں اور مرنے سے کراہت کرتے ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ وہ جاہل ہیں
اور اسکو پہنچاتے ہیں کہ موت کیسی نعمت ہے۔ اگر وہ اسکو پہنچاتے اور فی الحقیقت
اولیاء اللہ سے ہوتے تو اسکو دوست رکھتے (فتمتوا الموت) ان کو کثرت مصادقات
اور جان بچنے کے دوسری زندگی ان کے لئے اس حیات دنیوی سے کہیں بہتر ہے۔

موت۔ طائر قدس روح کو اس نفس عفری کی قید سے نکال کر فضا کے آزاد و
بے جانی ہے۔ اور اس لئے دوبارہ اشد حشر اس کے طالب رہتے ہیں اور جان سے زیادہ
محبوب رکھتے ہیں اشد حشر زبان حال بلکہ زبان مقابل سے کہتے ہیں۔

ہمیشہ ان کا وظیفہ ہی ہوتا ہے کہ -

جناں گرم کن عزم را یم بتو کہ خوام دل آیم چو آیم بتو

جو ہے پیغام موت کی زبانی حاص ہوتی ہے سلم ہے اور ہر ایک اس کا قائل اور طالب۔ لیکن عام محاورہ

حیات جاودانی

یا اصطلاح عرفی میں جب کسی کو زندہ جاوید کہا جاتا ہے یا اس کے لئے حیات جاودانی ثابت

کی جاتی ہے تو اس کی یہ مراد نہیں ہوتی۔ اس حیات جاودانی سے حیات اخروی مقصود نہیں

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عالم اخروی سے پہلے وہ حیات حاصل ہو اور پھر یہ حیات

اس حیات اخروی سے متصل یا یوں کہئے کہ اس عالم میں موت نہ آئے اور اسی معنی میں کہا

جاتا ہے کہ انبیاء نہیں مرتے اور مسلمان قائل ہیں حیات جمادی کے اور چونکہ حیات محمدی قائم

ہے اسی لئے ان کی نبوت اور دین باقی ہے اور جیسے وہ حیات ظاہری میں ہمارے ہادی و

پیشبر تھے اب بھی ہمارے ہادی و پیشبر ہیں اور ہم انھیں کا کلمہ پڑھتے ہیں اور انھیں کی نبوت

میں ہیں ان کے انتقال ظاہری کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب رسالت آب خود

ارشاد فرماتے ہیں الا نبیاء لا یموتون ولکن ینقلون من دایر الے دایرہ۔

(بجا چارہم) انبیاء، مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں شانہ

عالم جسمانی سے نکل کر عالم نفسانی کے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ یہ حیات جاودانی ہے۔

انہی کو یا موت ظاہری نہیں ہوتی۔ ان نفوس نے واقعہ موت نہیں چکھا اور گو بالکل نفس واقعہ

الموت سے مستغنی رہے اور زندہ جاوید ہیں اب بھی باوجود انتقال زندہ ہیں اور بجز ذات

بھی ہمیشہ رہیں گے۔

اور اسی طرح شہداء راہ خدا زندہ جاوید ہیں۔ کہ خداوند عالم ان کے لئے

مخصوص فرماتا ہے۔

لَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ خَالِدَةٌ فِيكُمْ خَالِدَةٌ فِيكُمْ خَالِدَةٌ فِيكُمْ خَالِدَةٌ فِيكُمْ

یورثون (الایہ) (ال عمران ۱۶) کے پاس روزی پاتے ہیں۔

اور اس لئے یہ زندہ جاوید کہلاتے ہیں اور یہ بالکل صحیح اور حقیقت واقعہ ہے

اور اسی کلیہ سے ہمارے خوش فہم برادران اسلامی نے اس جو دھویں صدی

میں یہ نظریہ قائم فرمایا ہے کہ شہداء زندہ جاوید ہیں۔ اور زندہ پر رونا

پیشینا خلافت عقل معلوم ہوتا ہے لہذا سید الشہداء حسین بن علی علیہ السلام

والتشا پر رونا پیشینا اور ماتم کرنا اور دست اور فعل عیث ہے اور اپنی قساوت قلبی اور

سنگدلی کو اگر مظلوم شہید پرانے آنسو نہیں ٹپکتے اور اس کا غم والہانے قلب محسوس

نہیں کرتے (اس پر وہ میں چھپاتے ہیں اور کوچہ بازار میں نعرہ لگاتے۔ ہم زندہ

جاوید کا ماتم نہیں کرتے۔

کبھی کسی دور حیات میں حکماء اور علماء اس مقبولی کی تد کو نہیں پہنچے کہ زندہ جاوید

کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہماری طرح اس دنیا میں زندہ موجود ہے اور اس پر ظلم و ستم کی حکمت

نہیں گذری۔ اس نے نہ تم نہیں کھائے اور ان کا خون نہیں بہا۔ اور اب ہم ان سے سطر

مل سکتے ہیں اور بات چیت کر سکتے ہیں جس طرح اس سے پہلے عالم حیات دنیاوی

ظاہری میں ملنے اور بات کر سکتے اور دیکھ سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ صورت ظاہری میں

انھیں سے ضرور اس عالم جسمانی سے انتقال فرما یا اور آغوشِ مدینِ سوائے انبیاء بھی

جن کی حیات جاودانی مسلم ہے اور جن کے لئے یہ کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں۔ تو اسی میں اس کے

معنی بھی بتلائے ہیں کہ وہ اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں یعنی اس عالم

سے انکا بھی انتقال ضرور ہوتا ہے اور اسی طرح شہداء راہ خدا بھی قتل ہوتے ہیں اور

نہری خاک خواب شیریں سے ہم آغوش اور ہم سے یقیناً جدا۔ اور دراصل غم و الم کا

احساس۔ احساس و ادراک ظاہری جسمانی سے ہوتا ہے جس عالم میں انکی حیات ہی

اسکو ہم محسوس نہیں کرتے اور عالم حس میں ہیں وہ مقتول دکھائی دیتے ہیں اور

ان پر ظلم و ستم کے مرتے ہمارے سامنے ہیں اور اسی پر غم و الم کا احساس مرتب ہوتا ہے

اور ہم رنج و غم کرتے ہیں

۷۸۶

انفاس قدسی

(رشتہ قلم سید محمد جعفر صاحب قدسی حائسی)

ذبح سجدے میں جو پیاسا سرور عالم ہوا

آسمان سے خون برسا ویرانہ کا بنی نہیں

کر بلا سے شام تک کی مسرتیں اوقت پر غیب

حسرت اکبر یہ صدقے سارے ارمان شباب

فرقت عباس و اکبر میں ہوا یہ شہ کا حال

رسیوں سے بازوئے اہل حرم باندھے گئے

بیڑیاں پہنے چلا جب راہ غربت میں امام

کر بلا سے شام آئے قید ہو کر اہلیت

مل گئی غم سے نجات اُس کو ہمیشہ کیلئے

لذت غنچواری شبیر قدسی کیا کہوں

بڑھ گئی کتنی مسرت رنج کتنا کم ہوا

حقیقت یہ ہے کہ رنج و الم محبوب یا فراق محبوب پر مرتب ہوتا ہے۔ یا فوٹ

محبوب پر یا ظلم و اذیت محبوب پر یہاں یہ تمام امور مسلم ہیں وہ شہداء

ہم سے جدا ہوئے یقیناً ہوئے اور محبوب کی جدائی موجب رنج و ملال ہے وہ جسے

فوت ہوئے اب جاری رسائی ان تک نہیں ان کی ملاقات قیامت پر موقوف ہے

جائے ہوئے کہتے ہیں قیامت کو میں گئے یہ کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

بہی قوت مطلوب بات حزن و ملال۔ ہم جانتے ہیں کہ اس عالم میں ان پر ظلم

ہوئے اور ان کے دشمنوں کی طرف سے اذیتیں پہنچائی گئیں اور ان اذیتوں سے

وہ متاؤدی ہوئے اور محبوب کی اذیت اپنی اذیت ہوتی ہے اور اذیت کو رنج و ملال کا

احساس لازم کیا ہمارے یہ بھوئے بھائی یہ نہیں جانتے کہ عاشق زاد جو تمام عمر رہے ہی گمراہ

ہے وہ اپنے محبوب کو مردہ فرض کر لیتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ اسکے فراق اور جدائی

پر دو تا ہو اور فراق محبوب عارضی ہو یا دائمی موجب حزن و ملال و رنج و غم ہوتا ہے۔

فلسفہ

مرنے ہی پر موقوف ہے کیا گریہ و زاری

کیا بھر کے دن عیش کو برہم نہیں کرتے (قیس)

اور دنیا کا کوئی فرد محبوب سے خالی نہیں محبت فطرت انسانی میں داخل ہے

البتہ محبوب جدا جدا ہوتے ہیں۔ کوئی انسان اپنے والدین اور اولاد کو دوست رکھتا

ہے۔ کوئی بھائیوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور اس میں تمام انسان شریک ہیں۔ کوئی اس

محبت میں حد درجہ بڑھتا جا تا ہے اور یہیں بھائیوں کا عاشق ہوتا ہے۔ انکے فراق پر

خواب عارضی ہو یا دائمی غلگین ہوتا ہے۔ کبھی روتا بیٹھتا ہے۔ کوئی اپنی ہم عصیتوں کو زیادہ

محبوب رکھتا ہے۔ انکے فراق میں بے چین ہوتا ہے۔ کوئی مال و دولت کو دوست

رکھتا ہے۔ وہ چین جائیں یا ضائع ہو جائیں تو ایسا ہی غم کرتا ہے جیسے کہ دوسرے اپنے

محبوب اولاد یا عزیز یا دوستوں کے فراق میں کرتے ہیں۔ ہمارے سب زیادہ محبوب

یہ اولیا و ائمہ ہیں جنکی محبت فطری ہو نیکی علاوہ مامور بھی ہے۔ ہیں انکی جدائی

اور انکی مذہبیت اور مظلومیت پر ہر حال میں غلگین و حزن ہوتا فطری ہے۔ ہم اسلئے

اکٹا غم اور ماتم کرتے ہیں کہ وہ فنا ہو گئے اور زندہ جاوید نہیں ہیں۔ بلکہ اس لئے

کہ وہ ہم سے مظلومیت کے عالم میں جدا ہو گئے۔ اور اب ہم انکے قرب و وصال سے

مہجور و محروم ہیں۔

ہمارے یہی بھائی ہیں ہمیں شہداء اگر پا پڑنے سے

مانع ہیں ہمارا مذاق اڑاتے اور استہزاء کرتے ہیں اور

خود شریک غم حسین نہ ہونے پر یہ عذر تراشتے ہیں کہ وہ بھی ان فطری جذبات سے

خالی نہیں ہیں۔ کیا وہ کبھی اپنے کسی دوست کے فراق یا اسکی حکمت و اذیت کو محسوس

کر کے غلگین نہیں ہوتے یا انکی آنکھیں اپنے محبوبین کے فراق عارضی یا دائمی پر آنسو

نہیں بہاتیں۔ ضرور بہاتی ہیں اور رات دن مشاہدہ ہوتا ہے فرق یہ ضرور معلوم

ہوتا ہے کہ وہ اپنے دنیاوی دوستوں دنیا دار بزرگوں کے فراق کو محسوس کرتے ہیں۔

انکے غم میں روتے بیٹھتے ہیں اور دولت دنیا یا

ریاست و سیاست دنیا کے جانے پر خوب بیٹھتے اور

ماتم کرتے اور جلوس عزاکھاتے ہیں۔ مگر روحانی

بزرگوں اور دینی محبوبوں پر ایسا نہیں کرتے۔

کیا انکے سلف جنگلی تاسی یہ اپنا خیر سمجھتے ہیں

اور جبکا اجماع ہی دراصل قتل حیات اور تباہی آل

رسول کا باعث ہو۔ وہ ان جذبات فطری سے

اپنوں کے فراق میں خالی تھے اور کیا وہ بھی یہ نظریہ

پیش نظر رکھتے تھے کہ مردہ پر رونا نہ چاہیے اور

زندہ جاوید کا ماتم نہ کرنا چاہیے۔ ہرگز نہیں ہرگز

نہیں کون ایسا مسلمان کو یہ کہتا ہو کہ جناب سلیمان

زندہ جاوید نہیں ہیں۔ لیکن انکے وصال سے مدینہ

طیبہ میں صحابہ رسول گھر میں گھر مچ جاتا ہے

شہداء شہر زجا تا ہے۔ وضیعت المدینہ

کیا ان اظہار غم رسول کرنے والوں میں ان کے

تجلیات عرشی

(از جناب مولوی سید محمد تقی حسین صاحب عرشی حائسی مرحوم مترجم حیات الفلوب و
نور الانصار و جناب الیقین خیر میر منشی ہمارا راجہ و زبانا گزیدہ مدراس)

بیکس کا ہے غم ہماؤ ہر دم آنسو

ٹپکا کریں چشم تر سے پیہم آنسو

آنسو نہ کرو دریغ اسے اہل عزا

شبیر کے زخموں کے ہیں مرہم آنسو

بزرگان دین شریک نہ تھے۔ بظاہر ضرور شریک تھے حضرت عمر کے توجہ اس درست نہ تھے

اور درج و عہد فی الحقیقت ایسی ہی چیز ہے۔ دماغ کو عقل کر دیتا ہے اور اہل دین اور اہل حق

کا روئے پشت اوقات رسول پر اسلئے نہ تھا کہ معاذ اللہ رسول ہلاک ہو گئے۔ اور وہ زندہ جاوید

نہیں بلکہ اس رحمت الہی کے فراق پر دل چین اور اس لئے کہ ابھی آسمانی کی برکتوں سے

مسلمان محروم ہو گئے اور محبوب خدا کی ملاقات قرب و محبت قیامت تک نصیب نہ ہوگی۔

فراق کر لیجئے کہ معاذ اللہ یہ لوگ رسول کو زندہ جاوید نہ جانتے ہوں کہ وہ نبی ماتم تھا

جن سے عداوت انکی ظہر میں شامل تھی۔ لیکن حضرت ابی بکر صدیق کے انتقال پر ملال پر

غم و رنج کا اظہار کس بنا پر تھا۔ کیا جناب عائشہ ماپ کے غم میں نہیں روئیں اور نہیں

پیٹا۔ کیا اس لئے انکے اقربا و احباب نہ روتے اور غم کرتے تھے کہ وہ ان سے جدا ہو گئے؟

اور وہ ایک صاحب سون کی صحبت سے محروم۔ یا اسلئے روتے تھے کہ ابوبکر اپنی کونو تو تھے

خود غلگین تھے کہ ہائے میر نے کیا کیا۔ کاش کہیں یہ نہ کرتا اور آج پیش آتے والا

خونناک منظر پیش نہ آتا۔ ہائے انوس میں علی کے گھر کو چھوڑ دیتا۔ اسکو آگ نہ لگواتا۔ خیر رسول

پر اسکا روزہ نہ گزرتا۔ خواہ علی نے یہ خلاف اعلان جنگ ہی کیوں نہ کر دیا ہوتا

زاین قتیبہ۔ تاہم تاریخ الخلفاء ہائے ذہن قند ابوسعیدہ جراح یا عمر کے ہاتھ پر بیت کر لیتا۔

اور یہ خلافت کی بالائینی گردن پر نہ دیتا۔ اچھا حضرت ابوبکر شہید نہ تھے۔ اور اسلئے زندہ ہوتے

نہ ہوتے۔ مگر یہ دوران اسلامی کے نزدیک حضرت عمرؓ کے ذہن پر رونا تو اسے خیر یا اہل بیت

اور زندہ جاوید پر رونا حرام۔ بھرا کتاب سوانی اور اصحاب عمرؓ کیوں طوفان رنج و اہم لیا

برپا کیا تھا کہ ابوزرہ ہشتران کی وفات حسرت آیات پر رورہا تھا۔

خیر ابن عباسؓ نے لایری ملا (عمر من الناس الا وہم بیکون زاین قتیبہ)

ابن عباس باہر نکل کر دیکھتے ہیں نوہر گردہ کو گریہ و زاری میں مبتلا دیکھتے ہیں حضرت عائشہ

واعمرہ و امیرہ کی فریاد کرتیں اور سر پر ہتھ پڑاتی ہیں (روضۃ الاحیاء وغیرہ) اور ان کی

انزعاج کے ماتم کی کوئی حد نہ تھی گھر میں کھرام برپا تھا۔ کیا یہ لوگ انکو پا کر قاتلی سمجھ کر روتے

تھے۔ یا اس غم میں روتے تھے کہ وہ بھی بیک صاحب

کی طرح اپنی کونو توں پر اتنی وقت میں نامہ تھے۔ اور

کتے تھے کہ کاش تھے کہ کاش مجھے عہد خلافت کی

کا گدگداریوں سے نجات مل جائے۔ اور میری وہی

فیلیاں میر سے ملے باقی رہ جائیں جو میں نے سکا تھا وہ

گروں میں دات سے قبیل صحبت رسول میں حاصل کی

تھیں (ابن قتیبہ تاریخ الخلفاء)

حضرت عثمانؓ میں عثمان۔ تاہم مسر کی بنا

سے شہید ہوئے اور عباسی نے اسے حضرت محمدؐ کی قبر

کی تلوار سے۔ انکی شہادت میں شہید کیا ہو گیا وہ شہید

مظلوم ہیں۔ اپنے قوم کے بعد بھی ظلم ہوا کہ انکی

حق کو کبھی پہنچا نہ دی گئی اور ایک نامہ انکی بکثرت

رکب کیا تھا انکیا۔ انکے زندہ جاوید ہونے میں کسی

مسلمان کو کیا غم نہ ہو سکتا تھا مگر اب تو خیرنگ مامور

و مخرج عاڈۃ باکیہ نقول قتل عثمان

فیکوین اطمین فیما اصبر تک جلاک مختار ہوں کہ جب کو کہتا ہوں کہ ہو جا ہو جاتی ہو
مثلی اذا قلت بشی کن فیکون - تو میرا نبرد دار ہو جا - تجا کو ایسا ہی بنا دوں گا
کہ جب تو کسی شے کو کہیگا کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جائے گی -

یعنی اطاعت کاملہ سے انسان منظر حیات و قدرتِ قیوم بن جاتا ہے اور یہ حیات جاودانی ہے۔ جو فرما دیا اور اطاعت گذار بندوں کو عالمِ آخرت میں حاصل ہوگی۔ وہ حیات ابدی پائیں گے اور جس چیز کو چاہیں گے وہ ہی انکے لئے فوراً آجائے گی۔ جو خواہش کریں گے وہ ہی فوراً پوری ہو جائیگی۔ شہداء کو مرنیکے بعد ہی عالمِ آخرت سے پہلے یہ حیات حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ حیات ابدی اسی وقت سے حاصل کر لیتے ہیں اور یہ بقدرت و قدرت حاصل ہو جاتی ہے جو ولایت کاملہ ہر کس چیز کو چاہیں وہ ہی ہو جائے۔ اور اسی لئے وہ ہر قسم کی امداد اپنے عاشقین و متقین کو بھیج سکتے ہیں جس کام اور مدد کیلئے ان شہداء کو پکارا جائے وہ مدد کریں گے اور حوائج برائیں گے۔ کیونکہ کمالِ اطاعت اسکی راہ میں جان قربان کر دینا ہے۔ ان سے جان لینے کا قدرت سے عہد کیا ہے اور اس پر انکو مامور کیا ہے۔

ان الله اشترى من المؤمنين أنفسهم
واموالهم بديان لهم الجنة (الآية)

اور جان و مال مومن خدا کا مال ہے جب وہ طلب کرے اسکو دینا واجب ہے۔ اگر دیکھو کہ
مطہج و فرنیہ دار ہو اور اگر نہ دے تو۔ اتم کاذب خائن و غدار ہو۔ یوں سمجھئے کہ فناء جسم کیلئے
ہے۔ کل من علیہما فان۔ موت نفس کیلئے ہے۔ کل نفس ذائقة الموت۔ ہلاکت
ارواح کیلئے ہے۔ کل شیء مھالک الا وجہہ۔ صانع عقول قادر سے کیلئے ہے۔ وصوت
من فی السموات والارض۔ ہماری موت ظاہری سے جسم فنا ہو جاتا ہے۔ اور نفس کا
عمل بیکار۔ اب وہ بغیر آلات جسمانیہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور قیامت تک اسکے لئے یہ حجاب
حائل۔ ومن ورا الھم بزرخ الی یوم یبعثون۔ جو کچھ دنیا میں کر لیا کر دیا۔ اب
کچھ نہیں قیامت تک کا حجاب ہے۔ کچھ نہیں کر سکتا۔ شدائد پر موت نفسی ظاہری نہیں
ہوتی وہ زندہ رہتے ہیں اور اسی طرح انکا نفس مالمہ۔ بلکہ اسکی قوت عمل و تصرف اور
اور پڑھ جاتی ہے کہ وہ حمایت و قدرت قیوم سے واصل ہو گیا ہے

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو
اور معنیٰ کہ اب وہ زندہ جاوید ہیں۔ اور بیشک ہیں۔

دوم - شہید کے جسم کی قوت اصل (امزجی) مائت کے جسم کی طرح زائل نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے۔ اس لئے وہ بوسیدہ و فنانہیں ہوتا قتل کے بعد قبر میں ہمیشہ ویسا ہی رہتا ہے۔ اب شہید کی قبر کھود کر دیکھی جائے تو اس کا جسم اسی طرح ٹھیک جیسا کہ روزِ شہادت تھا۔ وہی رختِ تازہ ہونگے اور اسی طرح خونِ پستکا ہوا اور خواب میں جیسا کہ دیکھو گے تو بھی اکثر ایسی ہی شان سے دکھائی دیں گے۔ حسین شہید جب نظر آئیں گے۔ بے سر اعضا و مقطوع۔ زخموں سے چور۔ حضرت عباسؓ جب نظر آئیں گے۔ ہاتھ شانوں سے جدا دکھائی دیں گے و قس علی ذالک - یہ ہے حیاتِ شہداء۔ اور اس لئے وہ ہیں زندہ جاوید اس سے یہ نتیجہ کی طرح نہیں نکل سکتا کہ ایسوں پر غم و ماتم نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ برعکس ہمارے تصور میں انکی وہی صورت ہے جو وقتِ شہادت تھی وہ ہی مطلوبیت وہ ہی خشکی۔ پھر غمِ تازہ ہو گا نہ فراموش۔ اور حقیقتہً اسی لئے یہ غم ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔ یہ ہمارا اختیار ہی عمل نہیں بلکہ حقیقتہً۔ ابنِ مفلوم غمِ فیصلہ

رحمہ اللہ علیہ فقال لها عمار بالامس تخوضين عليه الناس واليوم تبكيه (ابن قتیبہ) حضرت عائشہ روفی بیٹھتی بائیں نکل آئیں اور کہتی تھیں ہائے ہائے عثمان مارا گیا خدا اسپر رحم کرے۔ عمار یا صحابی نے کہا اے عائشہ کل تو آپ اپنے خلائ لوگوں کو بھڑکاتی تھیں اور آج اسپر روہی ہیں اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ اٹکے قتل میں شریک ہیں۔

قال سعد، بن ابی وقاص قتل عثمان بن عفان بن عبد المطلب وصقله طلحة
عبد ابی وقاص کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان اس کو مارا سے قتل ہوئے جس کو حضرت عائشہ نے کھینچا
اور طلحہ نے تعقیل کیا تھا۔

کیا یہ تمام اصحاب عثمان ان بزرگ پر اسلئے رو رہے تھے کہ انھوں نے عین کو متغیر کر دیا ہے
 اور رغبت کو بدل دیا تھا (ابن قتیبہ) اس کا انجام اچھا نظر نہیں آتا تھا۔ باوجود اپنے اس مجبور
 غایب اور صاحب سول کے فراق دماغی اور انکی مظلومیت پر رو رہے تھے۔ آج بھی ہم ان ہی حسین
 پر رومے سے من کر رہے ہیں۔ اصحاب کو حضرت عثمان کا غم مٹانے دیکھتے ہیں۔ اور اسی طرح ان کے بعد
 تمام سلاطین بنی امیہ و بنی عباس پر جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نظریہ زندہ جاوید محض غم حسین
 کیلئے تراشا گیا ہے۔ کہیں اور یہ کارفرما نہیں۔ غم تو یہ حضرت بھی کر رہیں مگر وہاں جہاں دنیا
 جاتی جو دنیا کا دوست یا دنیا دار بزرگ اٹھ جائے۔ معاویہ کا غم مٹایا جاسکتا ہے۔ مروان پر
 آنسو بہائے جاسکتے ہیں ہمدی کو مٹایا جاتا ہے۔ ہارون پر غم کیا جائے۔ تمام شہریہ پور
 ہو جاتا ہے۔ کابے علم نکلے ہیں اور دنیا تصور پر غم نظر آتی ہے۔ آتارک کا غم مٹایا جاسکتا ہے مگر
 اہلاد و رسول کا غم بدعت۔ یہ اسلئے نہیں کہ یہ نظریہ درست ہو یا وہ سوائے شہدا و اکرام اور
 مظلوم سید الشہدا کے سوا کسی کو زندہ جاوید نہیں جانتے۔ بلکہ محض اسلئے کہ یزید کی محبت گوارا
 نہیں کرتی۔ کہ حسین کا ماتم ہو اور غم مٹایا جائے۔ کیونکہ ایسا اگر تے سے یزید رسوا ہوتا ہے اور یزید
 انکا پیشوا اور امام ہے۔ وہ بادشاہ شام تھا بلکہ بادشاہ عرب بن گیا تھا اور بادشاہت ہی انکے
 مذہب میں اصل راستہ ہو۔ پس وہ انکا ہے اور اپنے اپنے کا ہر ایک کو پاس ہوتا ہو۔ اور اسکی
 رسوائی اپنی رسوائی سمجھی جاتی ہے اور گوارا نہیں ہو سکتی ورنہ یہ ایسے فہم نہیں ہیں کہ زندہ جاوید
 کے یعنی سمجھتے ہوں کہ وہ دنیا سے اٹھے جن میں اور ہم سے جدا ہوئے نہیں یہ چشم بصیرت بلکہ چشم
 بصارت بھی احساس کھتی ہے کہ حیات شہدا کے

حیات شہداء اور یہ معنی نہیں کہ وہ اسی طرح موجود ہیں جیسے کہ حیات اولیٰ میں تھے حیات جاودہ رنی ورنہ اسل یہ ہے کہ ان کے آثار حیات باقی ہیں۔ اور اب بھی ان سے وہ ہی افعال تصرف و ملازمت صادر ہو سکتے ہیں اور یہ کہ ان کا وہ کارنامہ زندہ ہے جو ان سے تمام ہوا اور جس پر شہداء ہوئے تبلیغ دین اسی طرح عمل حسین سے جاری ہے اور اب وہ زندہ جاوید۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جس نے اپنی جان اس کی راہ میں فدا کر دی اور اپنی ہستی لگا س کے لئے سنا دیا تو اس کو قرب وصالِ حقیقی لایوت حاصل ہو گیا اور حقیقی قیوم کی صفات کا وہ مظہر خاص بن گیا۔ اس کو زبانِ حکمت شرعی میں ولّی صانع کیا گیا اور خود زبانِ قدرت کا ارشاد ہے۔

ابن آدم ما خلقتك للنعاعيل
 خلقتك للبقاء واناسي لاصوات
 طعنتي فيما امرتك وانت عسا
 ففيتك عنه اجلاك مثلي حيا
 بموت وانا الذي اقول للشيء كن

اسے فرزند آدم میں تجھ کو فنا کیلئے پیدا نہیں کیا میرے
 تجھ کو بقا کیلئے بنایا ہے اور میں حی الاموت میں تو
 جو کچھ کہیں حکم دوں اس پر عمل کر اور میری فطرت پر
 کر اور جس منع کروں اسے باز رہو میں تجھ کو حیا کیلئے
 دنیا کا اور پھر کہیں نہ مر گیا اور میں ہی وہ قادر و

شریک بزم ماتم روح زہرا و پیغمبر ہے سلام

(نوشتہ عالیجناب سید محمد حسن احسن صاحب طباطبائی لکھنؤی اگر مدین آل نمبریں بتان پر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)

دل شیریں کس درجہ شوق و میل داور ہے
تہہ شمشیر تانغہ نعیرہ اللہ المیر ہے
الکامل نظر چشم بصیرت سے ذرا دیکھیں
تو ایمان کے صدر میں ذات سید ریشم گوہر ہے
ہے جس کے دل میں حب ساقی تسنیم است شمیمو
اسی کے واسطے بنت کا ٹھہرا اور جوش کوثر ہے
کبھی پانی پر یوں قائم نہ رہتی کشتی عالم
علی کا گیارہواں فرزند اس کا ایک لٹاریے
محبان علی تنہا نہیں روتے ہیں سرور کو

شریک بزم ماتم روح زہرا و پیغمبر ہے
سر میدان شبیر احمد مختار کیا آیا
زمین نیونو اکا گوشہ گوشہ کیوں عطربے
کیا تاراج ایسا باغیوں نے گلشن نہرا
کہ اب تک رنج و غم سے چشم تر گس بارخ میں تر ہے
پلا دو اسے لعینو تھوڑا پانی آتشہ کاموں کو
کہ معصوموں کا اب سوز عطربے نے حال منقلب
رواج پردہ جگ گھر سے نکلا آہ اسے گردوں
اسی کی عسرت اطہار اب محتاج پیا در ہے
تباہی آگئی آل نبی پر ہاسے یہ کیسی
برہمنہ سر ہجوم مام میں نہ باکی و خیر ہے
بن ساقی کوثر کو پلا دے بوند بھر پانی
نعیں شہ کا گلاب خشک اور تپ خیر ہے
نہ تھا کوئی بھی ایسا جو بن کاہل سے بہکتا
ارے کب قابل تیر سے شعبہ حلق اصغر ہے
لگا کر اصغر بے شیر کو تربت میں شہ بولے

زمین نیونو تیرے حوالے جان مادر ہے
ہزاروں شیعہ سرور کی زیارت کر کے پھرتے ہیں پوچھنا نہیں اب تک کہ برگشتہ مقدس ہے

تازہ زخموں کا جبری اثر ہے جو ہمیں میثاب و پے چین کر دیتا ہے۔

نیروہ چونکہ زندہ ہیں اور جسم ان کے زندہ ہیں اس لئے وہ بھی اسی اذیت و تکلیف و ظلم کو محسوس کر رہے ہیں۔ وہ ہی حالت ان پر اب بھی اور بیستہ طاری ہے جو وقت شہادت تھی اور فطرت وہ اس سے سازشی اور محزون۔ اور دوست کا حزن و ملال اور غم و اذیت دوست کو بھی غمگین و محزون و سناپی بنا دیتی ہے۔ اس لئے یہ احساس غم و رنج و الم ہمارے احساس کے رنج و الم کو ہر وقت تازہ کرتا رہتا ہے۔ اور ہم اکامام کرتے ہیں۔ بالکل ہمارا ہی نقشہ ہے۔

دوست غمخواری میں میری سہمی فرمائیں گے کیا

زخم کے پھرنے تک ناخن نہ بڑھ پائیں گے کیا

جوں ہی ہمارا زخم دل بھرنے لگتا ہے۔ احساس تازہ زخم کو تازہ کر دیتا ہے۔ اور یہی بقا و بقا و غم حسین کا باعث ہے۔ اسی لئے ہم ان زندہ جاوید بستیوں کا ماتم کرتے ہیں اور جس کے قلب میں حب رسول۔ سینے میں دل۔ اور دل میں احساس ہے وہ ضرور کرے گا۔ تمام مسلمانوں کو بھی کونجا جائیے۔ اور اگر نہیں کرتے تو ہمارے جذبات قلبی کو تو ذبح نہ کریں۔

کچھ شرم کریں روح پیغمبر سے خدا را

بدعت نہ کہیں خیر اگر غم نہیں کرتے۔ (قیس)

اشکھائے خورشید

(نوشتہ عالیجناب سید محمد حسن احسن صاحب طباطبائی لکھنؤی)

جاروب کش تربت بے شیر صبا ہے
کھلایا ہوا پھول تہ خاک پڑا ہے
گوارہ ہی سے جا بے جو میدان و غاں
ایسا بھی مجاہد کوئی دنیا میں ہوا ہے
یہ سینہ اکبر پر لگائی نہیں برچی
ظالم نے دل سبط نبی خون کیا ہے
اسے شمر لیں بے ادبی کی کوئی حد ہے
یہ عرش کا تارا ہو جو گھوٹے سے گرہے
بیش ہے شیر کا انداز عبادت
گردن پر خنجر ہے تو لب مجروح ہے
پردے کا چلن جسے زمانے کو سکھایا
عسرت اسی معصوم کی محتاج رہا ہے
اسلام کی تاریخ بہت سادہ تھی لیکن
خون شہدائے اسے رنگین کیا ہے
اسے شہ کے عزادار ترے جوش و خروش سے
ماتم شریکین کا زمانے میں پیابے
منظوم تھے آقا یہ تھے یاد پر لیکن
حریت و اثار کا بھی درس لیا ہے
بیشک تھے الفت جو حسین بن علی سے
گر عزم کا طوفان تھے تھکوں میں چھپا ہے
شیر نے سب کچھ وہ خالق میں لٹا کر
باطل کو مٹانے کا بھی پیغام دیا ہے

تفہیم بھی کرتا نہیں بیہوش ہوا ایسا

احسن سر بالین ترے یہ کون کھڑا ہے

حسین علیہ السلام کی زندگی کا مختصر خاکہ

نوشتہ عالیجناب محمد علی حسینی رضوی ملوری

ڈالا جانا گوارا نہ تھا۔

اس کے زندگی سے لیکر حیات کے آخری لمحوں تک جاریہ
ہے۔ آپ کو ان کے مناظر نظر آئیں گے کبھی ناز و نعم کی وہ تصویر
دل میں گھر آئے گی جب رسول ہمام ان کے لئے نافذ بنے ہوئے
تھے۔ کلمہ گو یوں کی بڑی سہی فدا واد عفت۔ مندی دے
ری تھی۔ مال غنیمت کی نعمت سہی تھی۔ ہر لحاظ عافیت ڈالی
جائی تھی۔ مگر کیا کبھی ان کے طرز بود و ماند میں فرق آیا۔ کیا کبھی ان کی
تن آسائشوں میں دولت کی قربانی ہوئی۔ ایسے ماحول میں پلنے
والی ذات کہ نانا دین و دنیا کا بادشاہ باپ بر سر حکومت گر سوا
فاتح اور اصلاح قوم میں سب کچھ دے دینے کے عیش و عشرت کا
دھندلا نقش بھی نظر آیا۔ غالباً تاریخ نئی ہی میں جاسکے۔

باپ کو اگر کچھ مل گیا تو غریبوں۔ یتیموں۔ سوائوں کی پرورش
میں آیا لٹا دینے کے گھر میں فاتح کی فوج آتی۔ کیا ان حالات
میں گزر کر نہ والا باد جو عظمت غریبوں کی امراد میں صرف
کرنے والا۔ دنیا کی طبع میں اندھا ہو سکتا ہے پھر بے پروا تو تقلید کا
اثر ہوتا ہی ہے۔ بیٹا بھی وہ جو روحانیت میں روحانی تعلیمات
میں برابر کا درجہ رکھتا ہو۔ انہیں سب سے بڑا امر۔ مگر فوس
عامی اسے نہ سمجھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا خون بہانے میں دریغ نہ کیا
گیا۔ یہ یہ تو حکومت کا ٹھکانا تھا ہی۔ ان لوگوں پر ہونا آتا ہے صفوں
نے جنہ در سمون کے لالچے میں اس کی شیطانی خواہشات کی تکلیف
کی اور نواسہ رسول پر تلواریں اٹھالیں۔ وہ مال کی طبع میں کچھ
نہ سمجھے کہ کیا کر رہے ہیں اور کھونٹے کھنڈ غور کیا کہ جس پر شمشیر بن
تیز کی جارہی تھیں وہ کس جذبہ کے ماتحت قلیل تعداد میں بھی کھڑا
ہوا تھا۔

سیاست کا مسئلہ ایک بقیہ پارینہ ہے۔ دنیا آج اس قصہ
کو تازہ کر رہی ہے۔ مختلف سیاستوں کی نونہ سرائی کرتی ہے۔ کبھی
کسی خلافت کی سیاست کے راگ الاپے جارہے ہیں کبھی کسی
کی جانوں کو سیاست قرار دے کر سرا جاتا ہے۔ برطانوی
دیوبند کی سیاست کی تعریفیں ہوتی ہیں۔ مگر جس سیاست کو دیکھتے

حسین ایک مصلح تھے۔ حریت کے علمبردار تھے۔ سیاسیات کے ماہر
تھے۔ تبلیغ و اشتی کے پیامبر تھے۔ اخلاق و فطرت کے پیرو تھے۔ ان کی
ذات دنیا کے لئے ایک راز تھی۔ وہ ایک آئینہ تھے جس میں ہر ممکن غریبوں
کے جو سرخاں ہوتے رہتے تھے۔ شجاعت کا وہ مجسمہ تھے۔ رضا جوئی
حق کی وہ مکمل تصویر تھے۔ وہ ایک ایسی ذات تھے جس کے پہچانے میں
دھوکے بردھو کے ہوئے۔ کہنے کو وہ انسان تھے اور انسانی خواہشوں میں
آئے۔ مگر حقیقتاً وہ روحانیت کا تاج تھے۔ عرفان کی منزل تھے یا دیں کہیں
کہ وہ فہم انسانی سے بالاتر ہے۔

اسی سیاسی رہنما کو لیجئے۔ ماہر اقتصادیات پر نظر ڈالئے علوم
جدیدہ کے ماہر کامل کو برکھے۔ اس کی زندگی کا وہی
بہلور زیادہ درخشاں نظر آئے گا جس میں اس نے ہمارے ہر ایک سے
اچھے سے اچھا رہا۔ حتیٰ دان اکثر و بیشتر زندگی کے روزمرہ کے امور سے
بے بہرہ ہوتا ہے۔ سائنس کا دعویدار جو ممکن ہے کہ دو ایک منٹ کے
لئے مینڈک کے جسم میں اپنے علم کی موجودگی کا مظاہرہ کرنے کے
لئے روح بھونک دے۔ لیکن سیاست اور تدبیر ملی میں غالباً اتنا
کام نہ کر سکے جتنا کہ انکشاف جدیدہ میں اسی طرح امداد لوگوں پر بھی
قیاس کر لیجئے۔ لیکن جیٹن یہ ایک وقت سیاست معاشرت۔ تمدن
اور مصلح و اشتی کے دیوتا تھے۔ دینانے ان کی قدر نہ کی۔ وہ جاہ و
منصب کے بھوکے نہ تھے۔ ان پر طبع دنیاوی اثر انداز نہ تھی۔ وہ دنیا
کا وردے کو اٹھتے۔ وہ رسول نبوی کی محنت رائگانہ نہ کرنا چاہتے
تھے۔ وہ وحدت کو کثرت میں تقسیم ہوتا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اگرچہ
دنیا وادوں سے دیا وہ تعداد میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ مگر اب بھی
عقیدت مندوں کی ایک معتدبہ تعداد ایسی موجود تھی جو ان کی صدا
پر لبیک کہتی ان کی محبت میں لوگ آتے اور جان پر کھیل جاتے۔ یہی
وہ خلش تھی جو معاندین دین کو جین سے سونے نہ دیتی۔ اسی طاقت
کو قورٹے کے لئے اجتماع کیا گیا۔ اسی قوت کو کمر مور کرنے کے لئے
حاکم شام نے دینا میں رختے پیرائے۔ مگر حسین علیہ السلام چاہتے تھے کہ
اسلام پر پریت سے پاک رہے۔ وہ تعلیمات اسلامی کا نشر چاہتے تھے
انہیں اپنا گھر بار لٹا دینے میں عار نہ تھی۔ ان اسلامی مقاصد میں پشت

دوسری بات یہ ہوتی کہ لوگ انتظام کے فوری جذبہ سے متعلق ہو کر آپس کے کشت و خون پر اتر آتے۔ بہت ممکن تھا کہ وہ ملوث ہوتا۔ مگر گناہگار اور بے گناہ کسی کے خون میں امتیاز نہ ہوتا۔

اسکا نتیجہ ہوتا کہ آئندہ سے جان کے خطرہ کا یہ لہرہ براہ نام منظر دیکھ کر یہ فریضہ اسلام ترک کر دیتے۔ یا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپس میں خلش رکھنے والے اپنے دشمن کے ساتھ جج کا چیلہ کر کے آتے اور عین طواف کعبہ کے وقت دیرینہ خلش نکالی جاتی۔ جھکے نتیجہ میں دہی بے حرمتی اور عام نفرت ہوتی۔ ہر حالت میں ملک عرب کی اقتصادی حالت پر بڑا دھکا لگتا۔ اسلامی اخوت کمزور ہو جاتی۔ ہم ملک ملک کے بھائیوں سے نہ مل سکتے۔ عرب والوں کی مسخفت کا راستہ مسدود ہو جاتا۔ قتل و خون کا مادہ بڑھ جاتا اور پھر تبلیغ اسلامی کی رفتار سست پڑ جاتی۔ ان مصالح کو مد نظر رکھتے ہوئے حسین علیہ السلام نے جج کو عمرہ سے بدلا اور بلاد ایلے جج چل کھڑے ہوئے۔ یہ تھی حسین کی ادنیٰ سیاست جس نے ایک فتنہ عظیم کو روک دیا۔

حسین جانتے تھے کہ اسلام جبر و استبداد کا خاتمہ کرنے آیا ہے اسلام آزادی کا سبق دیتا ہے۔ اسلام مساوات کا حامی ہے۔ اسلام ایک عالمگیر برادری کا نام ہے۔ اسلام زمانہ بھر کی نجات کا خاص نام ہے۔ اخلاقی پستی کو دور کرنا۔ پیدا کرنے والے کو اصلی رنگ میں پہچانا۔ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ تزکیہ نفس کے بجائے لباس و جسم کی صفائی ہمسایہ پروردی کے بجائے نفس پروردی اور عیش پرستی اسلام کے منافی تھی۔ یہی وہ چیز تھی جو معاویہ سے نکلائی۔ بیٹے یزید کا جبر و زندگی بن رہی تھی۔ ان حالات میں یزید کی بیعت کے معنی اس کے مطالبات کو تسلیم کرنا اور اس کے عمل پر حصر تصدیق لگانا تھا اگر حسین علیہ السلام بیعت کر لیتے تو یقیناً جان بچ جاتی۔ اگر چاہتے تو مال بھی مل جاتا مگر دوسرے لوگ غلامی کی ناقابل شکست زنجیریں میں ہمیشہ کے لئے بندھ جاتے آزاد ہی ان سے چھن جاتی حقانیت کی ایک آواز بھی نہ اٹھا سکتے یزید کا عمل اسلام کا عمل اس کا فعل اسلام کا فعل دقتل ہو جاتا۔

حسین نے انکار بیعت کر کے مختصر اعزہ و انصار کو خدا کی راہ میں بعینہ جڑھا کے۔ اپنا گھر بار لٹا کے حق کو قائم رکھا۔ یہ فاسوش ستیہ گمرہ جاری رہی وہ نہ رہ سکے۔ مگر آزادی اور ادر حریت پروردی کا وہ نقش چھوڑا جس پر نہ صرف اسلامیان عالم بلکہ دیگر اقوام بھی چل کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی ہیں۔ آزادی حاصل کرتی ہیں ناحق کا سد باب ہوتا ہے۔

حسین کی زندگی کا ہر لمحہ صاحبان بصیرت کے لئے معرفت کا ایک باب تھا۔ اگرچہ وہ ایک انبیع باب کے بیٹے تھے خود بھی فن جنگ

اپنے اندامیک طوفان انقلاب پوشیدہ رکھتی ہے سیاست کے مقوم سمجھنے میں لوگوں نے دھوکا کھایا۔ ہر ممکن چیز کو سونا سمجھ لیا مکاری اور خیال ہی کو سیاست کے قالب میں دیکھتے ہوئے بھی اس پر ایمان لے آئے ورنہ قرآن اہل کی سیاست تو وہی سیاست ہے جس نے خاندان حبیب ہاشم کی طاقت کے نشازہ کو منتشر کر دیا۔ رسول سلام کی معرفت سے بھری ہوئی باتوں کو ٹھکرا دیا۔ انھیں بولنے نہ دیا جسے بعد رسول فوراً ہی انشراق و انتشار کی بنیاد ہمیشہ کے لئے بچت ہو گئی تھی جس کے نقش اہل سے نقش ثانی زیادہ ابھرتا ہے شاید اسی کے ماتحت حاکم شام کی خفیہ ریشہ دوانیاں سیاست کا اہم سبق بن گئیں۔ جسے بلا تصور سرگزید کا خان کی جانی تلف کر دی گئیں جن سے رد مائیت کا سبق ملتا۔ جو صدائیت کا صحیح اور سچا پیغام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا۔ عہد ماضی میں اس سیاست کی مع سرائی تو ان لوگوں نے کی جن کے دامن سکون سے پر کئے گئے تھے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا آج دنیا میں اس پر حصر تصدیق لگاتی ہے۔ جبکہ عقل و فراست کا زمانہ ہے کھوٹے کھڑے کے پر کھنے کا زمانہ ہے۔ اندھی تقلید توڑ دینے کا زمانہ ہے۔ کوئی اس عقیدت مندی کے لئے خزانہ عامرہ کا منہ بھی کھولتا رہی زمانہ حاضرہ کی سیاست بالخصوص یورپ والوں کی چالیں وہ تو ظاہر ہی ہیں۔ ایک ملک کی آزادی کو اپنے ذاتی اغراض کی حفاظت کے لئے بعینہ جڑھا دینا۔ ایک زبردست طاقت کی فکر سے بچنے کے لئے حریت سونا قدام جس پر فوراً ہی نفرت کی جائے لفیروں کا جھگڑا کرنا اور اسے صلح کا فرس کھنا یہی سیاست ہے آئیے اس سے بالاتر سیاست کا سبق لیجئے۔

سیاست جس میں خود داری کا پاس ہو۔ امن عامرہ خطہ سے بچ جائے۔ وہی سیاست ہے۔ بندگان خدا کا خون بہتے بہتے بچ جائے۔ اور خبر بھی نہ ہو یہ سیاست دیکھنی ہو تو حسین کو دیکھو اند کعبہ کے منظر پر نظر ڈالو۔ یزیدی کا رکن خون حسین کے لئے شہید کر چکے تھے۔ حاجوں کے لباس میں طواف خانہ کعبہ کے لئے آچکے تھے ان لمحات کا انتظار تھا اور شہید انتظار کہ نواسہ رسول غافل ہو اور کوفہ کا زنگیہ گمرہ گلے پر چل جائے اس واقعہ سے اگرچہ یزید کا راستہ صاف ہو جاتا مگر خانہ کعبہ کا احترام جاتا رہتا تھا۔ اسے عالم سے آئے ہوئے مسلمانان اپنے اپنے ساتھ اسلام کا وہ مذہم کا زمانہ لکے جلتے جگا اترنا لبذہب پڑتا رہتا۔ انصاف پسندوں کو ایسے متبرک مقام سے نفرت ہو جاتی۔ شہ لوگ تو یہ سمجھتے کہ جب نواسہ رسول کا خون جہاد یا تو معمولی لوگوں کا خدا حافظ ایسے مقام پر بہہ پڑ کر دے۔ شہ شدہ ایسا اتر پھیلتا کہ جج کو فرشتگان رحمت آتے تو آتے وہ نہ ان فوں کی صورت تو نظر نہ آتی۔

مٹ رہی ہے آہ تصویر ہمیر دھوپ میں

(نتیجہ فکر بلند جناب سید و احسن صاحب بنی تہذیب شہدی کر بلائی)

یکہ و تنہا کھڑے ہیں شاہ مضطر دھوپ میں

کہاتے ہیں تیغ سنان و تیر و خنجر دھوپ میں

دستگیری کیجیے مشکلفا سے دو جہاں

جھومتے ہیں صنعت سبط ہمیر دھوپ میں

قبر اصغر پر یہ بانو نے کہا سر پٹ کر

نیند آئے گی تجھے اے لال کیونکر دھوپ میں

تیغ جب اکبر نے کھینچی رٹ کے سایہ نے کہا

حملہ ور ہے آج ہم شکل ہمیر دھوپ میں

خمیہ سرور جلا کر قید عابدہ کو کیا

چھینتے ہیں اب لعین زینب کی چادر دھوپ میں

کہتی تھی بانو مدد کو آو اے شاہ نجف

مٹ رہی ہے آہ تصویر ہمیر دھوپ میں

کہہ کے یہ زینب برہنہ سر چلی مقتل کی سمت

ہاے میں خمیہ کے اندر اور برادر دھوپ میں

تیر گردن سے نکالا خون چہرہ پر ملا

اب بناتے ہیں شہ دیں قبر اصغر دھوپ میں

سینہ اقدس پہ قاتل بناو کوں پر جسم شاہ

سے سر سبط ہمیر زیر خنجر دھوپ میں

روضہ سرور کے ہر ذرہ میں سمجھا میں نظیر

خون فشاں ہے خاک پر مہر منور دھوپ میں

میں مہارت نامہ رکھتے تھے۔ مگر صلح دآشتی کا اہل نونہ مے گئے
کعبہ سے چلنے کے بعد وہ اپنے بھی خواہان کو ساتھ لے سکتے تھے۔ امرہ میں
ایسے لوگ پیچھے چھوڑے جو نبرد آزما تھے۔ لڑائی میں حادثہ شجاعت
دیکھتے تھے مگر انھیں ساتھ نہ لیا۔ دوسرے اصحاب کو نہ بلایا۔ حالانکہ
خطرہ کے وقت ایک ایک کی تلاش ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے کہ بلایا
میں پہونچ کر ایک عام تعزیر فرمائی۔ جس کا ماحصل تھا:۔

”وے لوگو ہمیں مال غنیمت کی امید نہیں ہے، حق و باطل کی
لڑائی ہے۔ تم میں سے جس کا جی چاہے چلا جائے۔ دشمنوں کو تو حسین
کے خون سے مطلب ہے“

پھر دوسرے دن مجمع عام میں بعد حمد خدا۔ لغت رسول احکامات
اسلامی بتلائے۔ ہند گان خدا کے خون سے ڈرایا اور چاہا کہ درگزر
ہو جائے شب بھر کی حملت کی تاکہ سوچیں سمجھیں اور دشمن اب
بھی نادم ہو جائیں ایک ایک آدمی لڑنے کو بھیجا تاکہ اس درمیان
میں ہوش آجائے اور منکرین خدا سمجھ جائیں کیا صلح دآشتی کی اس سے
بڑھ کر مثال مل سکتی ہے۔ کہ بلایا کا میدان درگاہ ہے۔ اس سے
جتنا سبق چاہو لے لو۔

عرض حسین کیا تھے؟ انھیں سمجھنے میں دنیا حیران ہے۔
جھاکیلا رہ گیا ہے فائدہ تباہ ہو گیا ہو۔ معمولی سی بیعت پر امن
مل سکتا ہو مگر سب کو ٹھکرا دے وہ انسان نہ تھا وہ تھا
جو انسان کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

امامیہ مشن کے رسالہ مجالس تقسیم فرمائے

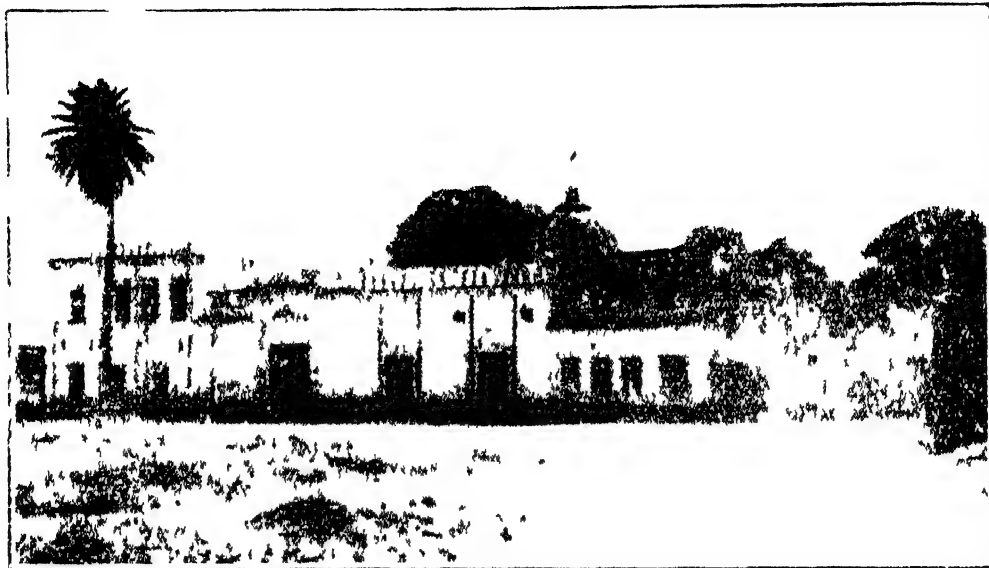
اور اس طرح حسین کے خون سے سینے ہوئے اسلام کی آواز
دنیا کے کانوں تک پہونچا کر تبلیغ ایسے واجب فریضہ کو
پورا کیجئے۔

الداعی الی الخیر سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ

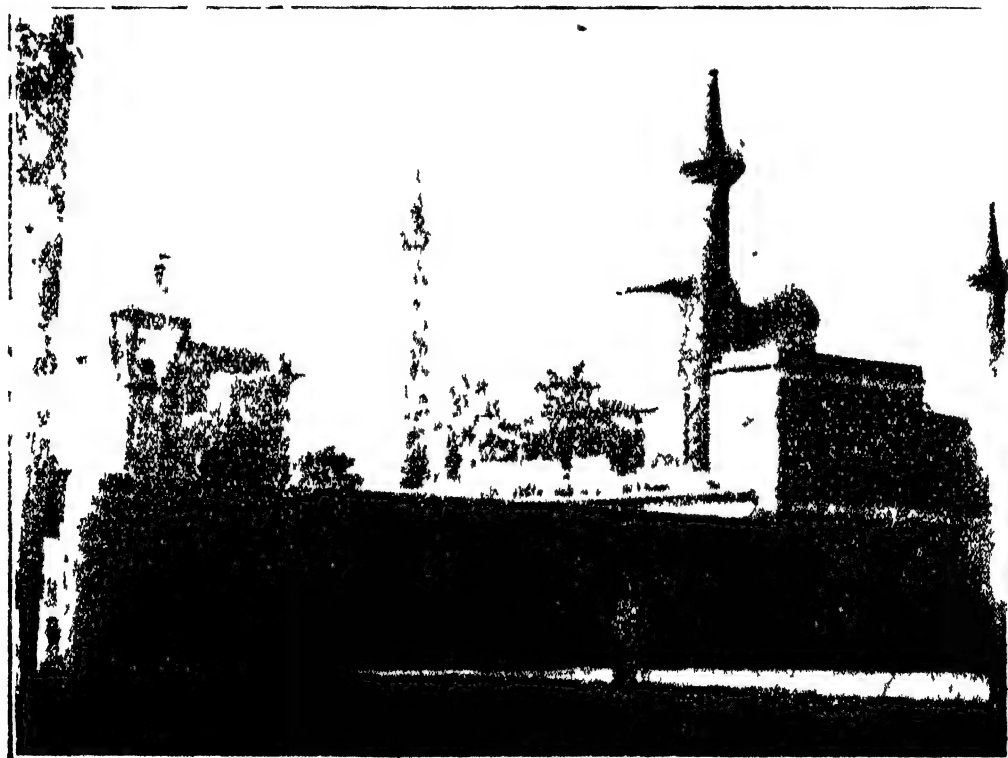
ایام عزت تبلیغ کا بہترین زمانہ ہیں

الذکر اب اس زمانہ میں امامیہ مشن کے رسالہ خدیوہ غیر خدیوہ افراد
میں مفت تقسیم فرمادیں تو بہترین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں
کیا آپ اس اہم تبلیغی فریضہ کی طرف توجہ فرمائیے۔

الداعی الی الخیر سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ



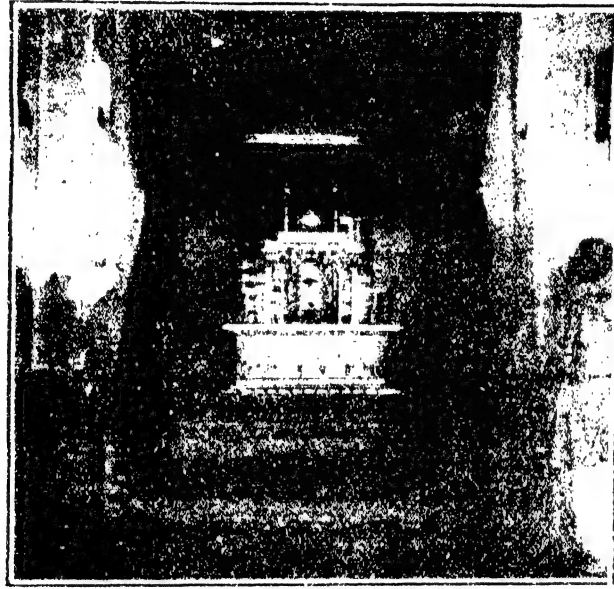
مید سبک لکھنؤ



روضہ کاظمین لکھنؤ



روخد، محل التلویع کمار



امام دارہ خفران، آب علی اللہ مقام
وہ ضریح دو کھنڈار و دیوار کما، فہمہد ہے اسمہ پرہ کو
شدید فرہ ان ہے



امام بازہ ناظم صاحب مرحوم

کیا حسینؑ معاذ اللہ با عنی تھے؟

(نوشتہ عالیجناب اکرم مولانا اعجاز حسین صاحب سابق متولی وقف ہوگلی)

انہیں سکتی۔ قطع نظر تمام کچھ تاریخی واقعات کے بھی صرف حسینؑ و معاویہ کا صلح نامہ دیکھو تو ہمیں معلوم ہوگا کہ معاویہ کے بعد سلطنت حسینؑ کی تھی اور معاویہ کو حق نہ تھا کہ یزید کا تائید کرے۔ اس طرح اگر تھوڑی دیر کے لئے

حسینؑ کے نام کے ساتھ ایک دنیا کے تاریخ و البتہ ہے۔ نام حسینؑ لیے ہوئے ساتھ تمام اسلامی تاریخ شروع سے آخر تک انسان کے سامنے آجاتی ہے۔ سون حسینؑ علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا۔ محمد مصطفیٰؐ بانی اسلام کا نواسہ وہ حسینؑ جرنی

فرض کر لیا جائے کہ یزید کی سلطنت ظلم و شیطنت سے پاک بھی ہوتی جب بھی حسینؑ اگر اپنے حق کا دعویٰ بلند کرتے تو اسکو صحیح معنوں میں بغاوت نہیں کہا جاسکتا تھا۔ کیونکہ سلطنت و حقیقت حسینؑ کی تھی اور اپنا جائز حق لینے کے لئے اگر انسان کھڑا ہو تو اسکو بغاوت نہیں کہا جاسکتا۔ حالانکہ واقعات اس کے خلاف ہیں اور تاریخ عوامی دے گی کہ یزید کی سلطنت ایک شیطانی گورنمنٹ تھی اور حسینؑ جیسے انسانی فرشتہ کے لئے اس منحوس حکومت کو برباد کرنا لازم تھا۔ لہذا صاف معلوم ہوا کہ درحقیقت یزید با عنی تھا کہ حسینؑ ہی کو حق تھا کہ اپنے مانا کے دین کو چلاتے

اپنے مانا کے لئے دین کی مخالفت میں اور خاندان کی عورت و آبرو بچانے میں اور نبی نور انسان کو ظلم و ستم کے پنجے سے چھڑانے میں کسی عزیز سے عزیز تر نہ ہو سکتا۔

کے قربانی میں ذریعہ نہیں کیا۔ اور ساری دنیا کے لئے ایک معلم اخلاق بن گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسینؑ نے یزید کے خلاف بغاوت کی۔ ہاں میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آپ کا نام خاص کے خلاف اٹھے گا

نام بغاوت ہے تو حسینؑ نے ضرور یزید کے خلاف بغاوت کی اور یہ بغاوت حق بجانب تھی۔ اس بغاوت سے حسینؑ نہ صرف اپنے مانا کے لئے دین پر احسان کیا بلکہ انسانیت پر احسان کیا۔ حسینؑ کی جگہ یزید سے نہ تھی بلکہ ایک سراسر

نیک کی بغاوت مسلحانہ ہی تھی جس میں حسینؑ ایک مجسمہ شرافت و طہارت تھے اسی طرح یزید خوارات مجسم تھا۔ یہ حسن تھے وہ قبح۔ یہ عدل وہ ظلم یہ شریف وہ بدعقل یہ معلم اخلاق وہ مخرب اخلاق۔ یہ سچے وہ مجھڑا۔ یہ نور وہ ظلمت۔

مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بغاوت کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ بغاوت نام ہے کسی با قاعدہ اور یا کو گورنمنٹ کے خلاف ناحق اٹھنے کا۔ یزید کی گورنمنٹ کسی قاعدہ سے یا قاعدہ اور یا کو گورنمنٹ بددینی

یہ دعوایہ کی ہے میں نہ ہوں تشدد و دہش مجھ کو دیں ساتی کو تر لب کو تر پانی

اس بیک انسانیت و اخلاق ہی کے لئے دیا تھا کہ نبی نور انسان پر حکومت کرتا۔ مجھ کے نواسہ اور علیؑ کے بیٹے کے علاوہ کس کو حق پہنچ سکتا تھا کہ انسانی زندگی و مرگ کے کل تار کا محافظ ہر کے جس کا نفاذ اس کے مانا نے اس کی نانی کی دولت اور اس کے باپ کی قوت کے بل بوتہ پر کیا تھا۔ انہی علم کے خلاف بغاوت کرنا ہی حسینؑ کے لئے دنیا کے معلم حسینؑ کے خلاف کے منوانے والے حسینؑ کے چائی کے لئے دعوہ حسینؑ کے لئے جھوٹ سے نفرت کرنے والے حسینؑ کے لئے اسلام کی قربان گاہ پر علیؑ شہید کی قربانی پیش کرنے والے حسینؑ! با عنی حسینؑ! انہی پر سارے جہاں کا سلام۔ !!!

سلام

(فصاحت جبک داغ مرحوم)

آب پیکار سے ملے بوند برابر پانی عرق شرم میں کیوں کر نہ رہے تر پانی ہو گیا تھک فنا صبر میں بھی کیسے پانی چلے عباس جو مشکیزہ میں بھر کر پانی پینے کا عباس نے جلو میں اٹھا کر پانی مانگتے تھے جو اہل بیت کے تھے پانی حشر سے پہلے سزا میں تھیں مگر پانی باپ بیٹے کو برادر کو برادر پانی آل احمد کو دیا تو نے نہ بڑھ کر پانی اور تر سائیں لیں ان کو دکھا کر پانی خاک پر گر کے جو مانگے علی اصغر پانی حضرت والیاس کو ہوتا نہ میسر پانی پھیرتا اپنے گلے پر ہے جو خنجر پانی

ہائے یوں پیاس میں مانگے علی اصغر پانی رن میں جب پہنچے نہ تا آل پیمبر پانی قحط پانی کا ہوا آل نبی پر ایسا بولی تقدیر پلاؤ گئے کسے کیسا کر شام کی تشنہ لبی یاد جو آئی اُسرقت و اسے تقدیر ہا خون کا دریا ان میں اشتیاب ہر گز نہی انار برست ہی دن میں العطش سب کی زباں پر تھا مارے نہ سکا آبرو خاک ہو دنیا میں تری نہ ذرات بچے رو رو کے کریں اپنا ہوا پانی ایک چشم نقش کف پامیں بھی تو آنسو بھر آئیں یہ بھی ہمراہ اگر آل نبی کے ہوتے مورچ سمجھو نہ اسے تشنہ لبی پر اپنی

یہ دعوایہ کی ہے میں نہ ہوں تشدد و دہش مجھ کو دیں ساتی کو تر لب کو تر پانی

نور وہ ظلمت۔

مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بغاوت کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ بغاوت نام ہے کسی با قاعدہ اور یا کو گورنمنٹ کے خلاف ناحق اٹھنے کا۔ یزید کی گورنمنٹ کسی قاعدہ سے یا قاعدہ اور یا کو گورنمنٹ بددینی

جذباتِ ولا

(جنابِ امین مارہروی مدظلہ)

نہ سینے داستانیں کر بلا کے غم گساروں کی
آبل آئی ہیں روتے روتے آنکھیں دنگاروں کی
دل جانیں گے دل سُن سُن کے آہیں بقیاروں کی
نہیں افک رواں دو چادریں ہیں آبشاروں کی
یہ شکلیں ہیں حسین ابنا علی کے سو گواروں کی
لڑائی میں ہوا کرتا ہے یہ انصاف مستحسن
مگر ایسا توازن کر بلا ہی میں نہ تھا قطعاً
اودھ رنست بہ شیطان سخی صف آرائی ہزاروں کی
ہوا کرتی ہے جس کا نام لیکر مل ہر اک شکل
کیا بستی کی قسمت نے لمبھی کا شرف حاصل
سود شام میں پھیلیں ضیائیں چاند تاروں کی
بہ دل مائل تھے صلح و آشتی پر سب بے پیغمبر
کدر ہورہا تھی سرزمینِ شام سرتاسر
کہ دیواریں تھیں حائل ہر طرف دل کے غباروں کی
در سبب نبی کی خاک اکسیر ہدایت سخی
عجب معجزنا شبیر کی نشان کرامت سخی
ہوئی سنہ کی بدولت فہم میں ان نامداروں کی
ام وقت کا فیض ہدایت سمٹا حراں مایا
مگر امداد کی بر سبقتی لے آیا اکو تھپکا یا
عجب سوتی ہوئی تقدیر سخی غفلت شماروں کی
آٹھائیں ہائے مظلوموں نے کیا کیا سختیاں بن میں
نمایاں تھا اندھیرا آہ ہر سو روز روشن میں
مگر رگاہیں بنی تھیں وہ پیادوں کی سواروں کی
نتیجہ کیا جو دو دن کے لئے دل شاد ہو جاتا
ہوا خواہ شہ دیں کس لئے برباد ہو جاتا
اسیران و فاعل جفا کے ظلم سہتے ہیں
انہیں گے واسطے الفاظِ قرآنی یہ کہتے ہیں
کفن کی ان کو پروا ہے نہ حاجت ہے مزاروں کی
روایات و رسوم کہنہ سے جو لوگ بدظن ہیں
حقیقت میں نگاہوں پر حقائق یہ مبراہن ہیں
و سبغ المشرقی ان میں نہیں کو تاہ دامن ہیں
محرم کی عزاداری میں ثنا خیز جہنم ہیں
غم سبب نبی بنیاد ہے ان یادگاروں کی

محرم ۶۱ھ کا واقعہ

شہادت حسین بقاؤ اسلام کا سبب
نوشتہ جناب مولانا سید فیض احمد صاحب عبقثاتی

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین
دن است حسین و دیہہ شاہ است حسین

سزا و دغا دوست و دوست ناپسند
حقاکہ بنائے لالہ است حسین

تباہ کر دیا سادات کے گھرانوں کو

نتیجہ فکر بلند جناب شبیہ زیدی صاحبہ حیدر آباد

لیکن جسم چلے چھوڑ کر مکانوں کو
فقط زبان مشیت کے ترجمانوں کو
یہ پاس آل محمد تھلے زبانوں کو
تباہ کر دیا سادات کے گھرانوں کو
سمند بھی تھکے نکلے ہوئے زبانوں کو
یہ سامنا تھا مصیبت کا خیمہ جانوں کو
غصے شمرنے زخمی کیا تھا کانوں کو
مڑھ چکھا دیا حیدر نے بد زبانوں کو
یہ حکم عام لکھا ہے سارے جانوں کو

چلے جو حضرت عباس نہر کی جانب
پسینہ موت کا آیا نگاہبانوں کو

شقی بچا نہ سکے تیغ شہ سے جانوں کو
پتھر ہے کنہ حقیقت کا راز دانوں کو
بیانہ سپ علمدارشہ نے قطرہ آب
عدوے آل نبی نے ستم کئے ایسے
وہ دھوپ اور وہ گرمی تھی وز عاشورہ
نہ آہ کرتے تھے قیدی نہ رونے پاتے تھے
گھر سیکھنے کے لینے تھے خیر لے لیتا
زبان کھڑے نکلا جوش کا کلمہ
گرم حسین کے بچے گرم چلوں تیز

ان چار مصرعوں میں واقعہ کر بلا کے تعلق کیا گیا نہیں ہے امام حسین علیہ السلام کی ولادت تکبر خلعت آدم سے لیکر نبی رسالت اب علیہ السلام سے وفات امام حسن علیہ السلام تک حضرت کا مدینہ سے مکہ تشریف بجانا وہاں بھی چین نہ پایا حرمت حرم خدا کے خیال سے عرب عراق رمانہ ہونا مخمور کا روکنا حرم سے ملاقات و رکوع ملاقات شب عاشور صبح عاشور و اسرار و انصار کا قتل ہونا خود درمہ شہادت پر فائز ہونا الجرم کی اسیری رہائی کیا کہیں ہے جو ان چار مصرعوں میں نہیں ہے بلکہ ایک بقاؤ اسلام مسلمانوں کی ترقی کا کنز سب کچھ ہے۔ حسین کی شہادت وہ کرشمہ ہے وہ حادثہ ہے وہ واقعہ ہے وہ سجزہ ہے کہ جس کا کوئی ایک مقصد معین نہیں کر سکتا مقصد حقیقی تو بقاؤ اسلام ہے مگر ذرا نظر دوڑائیے تو آپ کو کیا نظر آئے گا دنیا کے صبر پر نظر کیجئے تو حسین کا معیار صبر ہی جدا ہے مگر خوبی

یہ ہے کہ صبر حد نہایت کے اندر ہے اسلئے کہ اگر عداوت نہانی کے باہر کوئی صفت ہو تو وہ اتنی محدود نہیں جتنی کہ حدود انسانیت اور قوت انسانی کے اندر بکھر عام نہاںوں سے محدود کو بلند کرے۔

اسی لئے امام حسین علیہ السلام کے بعض اوقات مثلاً لاش حضرت علی اکبر وغیرہ پر رسنے کو اہل عقل عین صبر کہتے ہیں کیونکہ صبر کے معنی قناعت قلب نہیں بلکہ معائب پر ثبات قدم رہنا ہے بیجا بھائی کی لاش پر رونے عین منشاء فطرت اور تقاضا انسانیت ہے اگر کوئی اپنے بیٹے کی جوان مری پر نہیں روتا تو دنیا اسے قسوی القلب

کے نام سے یاد کرتی ہے۔ شجاعت کا تو ذکر ہی کیا، بیٹا دی قدم بقدم ہو جو باپ کے کے مصداق حبیب امیر المؤمنین علیہ السلام نے سوائے تلوار کے کوئی

کے نام سے یاد کرتی ہے۔ شجاعت کا تو ذکر ہی کیا، بیٹا دی قدم بقدم ہو جو باپ کے کے مصداق حبیب امیر المؤمنین علیہ السلام نے سوائے تلوار کے کوئی

حرب نہیں ستمعال فرمایا اسی طرح امام حسین علیہ السلام نے بھی صرحت
تواریہ سے جنگ کی آجکل جبکہ شجاعت کا معیار ہی پست تر ہو گیا
ہے بندوق توپ گیس شجاع موت ایجاد ہو چکے ہیں ذرا مشکل
سے اسوقت کا معیار سمجھیں آئیگا تیریزہ وغیرہ سے جنگ غلات
شجاعت نہیں لیکن تلوار کی جنگ میں یہ خاص بات ہے کہ حریف
کو ابھی طرح دل کے حوصلے نکالنے کا موقع ملتا ہے نیزہ اور تیر میں
یہ بات نہیں تلوار سے دل کی قوت ہاتھ کی طاقت اور بہادری
کے جو ہر تھلکتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی شجاعت جنہوں نے
تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اپنا کتاب کی طرح ردشن ہے
ہزاروں بلکہ لاکھوں کے نرغہ میں جو سب کے سب خون کے
پیا سے ہوں صرحت یہی کیا کم کمال ہے کہ ہر قاتل کی لاش پر خود
بنفس نفیس شریف سے جاتے تھے اور اکثر کی لاشوں پر دیر تک
رودیا کے مرثیہ پڑھا اصحاب موجود تھے مگر خود جانا اور لاش
اٹھا کر لانا ضروری تھا تین دن کی پیاس میں جھوٹے سے لشکر
کے ہمراہ لاکھوں سے لڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے امام علیہ السلام
کے قدر شجاع تھے اور فنون حرب کے ماہر جھکے ہماں کے لئے کم از کم
میرے پاس تو الفاظ نہیں کہ میں شان امام علیہ السلام کی شان کے
مطابق اسکو بیان کر سکوں۔

مظلومیت آہ یہ کیسا لفظ میرے قلم سے نکل گیا جو میرے خیال
میں امام علیہ السلام کے نام کے مترادف ہے مظلومیت کے معنی
حسین اور حسین کے معنی مظلومیت اسکے سوا میں اور کیا کہہ سکتا ہوں
گو یا مظلومیت تو آپ پر ختم ہو گئی سنا ہے کہ اقبال مرحوم کا مقولہ
تھا کہ نہ دنیا میں حسین ایسا کوئی منظم گذرانے قاتلان حسین کے
ایسے ظالم۔ واقعی یہ مقولہ نہیں بلکہ جو ہر پاسے سے بھی زیادہ ہے
بلکہ ہر صاحب انصاف کے دل کی بات ہے ہی مظلومیت کا
اثر ہے کہ آج تک ہم تو ہم انصاف بھی خون کے آسو ہا ہے ہیں ہم نے
تو یہ کہیں نہیں دیکھا کہ دشمن بھی یہ کہے کہ حسین تھے تو یقیناً مظلوم
لیکن انہر دنا عزاداری معاذ اللہ ناجائز ہے وہ دشمن جو ردے
کو امام پر بیغ کرتا ہے لیکن مظلومیت کا وہ بھی قائل ہے۔

حلم اور انبار کو تو گویا امام علیہ السلام کی طبیعت ثانیہ کہنا چاہیے
وہ جو کہ جو گھیر کر بلا میں لایا جب عفو و تقصیر کے لئے سامنے آیا اور
قدم بوس ہو تو گویا کہ اسکی کوئی خطا ہی نہ تھی اسی طرح شہادت
کے بعد آپ روتے ہیں اور مرغیر پڑھتے ہیں عرب کا سالک کہ جس
بدلہ لینے کے لئے اور بات بات پر ہتھیار پست تک جھگڑا کرتی
نھی سوائے فائنان رسالت کے ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

شب عاشور سی کوی رات جہن نام کو اپنے اصحاب سے
یہ کہنا چاہیے تھا کہ کل تمہارے امتحان کا دن ہے جو میرا ساتھ
دیگا وہ نائز المرام ہو گا خوشنودی خدا و رسول دائرہ کا مالک ہو گا
جنت ہائے گامیری ماں فاطمہ زہرا تم سے خوش ہو گئی تم سب میرا
ساتھ دو اور رحم رسول خدا کی حفاظت کرو میں تمہارا امام ہوں
تمہاری حفاظت و اطاعت واجب ہے مگر آپ بجائے اس طرح
کے کلمات کے یہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص کو میں نے اجازت
دی کہ اس پر دھتھب میں جد ہر چاہے چلا جائے کیونکہ یہ لوگ
صرن میرے خواہشمند ہیں جب مجھے پاجا بیٹے تو پھر دوسرے
سے تعرض نہ کریں گے اب اور اس سے بڑا حکم علم و ابشار
کیا ہو گا۔

آخر میں یہ ضرور کہو گنا کہ وقت اور ضرورت اور زمانہ وہ ہے
کہ تمام شیعوں کو اسوقت حقیقی پیروی امام حسین علیہ السلام
کی کرنا چاہیے میں خود اپنے کو اس سے مستثنیٰ نہیں قرار دیتا بلکہ
ہر ایک کو اور مجھ کو بھی یہ فرض سمجھ لیتا چاہیے کہ دنیا مثال زندگانی
کی بلکہ اور اسوقت ہمارا یہ لازمی اصول ہونا چاہیے کہ حسینی
سبق پر عمل پیر ہوں یہ میں نہ بتا سکتا ہوں اور نہ بتانے کی
ضرورت ہے کہ وہ کیا ہے ہر شیعوں کو جانتا ہے اور دینی
راہبر اب بھی نہ جاننے والوں کو بتانے کے لئے موجود ہیں
عمل ہمارا کام ہے باقی خدا کے ہاتھ ہے شیعوں اگر درس
حسینی پر عمل کریں کامل طور سے تو وہ پھر سے اپنا کھویا ہوا
اقتدار حاصل کر سکتے ہیں۔ شہادت حسین نے اسلام کو زندہ
کر دیا اب حسین کی پیروی ہی صرحت ہماری فلاح کا باعث ہے

کیا اپنے بچوں کی تعلیم و شادی کو واسطے
روپیہ کا انتظام کر لیا ہے

۱۸۱۶ء کی قائم شدہ اپنے ملک کی بہت بڑی کمپنی
جمہوریہ (جمہوریہ) بیہ کمپنی آپ کی
خدمتوں کو رفع کر سکتی ہے اسکی سالانہ آمدنی ۵۵ لاکھ
روپیہ سے زائد ہے منافعوں کی گارنٹی اپنا بیج لوگوں کی پرورش
پر بیم کا نرخ بہت کم اور سب سے زائد بونس وغیرہ سہولتیں ہیں

بلی میو چال لائف انشورنس سوسائٹی لمیٹڈ
قیصر باغ - لکھنؤ

امیر تیموکا خواب بہادر شاہ ظفر

جوابیت سے محبت کرے وہ مسلمان ہیں

(نوشتہ عالیجناب نے اپنے اس سیر فخر حسین صاحب غلام منصور لکھنؤ)

پرنسپال صاحب (پرنسپل) لکھتے ہیں اور مندرجہ واقعہ ہے کہ امیر تیمور پہلے قزاقی کرتے تھے اور شاہ بلخ و بخارا تھے۔ اتفاقاً ۷۳۳ ہجری قمریہ کو قید ترکمان سے نجات دی۔ شاہ نے عتاب کیا۔ اس نے مقابلہ کیا تیمور غالب آئے۔ قید سے نجات پونہجی خواب میں جناب رسول خدا کو دیکھا کہ ۷۳۳ ہجری قمریہ فرما رہے ہیں چنانچہ بنی ظالم کو قید سے نجات دلانے کی وجہ سے تیمور کی نسل سے سلطنت سے ۷۳۳ ہجری قمریہ پر رختہ رختہ حکمران رہے۔ جیسا کہ ذیل سے ظاہر ہے۔

امیر تیمور

(۲) میران شاہ	(۱۰) شاہ جہاں	(۱۸) محمد شاہ
(۳) سلطان محمد مرزا	(۱۱) اورنگ زیب	(۱۹) احمد شاہ
(۴) سلطان ابوسعید	(۱۲) اعظم شاہ	(۲۰) عالمگیر ثانی
(۵) محمد شجاع مرزا	(۱۳) شاہ عالم	(۲۱) علی گور شاہ عالم
(۶) ظہیر الدین محمد بابر	(۱۴) شہر الدین جہاندار شاہ	(۲۲) معین الدین محمد اکبر شاہ
(۷) ہمایوں	(۱۵) فرخ سیر	(۲۳) بہادر شاہ ظفر
(۸) اکبر	(۱۶) ابوالبرکات غسٹ الدین	
(۹) جہانگیر	(۱۷) رفیع الدولہ پرنسپل الشان	

اسی صورت سے ایک اور دوسرا تاریخی خواب امیر سیکین کا مشہور ہے جو اس نے ہرنی کے بچے کو جس کو وہ پکڑ چکا تھا جب اس کی ماں کو بیتاب اشک پریم دیکھا آزاد کر دیا تھا اور جس کے صلہ میں حضرت رسول نے خواب میں اس کو سلطنت کی بشارت دی تھی غزنی کے تخت پر بادشاہ ہو کر بیٹھا تھا۔ فی الواقع خدا ترسی اہمیت رسول سے محبت عجیب چیز ہے

ان کے توسل سے جب دعا سچے دل سے مانگی قبول ہوئی۔ ایک مرتبہ دہلی کے چلغ کی آخری روشنی ابوالغفر مسراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر تخت علیل ہوئے مرزا حیدر فکوحہ پورے مرزا سلیمان شکوہ بہادر نے دعا مانگی اور منت مانی کہ بہادر شاہ اگر اچھے ہو گئے تو حضرت عباس کی درگاہ پر علم چڑھاؤں گا۔ صحت ہو گئی ذوق مرحوم نے جشن صحت بادشاہ میں قصیدہ نظم کر کے پیش کیا غلٹ ملا۔ اس وقت لکھنؤ میں ماحب علی شاہ کی حکومت تھی دہلی سے مرزا حیدر فکوحہ علم لے کر آئے ارکان شاہی اور خود واجد علی شاہ نے مشایعت کی اور جناب سلطان العلماء اعلیٰ الشہر مقام کے ہاتھ

سے علم درگاہ پر چڑھایا گیا۔ بہادر شاہ نے ایک عرصہ بھی اپنا مہری بنا سلطان العلماء کو بھیجا جس میں انھوں نے ان سے واضح کیا تھا کہ انھوں نے مذہب اثنا عشری اختیار کر لیا ہے۔ یہ خبر کسی نہ کسی طرح سے دہلی پہنچ گئی لوگوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا تو بہادر شاہ نے یہ معلوم وقت کس دیا کہ میں نے صرف اس مضمون سے ایک فرمان مجتہد کے نام بھیجا ہے کہ جو اہلیت سے محبت نہ کرے وہ مسلمان نہیں لوگوں نے نہانا ایٹ انڈیا کمپنی کے ایجنٹ کی معرفت اس فرمان کی نقل لکھنؤ سے منگوائی گئی اور اس میں وہی تھا جن سے یہ معلوم وقت شاہ نے اٹھا کر دیا تھا۔ بہادر شاہ عالم بھی تھے اور شاہ بھی غالب۔ ذوق معزبان خاص سے تھے۔ محرم کرتے تھے۔ سبزی باس زیب تن ہوتا تھا۔ فیر بننے لگے۔ ساقوں کو قلمہ میں مہدی اٹھتی تھی۔ تاریخ کو کہا روئے کی لنگی باندھتے اور کانڈے پر شک کو کر معصوموں کو شربت پلاتے تھے۔ روز عاشورہ موتی مسجد میں نماز عاشورہ ادا ہوتی تھی اور فرماتے تھے

میرا حامی ہے پیشوا ہے علی میرے ہر درد کی دوا ہے علی
مشتہد کے غدر نے مجھ کو دیا۔ ورنہ دہلی کی طرف سے راجہ رام موہن رائے
بجائیت میسر اور اودھ کی طرف سے مولوی سچ الدین رواد لندن برائے واپسی
سلطنت اودھ و دہلی جا چکے تھے۔ بہادر شاہ کو قید فرنگ کی سختی۔ جلا وطنی سب کچھ برداشت کرنا پڑی۔ گوروں کی حساست میں رنگون بھیجے گئے۔ رائل روڈ ایک وینزئلہ بلنگھ میں قیام رہا۔ گورنمنٹ سے چھ سو ماہوار جملتا تھا اسی پر قناعت کی۔ یہ شعر انھیں کے ہیں

ہیں در دولت سے ہوتے بہرہ و شاہ و گلا پھر بھلا اس در کے ہوتے کس سے کیجے التجا
آپ تمھیں یاد تمھیں پر نظر ہے آپ کا آئیے اب تو مدد کے واسطے بہر حدا
ما سہوت ابن علی بندہ بہت لاچار ہے

مشتعل کو نین ہی دکھ اپنے لفظ کو محتاج نہ کر حیدر کر کسی کا
دہلی کی سلطنت کا چلغ تو پہلے ہی سے بھللا رہا تھا اور خاندان غلیہ کی سلطنت
کی جان جسک سسک کر دم توڑ رہی تھی۔ دہلی کا آخری چلغ جو دہلی کے تخت پر
۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۵ مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۳۹ء میں بڑی جاہ و شرف کے ساتھ
شکون ہوا تھا انرومیر شہید عالمہ فاجحہ ۱۲ مبتلا ہو کر ۹۹ برس کے سن میں ۲۹ برس
سلطنت کے بعد ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور اس طرح سے تیمور کے خواب کی تعبیر
پوری ہو گئی۔ اداہ تاریخ

نما داد ہاتھ بہر سائل بہادر شاہ از دنیا برفت آہ
اب سچے دل سے ہر شخص کو اہمیت سے محبت کرنا چاہئے اور دشمنی میں ان کی
جبر طرے سے کہ ایک دینی مسلوک سے ۲۳ ہجری قمریہ دہلی میں بیٹھے اور سیکین کو غزنی کی سلطنت
لی کیس ہیضہ کے لئے دنیا و آخرت کا عذاب نہ ہو باوے۔

آج جو عرصہ نہ سیکین نہ بہادر شاہ ظفر۔ زمانہ گز گیا نظام بھی مر گئے اور نیک لوگ
بھی لیکن اچھوں کا نام ان کی نیکی۔ رحمتی۔ سخاوت زمانہ کو یاد ضرور آتی ہے قاعدہ
یا الوالعبار۔

اخبار واقعہ کربلا

(نوشتہ عالیجناب لوی مرزا احمد علی صاحب غلام قسری لاہور)

واقعہ کربلا دنیا کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس سے ہر تم کے سین ملتے ہیں۔ سیاست کا اعلیٰ سبق اس میں ہے۔ ہر تم کے اخلاق حسنہ کے اسباق اس میں ملتے ہیں۔ عالمگیر امن کے

قیام کا درس ہی واقعہ دیتا ہے ظلم و استبداد کی مخالفت اس سبق آموز واقعہ میں ملتی ہے۔ رحم و کرم اس سے مستخرج ہوتے ہیں تعلیم کا سبق یہ واقعہ پڑھاتا ہے۔ اتفاق، اتحاد کی برکت یہ بتلاتا ہے حق و صداقت کی مجسم ہدایت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ حریت و سرفروشی اس سے یکسو کئے ہیں۔ علم و جبل کا فرق اس سے صاف نظر آتا ہے۔ حق و باطل کا امتیاز اس حادثہ سے ہوتا ہے۔ قوی ترنی کے اسباب یہاں سے معلوم ہوتے ہیں۔ مذہب کی اہمیت اس میں صاف نظر آتی ہے۔ عرض بین و دنیا کی بستی کی کوئی چیز نہیں جس کا سبق اس واقعہ عظیم سے نہ ملتا ہو۔ ایک چیز جو آج سیرے ذہن میں آتی ہے۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ اخبار ہے۔ ہمیں آج کی صحبت میں یہ دیکھنا ہے کہ آیا اخبار کے متعلق بھی یہ واقعہ کچھ کھلاتا ہے۔ میں یہ عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ اس واقعہ کے تمام تعلقات صحیح اخبار ہیں۔ اور اخبار کی اہمیت پرست زیادہ دشمنی ڈالتے ہیں۔ اصل واقعہ صرف غلطو ما نہ شہادت ہے۔ اس کے مابقی مابعد کے

واقعات اور آج تک کے چرچ محض اخبار و تنہیر ہیں یعنی مابقی کے واقعات بھی اسی لئے کئے گئے کہ بڑے بڑے استاد و ادا امام علیہ السلام کی مظلومی کی تشہیر ہو کہ اس زمانہ میں نہ ڈاک تھی نہ تار۔ نہ ٹیلیفون نہ اخبار تھے نہ ریڈیو۔ اس لئے اس زمانہ کے لحاظ سے تشہیر کی یہی صورتیں تھیں جو حضرت امام روحی لد الفداد نے کھلائیں۔ طلبی بیعت کے واقعات کی تشہیر پہلے مدینہ میں کی۔ اس شہرت کو اہل مدینہ کے لوگوں میں پھیلانے کے لئے رات کے وقت متعلقین کے ساتھ

سلام

(از جناب سید محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی اعلیٰ الشرف مقام)

اشکِ غم زینتِ وہ اہل نظر کیونکر نہ ہو
گوشِ حورانِ بہشتی میں گھر کیونکر نہ ہو
بابِ شہرِ علم کی آمد ہے بیتِ اشتر میں
کیوں نہ ہو دیوار میں کعبہ کی در کیونکر نہ ہو
اُمّ لیلیٰ جانتی تھیں صبحِ عاشورہ کا حال
چہرہ اکبر پہ حسرت سے نظر کیونکر نہ ہو
بہ گیا تجھ پر رسول اللہ کے دل کا لہو
اسے زمین کربلا تو با اثر کیونکر نہ ہو
خونِ برسا دیں فلک سے جو سافر تشنہ لب
ایسے مظلوموں پہ کوئی نوحہ گر کیونکر نہ ہو
دوپہر میں فاطمہ کا سب بھرا گھر لٹ گیا
میرے آگے یہ جہاں اک ہگذر کیونکر نہ ہو
ابنِ خیمبر گیر نکلا آستیں اُٹے ہوئے
لشکرِ اعدا دیں زیر و زبر کیونکر نہ ہو
روئے خونِ بازو سے جس پر فلک چالیس دن
نوحہ خواں اُس پر عزیزِ نوحہ گر کیونکر نہ ہو

کوچ کیا۔ اس واقعہ کے نکلنے سے مدینہ میں چرچے ہوئے جس اہ سے کہ منظرِ تشہیر لیکے وہاں جو چرچے ہوتے رہے۔ مکہ منظم پہنچے۔ یہاں واقعات مشہور ہوئے کہ منظر کے طولانی قیام میں لوگوں کی زبانوں پر یہی باتیں ہونگی۔ اور پھر مدین اس وقت جبکہ حج میں ۲۰ ہی دن باقی تھے اور قافلے حج کیلئے آ رہے تھے حضرت کا احرام حج کو احرام عمرہ سے بدل کر عمرہ کے لئے کر کے عراق کی راہ لینا ایک ہیجان تھا جس نے حضرت کے واقعات کو کونے کونے اور گوشے گوشے میں پہنچا دیا ہوگا۔ مکہ سے کربلا تک حضرت کی اس حالت سے ادیب پائی کی تشہیر ہوئی کربلا میں ۲۰-۱۰ محرم تک پہنچنے واقعات ہوئے۔ فوجِ یزید نے سب کو دکھا اور اگرچہ نہیں حکم حکم سے سترائی کی مجال نہ دیتا ہو لیکن وہ خود ان واقعات کی تشہیر کے باعث لڑے۔ بد شہادت الا قتلِ اُحسین بکرملا۔ ذبیح اُحسین بکرملا کی صدائے دردناک شہادت کی سنائی کر رہی تھی۔ اسی طرح جس طرح آج کل کے حکومتمیں ریڈیو کے ذریعہ اہم خبریں نہ لکھتی ہیں۔ قدرت نے قدسی ریڈیو کے ذریعے یہ خبر اہل عالم کو بتلائی۔ جن کے فوجوں نے اس خبر کو اور پھیلا دیا۔ اہمیت کی اسیری بھی اعلان شہادت کا سبب بنی اور پھر سے یہ واقعہ گزرتا گیا یہ بڑا عظیم ادا امام حسین علیہ السلام کی مظلومی کا اعلان ہوا یا اقدس سڑوں اور گئے ہوئے قافلے کا غمناک جلوس شہادت کی خبر کو پھیلانے اور لوگوں میں ہیجان پیدا کرنے کیلئے بے نظیر آئے تھا۔ دشمن میں داخلہ شہر کی سجاوٹ، مبارک زینیں اور بیٹے حدود بھرے دربار میں مہذبہ مغلطی کی اہل باغیالی باتیں! امام سجاد علیہ السلام کی تقریریں وہ کام کر رہی تھیں جو لکھنوی اخبار میں سے نہیں ہو سکتا۔ رہائی کے نقصان میں اہمیت کی مجلس پھر وہاں ہی مدینہ کے واقعات قریش نے نہ بھجوا دیں بلکہ اسے استقبال کا درناک نظارہ جو وہاں کثرتِ سلام و تشریف کا مہذبہ جہاں مالا قابلینا۔ مہذبہ محاربات والصلوات حینا کا وقت اور نوحہ ریب باتیں تشہیر شہادت

کیلئے تھیں مگر یادہ کام جو آج کل اخباروں، تقریروں اور مظاہروں سے ہوتے ہیں۔ مابقی واقعات کئے اور بہت ہی موثر انداز میں کئے۔ اب ہتھام مجمل اللہ کہتے ہوئے دین کو بچاتے ہوئے جو کچھ واقعہ کربلا میں ہوا اسے اخبار کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اگر اس زمانہ میں اہمیت کو آج کی جوتی آدرا کا اخبار ہوتا تو اغلب ہے کہ اسے اعلانِ تشہیر شہادت کیلئے ضرورتاً استعمال کیا جاتا۔ مونیوں کو اور اخبار نویسوں کا اس واقعہ سے پہنچنا ہے کہ اعلانِ شہادت بہت ضروری شے ہے۔

ذریعہ سمجھیں۔ اگر اعلان داشتہ شدہ نہ ہوتا تو شہادت کربلا کی ریت میں گم ہو جاتی۔ اس طرح اگر قوم کا طاقتور اخبار نہیں تو قوم فنا ہو جائے گی۔

اسی سے جتنا اثر شہادت ہوا اور چھ شہادت کے اعلان میں کمزور تھا۔ زور باطل کو داخل نہیں دیا گیا اس لئے اعلان کو چاہیے کہ ہمیشہ حق و صداقت کو مد نظر رکھے اور اس کو پھیلانے کے لئے ہر جائز وسیلہ اختیار کرے اور مومنین اخبار کو اپنے وجود کے باقی رہنے کا

مومن کی تعریف

بقلم فکر مند جناب مزار رضا حسین صاحب ہمدانی (ازبشار)

جس پہ ہوتا ہو، فغان و آو بیکس کا اثر
جس کے دل میں جذبہ ہمدردی نوع بشر
جو مشرن جس کی رگ پے میں ہو خون زندگی
رشتہ گہلائے ارم جس کے لئے زخم جگر
خاک مقتل، غارہ رخسار، جس کے واسطے
جس کا زیور، خنجر و شمشیر و پیکان و تبر
موت، جتن کے واسطے، باز بچہ اطفال ہوا
مشکلوں کے واسطے ہر وقت جو سینہ سپر
سایہ شمشیر ہو، جس کو مشہدِ نشاط
جس کی ہمت قتل کو جانتی ہو اپنا گھر
جو حسین علی کی طرح بے خوف و ہراس
مسکرا کر سجدہ حق میں کٹا دے اپنا سر
کشت دین مصطفیٰ کی آبیاری کے لئے
مثل عباس جری، دیدے جو خون چشم تر
جو بہادری مثل اکبر، نوجوانی کا لہو
اور آتی بے نیل بیداد کی لکھو دے جگر
جس کے بچے، قاسم و عون و محمد کی طرح
لشکر باطل میں جا کو دیں مثال شیر نر
نئے اصغر کی طرح، تپتے ہوئے میدان میں
قیر سے زخمی ہو، پیاسا جس کا شہاہیر
حضرت سجاد کی مانند دیں کے واسطے
قید اعدا میں، مقید جو رہے شام و دھر
جو حبیب ابن مظاہر بن کے درہنگام شب
تیرا پناہ سے دوبارہ کفر کا کردے جگر
سائے میں تیغوں کے ہو جس کی ناز و کایام
ذکر میں جس کے ہو لفظ "مُ بَاذَنی" کا اثر
جس کے ترکش میں رہے موجود پیکانِ عمل
ہاتھ میں جس سے ہو دائم قبضہ تیغ دوسر
جو شکوہ قیصر و کسری سے ڈر سکتا نہ ہو
جو قضا کے جائس نشتر سے مر سکتا نہ ہو

بانی مجلس

بقلم فکر مند جناب نجم آفندی اکبر آبادی مظلمہ از حیدر آباد دکن

بانی مجلس خدا تجھ کو جزائے خیر دے
خیر کی توفیق بے حد یہ بنائے خیر دے
ہو ترا ذوقِ عمل تقلید انصار حسین
دل قوی جذبہ سلامت لے عزادار حسین
بھض کی رفتار میں حُر کے ارادہ کی روش
خون میں عزمِ حبیب ابن مظاہر کی دوش
اُسوہ شبیر کے سایہ میں دم لینا نصیب
دوش پر ملت کی عظمت کا علم لینا نصیب
پھول سے ہلکا رہے رخت گرا نیا ر حیات
کھول دے راز شہادت تجھ پہ اسرار حیات
سلم ابن عوسجہ کا حوصلہ ہو راہ پر
باندھے شالِ عزائے اپنی ہمت کی کمر
دروقت بھی رہے شامل متاعِ ہوش میں
پرورش پا کر غنیم شبیر کی آغوش میں
جس قدر سرور ہے مجلس میں حصہ بانٹ کر
ہو یونہیں خوش قوم سے عیدِ فلک چھانٹ کر
کام کرنا کام کی خاطر ترا دستور ہو
نام کی خواہش تری نیت سے کوسوں دُور ہو
خانہاں پر رکھ تو دینِ آشیائے کی بنا
تیرے ہاتھوں سے پڑے قومی زمانے کی بنا
قبضہ ترکِ فلک سے چھین لیں تلوار ہاتھ
اس قدر سن بل کریں پیدا یہ ماتم دار ہاتھ
چیر کریں دل کو نکلے نعرہ یا لیتنی
کاشفی سے جس طرح شیشہ کو میر کی کنی
زندگی کی رو نخل کر دے اجل کو گھر کے
مسکرائیں اشک غم طوفان کا منہ پھیر کے
ایک ل ہو جائیں سب کی عابس کی طرح
مجھ کرے سب کو اک مرکز پہ مجلس کی طرح
تجھ کو انعام زیارت ہمت پر واز دے
سرد قد اٹھ کر غبار کر بلا آواز دے

امتحان گاہ کربلا کی نوعیت

نوٹ: راجناب مولانا علی حسین صاحب قلم حسین آبادی بہاری پروفیسر مقولات جامعہ سلطان الملائک

جان صداقت پر دے صدق ہے فطرت تری

زلیت کی پروانہ کر زلیت ہے دام فنا

ابا آدم جنت سے نکالے گئے۔ اس میں گونا گون مصلحتیں طرح طرح کے راز تھے۔ شیطان کی نگاہ میں خاکی پتلا لائن عظیم و بکریم نہ تھا۔ سجدہ کا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے پر مردود بارگاہ سبحانی بنا۔ ناری مخلوق نوری مخلوق پر حسد کرنے لگا۔ ناصح مشفق بن کر آدم کو ہکایا۔ شجرہ ممنوعہ سے گندم تناول فرما کر بظاہر جنت سے علیحدہ کئے گئے۔ باطن میں خلیفہ اللہ بن کر غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے لئے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنانے کے لئے بقول مشہور استغاثہ کوہ سرانہ پ پر اُتارے گئے۔ خدا کی جدائی میں جنت کے فراق میں راحت لہلال الہی سے لہجہ ہو کر روئے اور غروب روئے دریا بہا دئے۔ ذرا کوئی آدم سے پوچھتا کہ آپ پر کیا مصیبت نازل ہوئی آپ کو کیا تکلیف پہنچی کس نے آپ کو ستایا۔ تو شاید جواب میں فرماتے کہ وطن سے نکالے گئے۔ روحانی صدمہ میں مبتلا کئے گئے۔ شیطان دشمن نوح انسان نے زحمت میں مبتلا کیا۔ نوح بھی اختیار کی کسوٹی پر کسے گئے امتحان گاہ میں لائے گئے۔ طرح طرح کی بلاؤں میں مختلف مصائب میں مبتلا کئے گئے، روئے اس قدر روئے کہ آخر میں نوحہ دہین کی کثرت سے نوح کا لقب پا گئے یہ کافروں کے ستائے ہوئے تھے مشرکوں کے مظالم کے تختہ مستقیم بنے۔ ایمان لانے والے بہت تھوڑے تھے بد خادما آمن معہ الاقلیل۔ بہت تحلیل تھے۔ ان کی قدرت و قوت سے نوح نہ شکر کفار سے بچ سکتے تھے نہ ان کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے تھے۔ ابراہیم غرود کے مظالم کا شکار بنے۔ ان کو بت پرستوں نے جی بھر کے ستایا۔ آگ میں ڈالا۔ قدرت نے عالم عناصر میں کیفیت کون و فساد پیدا کر دی۔ نازک گلزار بنایا۔ موسیٰ نے تکلیفیں اٹھائیں فرعون کے ڈر سے ہجرت کی مشقت سفر وداشت کی۔ لیکن ایمان لانے والوں نے انہیں میدان آزمائش میں نہیں گھر کیا ان کے سچے پیروں نے انہیں اذیت نہیں دی۔ عیسیٰ کو یہودوں نے ستایا۔ دار پر چڑھایا۔ حواریوں نے بلاؤں میں مصیبتوں میں ان کو گرفتار نہیں کیا۔ لیکن محمد وآل محمد کی امتحان گاہ سب انبیاء کے آزمائش گاہ سے نزاری افوٹھی تھی ان حضرات کے امتحانات نہایت درجہ خدہ تھے۔ رسالتاب نے بڑے بڑے مصائب اٹھائے چھروں سے ڈھیلوں سے اذیت دئے گئے۔ جنوٹ انحواس دیوانہ کئے گئے گھر سے نکالے گئے حرم خدا گمبہ سے جدا کئے گئے۔ ہجرت کی مشقتیں برداشت کرنی پڑیں۔ سب سے بڑی مصیبت خاتم المرسلین کو جو پہنچی وہ ان اہل نفاق صحابہ سے پہنچی جو دن رات صحبت کے بیٹھے دائے تھے۔ اور

ہر وقت فکریں لگے رہتے تھے کہ خدا کے رسول کو ہلاک کر دیں یہ مارا ستین تھے بظنی گونے بنے ہوئے تھے۔ خدا نے ان کے سفر سے نبی کو محفوظ رکھا کفار سے جنگ کا سلسلہ بعد ہجرت شروع ہوا۔ اعزاء انصار مہاجرین نے مدد کی۔ جنگ احد میں حضرت زخمی ہوئے۔ دندان مبارک شہید کئے گئے بہائے نازک پر ضرب لگی۔ تکلیف کی کچھ انتہا نہ رہی۔ صحابہ کے فرار سے روحانی تکلیفیں اٹھائیں۔ زخم تیغ سے جسمانی اذیت برداشت کی۔ اسلام کی ترویج میں سب تکلیفیں راحت بن گئیں سب اذیتیں خوشگوار ہو گئیں۔ بصالح شہادت پر فائز نہ ہو سکے۔ اس لئے قدرت نے آنحضرت کے دونوں دوسوں کو آنحضرت کا قائم مقام بنایا۔ ان دونوں کا گوشت دپوسٹ رسول کا گوشت پوسٹ تھا ان کا خون رسالتاب کا خون تھا۔ ان کی پردوش لعاب دہن رسالتاب سے ان کی تربیت آخوش رسالتاب میں ہوئی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک زہر دغا سے شہید ہوا دوسرا زمین کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا گیا۔ کربلا میں ظاہرین نگاہوں میں حسین مظلوم کا خون بہایا گیا۔ حسین بیکس کو تیر و نیزے سے زخمی کیا گیا۔ باطن میں رسالتاب کا بھگاہ مصائب بنے اور حضرت ہی کا خون ناحق جلتی ریتی پر نہوا کے بہایا گیا تیروں کا میخ تلواروں کے وار رسالتاب پر ہوتے رہے کم سے کم تیس ہزار کا مجمع اہل کوفہ دشنام کا حسین کے قتل کا بیڑا اٹھا کر زمین غاصریہ پر مجتمع ہوا تھا۔ لیکن ان میں بجز حمران بن یزید ریاحی کے کوئی دوسرا عارف نہ نکلا۔ درنہ بنی حاشر شافع محشر کی اولاد کا ساتھ ضرور دیتا۔ حرد درخ سے آزاد ہوئے۔ حسینی لشکر سے آئے۔ سعادت دارین حاصل کی امتحان گاہ کربلا کی نوعیت تمام انبیاء و اوصیاء کے امتحان کا دست اپنی خصوصیتوں کے باعث بالکل جدا ہے ہر جگہ غیر مذہب دائے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن کربلا میں کوفہ و شام کے مسلمان نظر آ رہے ہیں۔ انہیں نے حسین پر چڑھائی کی پانی بند کر دیا۔ راہ چارہ و نمبیر بند کی۔ محصور کیا۔ قید کیا۔ دوپہر میں گھر بھر کا خاتمہ کر دیا۔ بچپن کا نام مٹا دیا۔ خون حسین کے وزن نے اُمت گنہگار کے گناہوں کے پلے کو اتنا سبک کیا کہ وہ سب کے سب جنتی ہو گئے حسین کا خون ناحق اتنا وزنی کیوں بنا۔ انبیاء و اہل بیت کا خون بھی تو اتنا وزنی نہ تھا۔ صرف اس لئے اس کا وزن بڑھ گیا کہ اس خون میں رسالتاب کے خون کے ذرے ملے ہوئے تھے۔ نانا کا کلمہ پڑھنے والوں کو قتل کرتے وقت تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ یہ تم کس کو تیر و نیزہ لگا رہے ہو۔ کس کو تیغ آبدار کا جوہر دکھا رہے ہو اسے غافلویہ تمہارے نبی کا نواسہ ہے تمہارے دلی علی کا بیٹا ہے۔ فاطمہ زہرا کا بخت جگر ہے۔ اسے نام کے مسلمانوں اس جسد پاک میں رگ نازک میں اعضا و جوارح میں رسالتاب کا خون طاہر و مطہر دوڑ رہا ہے گردش کر رہا ہے حسین کی حیات رسول کی حیات ہے۔ حسین کی شہادت رسول کی شہادت حسین کی موت رسول کی موت ہے کوفے والو درندے تم سے ہتر۔ شام والو بھیڑے تم سے ہٹل دبر تیریں تاریخ کی درق گردانی کرو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ دندہ سے حیوانات تھے انبیاء و اوصیاء کی قدر کرتے رہے ہیں حفاظت کیا کیلئے

لیکن تم لوگوں نے ایک نبی زادے کو ایک غریب الوطن یکس کو نیز سے لگا لگا کے تلوار میں مار مار کے کندہ خور سے پیا سا ذبح کر ڈالا جو انیت تمہاری حرکتوں پر انگشت بدنداں ہے بہیمیت تمہارے ناشائستہ افعال پر ذمہ کٹا

کو ذمہ والو تم نے غور نہیں کیا شام حالو تم نے فکر نہیں کی کہ عاشورہ کے دن جن بزرگ ہستیوں کی گردنیں تم سے تیغ کر رہے ہو یہ لوگ تمہارے نبی کی عزت تمہارے رسول کے اہمیت ہیں۔ بعض صحابہ رسول ہیں بعض ناصر و مددگار ہیں سب کلمہ گو ہیں۔ نازی ہیں۔ پیشانیوں پر ان کے سجدے کے نشانات ماہ تاباں بدر درخشاں کی طرح چمک دکھا رہے ہیں اذان کی آوازیں تلاوت قرآن و اوراد و وظائف کی پروردگاریاں جن کو شب بھران بیسافروں نے درگاہ رب بے نیاز میں بلند کیں سن چکے۔ سب اپنے نام و نسب سے آگاہ کر چکے حسین کا نسب نامہ اسلام کی تاریخ کا پہلا ورق ہے پھر یہ عداوت کیسی یہ دشمنی کا مظاہرہ کیسا۔ ایمانی بھائیو۔ اسلامی برادری و مسلمانوں کا خون بہا ناقص و غارت کرنا کس قاعدہ سے کس قانون شریعت سے تم جائز سمجھ رہے ہو۔ ذرا خدا سے ڈرو نبی کی وصیت پڑھو۔ کیا تم کو یقین ہے کہ حسین و رفقا حسین کو بھجور قتل کر دینے کے بعد تم جین سے آرام سے حاکم شام کے حاکم کردہ درہم و دینار کو صحن کر دے رنگ رلیاں مناد گئے کیا منعم حقیقی کو بھول گئے کیا مظلوموں کی آہیں یکسوں کے نالے بیواؤں کی فریادیں رنگ لائیں اچھا دیکھ لینا اسی زمین کے اوپر نہیں

افلاک کے نیچے ایک دن تمہاری گردنیں ہوں گی اور مختار کی تلوار زیادہ دن نہ گزیریں گے زیادہ مدت منقضی نہ ہوگی کہ تم لوگ بھی بدترین عذاب کے ساتھ قتل کئے جاؤ گے۔ اسے زیر اپنی سلطنت پر اپنی قوت پر اپنی فوج پر

اپنی شان و شوکت پر اپنے مظالم پر ناز و نفرد نہ کر۔ بہت جلد سرعت کے ساتھ وہ دن آتا ہے کہ جس میں تو منہ کے بھل زمین پر گر کے ٹوٹے گا ہاتھ پاؤں مارے گا۔ کالہ پر غرور سرخس تیرا چکنا چور ہو جائے گا موت کا فرشتہ تیری گردن دبائے گا۔ تیری حیات کا

تیرے عیش و عشرت کا خاتمہ کر دے گا ابن زیاد۔ عید اللہ مفاک و ظالم حاکم کو ذمہ سن اور سمجھ آج سر حسین کو طشت طلا میں سامنے رکھ کے جتنی بے ادبی چاہے کرے۔ منعم حقیقی خالق کائنات حاکم عادل دیکھ رہا ہے۔ تجھ پر آنے والا دن آئے گا اور تیرا سرخس اسی کو ذمہ میں اسی دارلعمارۃ میں اسی مقام پر اسی ساعت میں مختار کے سامنے طشت طلا میں رکھا ہوگا اور وہ تیرے جس لب و دندان پر اپنی چھڑی رکھ کے کہے گا۔ امنوس کہ تجھ کو حکومت کے نشہ نے ہوس ظلم کے کینے نے سرشار کر رکھا ہے غیب کی باتیں آئندہ کی خبریں تو کیا جانے۔ اصل کی خرابی اعمال کی خرابی کا باعث بن گیا۔ تو نے بڑے بڑے مظالم محمد و آل محمد پر کئے چند سال بھی شہادت حسین کو نہ گننا تھے کہ مختار نے پہلے تجھ کو پھر تیرے بیٹے کو قتل کیا اور تیرے سر سے وہی حرکتیں وہی خوش فطریاں کیں جو تو نے سرفروزی کے ساتھ کی تھیں تاریخی واقعات ہیں کتابی سرگزشت ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں مجھے ہیں۔ ایک معتبر راوی سے ایک موقع لوی نے نقل کی ہے ایک عجیب و غریب حکایت لکھی ہے ایک شخص کو ذمہ کا رہنے والا تھا طویل العمر تھا

من تھا مقرر تھا وہ کہتا ہے کہ دنیا کی غداری و نکاحی کی اس سے واضح مثال مل نہیں سکتی۔ اور حیرتناک و عبرتناک واقعہ اس واقعہ سے زیادہ کہیں کتابوں میں دیکھا نہیں گیا۔ اسی دارلعمارۃ کو فرماں چند سال کے

سبحہ مر جان

(از ابو القلم سید قمر الحسن شمس کا علمی کنووری)

بچا یا دین نبی اسے حسین کیا کہنا
علی کے راحت جاں دل کے چین کیا کہنا
پڑھی نماز علی نے وہ رد شمس کے بعد
گواہ جس کے ہوئے مشرقین کیا کہنا
حسین اور حسن سے کہا فضیلت نے
بنی کے دوش کے اسے را کہین کیا کہنا
اندھیرا کفر کا سب دور کر دیا تم نے
چراغ راہ ہدایت حسین کیا کہنا
عبادت شہ دیں دیکھئے شب عاشور
وہ نافلہ ہو کہ یا مغربین کیا کہنا
کٹا دیا سرا نور لٹا دیا گھر بھر
جناب فاطمہ کے نور عین کیا کہنا
یہ بڑھکے عون و محمد سے کس نے کہا
وہ غاکو دیکھ کے اکبر کی رن یہ کہتا تھا
حسین ہی کے تو ہو نور عین کیا کہنا
وہ جنگ حضرت عباس کی ہزاروں سے
وہ شاہنشاہ کا تخت بدر و حنین کیا کہنا
سیاہ ڈھالوں میں اس طرح چمکی تیغ دوسر
فلک پہ جس طرح ہے فرقدین کیا کہنا
قمر یہ کہہ رہے اعدا بھی شاہ عالم سے
تمہارا شوق شہادت حسین کیا کہنا

جذباتِ غم

(از نتیجہ فکر سید علی عباد رضوی فاضل موطن شاہ گنج سادی ضلع جونپور)

اے سلامی شہ پہ رائیگاں ہوتا نہیں
کون ہے باقی جو عقد ارجناں ہوتا نہیں
تیرے غم کا تذکرہ شاہا کہاں ہوتا نہیں
کون سادل ہے جو تجھ پر خوفناں ہوتا نہیں
ذکر حیدر زینت مجلس جہاں ہوتا نہیں
رحمت حق کا گذر ہرگز وہاں ہوتا نہیں
قشنگانِ کربلا کا ذکر بے چھیرے ہوئے
مجلس تبلیغ میں رنگ بیاں ہوتا نہیں
صبر و ایثار حسینی کی نہیں ملتی مثال
اللہ اللہ تذکرہ ان کا کہاں ہوتا نہیں
آئینہ کردی حقیقت تو نے اے سبط رسول
ورنہ عالم میں حق و باطل عیاں ہوتا نہیں
سر نہ تیا تو صداقت پر اگر سبط نبی
نام کو بھی دین احمد کا نشان ہوتا نہیں
نا توانی میں دکھا یا صبر تو نے لے حسین
حق عظمت جس کا بندوں سے بیاں ہوتا نہیں
بیکسی پر شاہ کی روتے رہے وحش و طیور
تف ہے قلب بے خبر جو خونچکاں ہوتا نہیں
دل کی بیباکی کو روکیں کس طرح پر شاہیں
مر گیا بیٹا جو آنکھوں سے نہاں ہوتا نہیں
کس طرح آتی جبین صبر و تیرے شکن
ڈرنے والا موت سے شیر ثریاں ہوتا نہیں
لاش اکبر کس طرح خیمہ میں اب لائیں حسین
قابل برداشت اب بارگراں ہوتا نہیں
خون اصغر مل رہے ہیں منہ پر آخر شاہیں
ہے نہیں چپ اور راضی آسمان ہوتا نہیں
خقیقوں پر خندانِ جلیں زباں سے اُت نہ کی
اس طرح فاقہ کسی کا امتحاں ہوتا نہیں

اندر ہی اندر میں نے چار واقعے دیکھے۔ سب سے پہلے حسین کو دربار
عبید اللہ ابن زیاد میں طشت طلا میں زیر کرسی رکھا ہوا دیکھا۔ اور اس سر
مبارک سے ابن زیاد بے ادبی کر رہا تھا۔ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں
کے بعد ابن زیاد کا سر بنج اسی دارالعمارۃ میں طشت طلا میں رکھنے مختار
کے سامنے رکھا گیا اور اس کے ساتھ مختار کھیلنے رہے۔ اس حادثہ کے بعد
ایک روز ایسا آیا کہ مختار کا سر مصعب ابن زبیر کے دربار میں لایا گیا اور
وہاں اسی دارالعمارۃ کو فوجی قائم کیا گیا تھا مصعب نے اپنے دل کی عداوت
کا اظہار سر مختار کو ٹھکرا کے اس پر چڑھی رکھے خوب خوب کیا۔ اس واقعہ
کے بعد سر مصعب ابن زبیر ایک دن کاٹا گیا اور عہد الملک ابن مروان کے
سامنے پیش کیا گیا اسی دربارالعمارۃ میں اسی وقت میں اور عہد الملک نے
سر مصعب سے وہی حرکتیں کیں جو مصعب نے سر مختار سے کی تھیں۔ ان
پے درپے گزرنے والے سانحات نے بتا دیا کہ دنیا ایک عروسِ صد داد
ہے۔ ایک غدار معشوق ہے۔ ایک یوفا محبوب اس نے کسی کے ساتھ وفا
نہ کی اور نہ کبھی کرے گی۔ دنیا والو اس پر بھروسہ نہ کرو۔ اس کے فریب سے بچو
اس کے دام سے علیحدہ رہو۔ زندگی کا اعتبار نہیں موت یقینی ہے۔ توبہ کا
دروازہ توبہ کرنے والوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ دنیا آج تمھاری ہے کل
دوسرے کی ہو جائے گی مال دنیا آج تمھارا ہے کل ورثہ میں تقسیم ہو کر تمھارے
دشمنوں کا ہو جائے گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
اليوم عندك ولها ونعيمها
وغدا الغيورك كفها والمعصم

قطعات

(نتیجہ فکر سید قاضی حسین صاحب رضوی تحریکِ اسلامی رہنما، اے انور ایم اے
بدیع خیر آئی ٹی کالج گھٹو پور سٹی)
زیریں بہ زلزلہ آشوب در زماں آمد
فلک بخون شدہ تار و درہاں آمد
بخاک کرب و بلا بانگِ الا ماں آمد
گلوے شاہ تہ خنجر و اں آمد
دیگر
مصطفیٰ کو ناز ہے مرتضیٰ کو ناز ہے
اللہ اللہ خون سرور پر خد کو ناز ہے
بوسہ گاہ مصطفیٰ پر شمر کا خنجر چلے
یہ شہادت وہ ہے جس پر کربلا کو ناز ہے

سال لغ

نوشتہ عالیجناب الفتح علی مرزا رحمت ایدہ گہن لکھنؤ

تاج حیات

نتیجہ فکر لبذخرا الحکما جب محمد کا قلم صفا کا قلم نہا سی

اسلام سے سٹ سٹے سنوڑا سکھیں ڈوہین دریا میں درا بھڑنا سکھیں
 مزا جنہیں آتا نہو اب تکٹ کا نسیم وہ فاطمہ کے لال سے مزا سکھیں

دیگر

بگڑی ہوئی صورت کو سنوارا تو نے مایوس کو دے دیا سہارا تو نے
 بیکال کھاد م توڑ رہا کھتا اسلام ڈوہی ہوئی نبضوں کو اچھا راتو نے

دیگر

فخر رسول دوسرے کیوں نہ کہیں شاہنشاہ تسلیم و رضا کیوں نہ کہیں
 جبے رخ عظیم ہے شہادت تیری پھر ہم تجھے شاہ شہید کیوں کہیں

دیگر

ریب اٹھی جو بات لب ہی کی تو نے جب قفٹ پڑا نوجوان یدری تو نے
 عاشور کے دن آتی تھی آواز رسول شاہش حسین بات رکھ لی تو نے

دیگر

صحرایہ جوطف دہلے رنی کرے پس بد دریا میں دروانی کرے
 پانی مانگے گا وہ کسی سے گنہم جو راجہ دریا میں خون بانی کرے

کسی کا سال نوات
 و امام عیش و وفا ط
 جلوں اہد خوش کین
 دور مہربانے شریع
 سوتا ہے کی کال کو
 مرثیہ ادبنا کا
 بنام لکھتا ہے
 بنین مگر ہاں سال نو
 کی بہار دیکھنا ہوتا
 غم و اہم کے باخ
 کی سیر کرنا چاہیے
 جس میں ایک شانی
 گلچنی اور گرہ و کا
 مرغان خوش الحان کی
 ترانہ سخی سے کہیں
 بڑھ کر ایک پر اثر
 کیفیت پیدا کرتی ہے
 ہمارے آئینہ گوگر
 ایام میں گانہ
 سون گراں نوکے
 عشرہ میں البہشت
 حوقی جہانے ہیں
 لکھان کی قدیمیت
 میں اتنی زیادتی
 سو جاتی ہے کہ
 لعل و گو سر بھی
 اس سے شرم ہائے
 ہیں اس بارے میں
 ضابطہ ہر مٹی ہے
 بلکہ اس کی زیوریت

کو یا کر کے قوجو
 نہاری گرا تھی
 ساتھ ان کے دشمنوں
 سے بیزاری بھی لاری
 لازم ہے۔
 محاسن علم و فہم
 سے کوئی شاد نہ ہوتا
 سو گرا ہرے دل سے
 پونچھ کر غم و اہم
 پر کیت غار رکھتے ہیں
 وہ زمان و قلم کے
 ذریعہ اواسو ناوشو
 میں کسی کو نہیں سو
 یا تو لیکن اگر چار
 آتو بھی اوس نام
 مظلوم کی مصیبت
 سن کے گل گئے تو
 ہر گھون میں ٹھنڈک
 اور دلیں سرور
 پیدا ہو جاتا ہے
 اور معلوم ہوتا ہے
 کہ بہت بڑی نعمت
 مل گئی۔
 اگر ہاں سال نو
 کی ابتدا بھی متذکرہ
 بالاعوان سے ہوئی
 تو پھر عیش پرست
 اور خدا پرست
 میں کوئی امتیاز
 باقی نہ رہتا ایسے

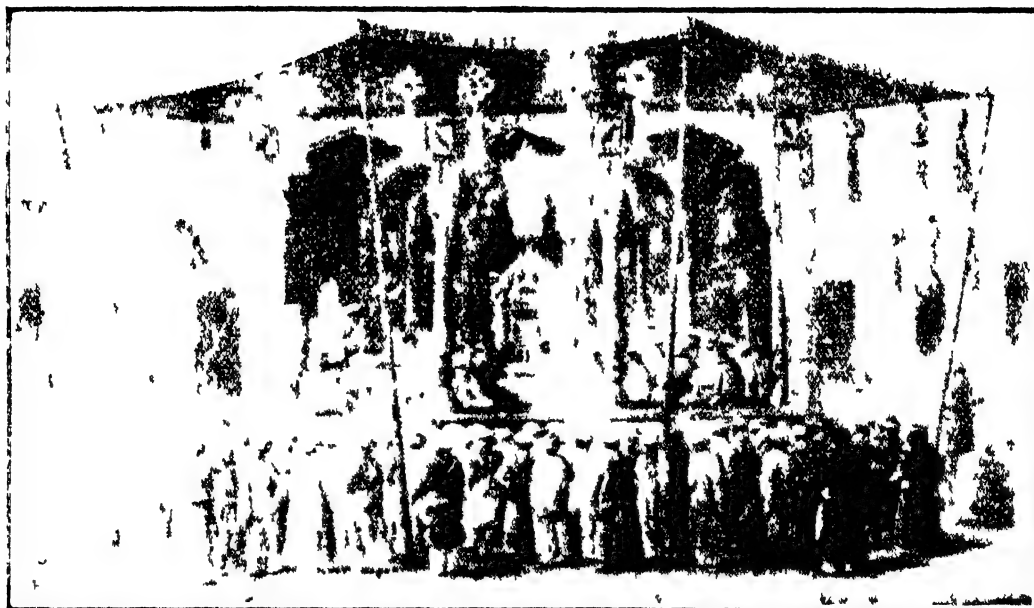
ہمارے سال نو کا آغاز ایک ایسے عظیم ترین واقعہ کا گاہ ہے جو
 قیامت تک نہ بھولے گا۔

دنار کی کاہ عالم ہے کہ کل عجب نوروت جہیہ فکرت و متبادہ یعنی اہلبیت کو
 و معصوم نبوت کی مسرت سے مرثیہ اور انہیں حضرات کے معائب و آلام

آج کل چند نام نہاد ملتان بلکہ دشمن ایمان جو رشتہ اشار زبان اور فتنہ پر دہان زبان کر رہے ہیں وہ انہیں منہ لٹھیں ہیں یا لٹھیں ایسے وقت میں جب کہ عالم امکان فتنہ و فساد کا گہوارہ بنا ہوا ہے جبکہ ہر قوم و فرستہ کے رہنما اور سرکردہ سرکردہ کی مکن طریقوں سے مدافعت و تباہی میں مصروف ہیں مگر یہ نام نہاد ہیں فوٹو دینا پر سب ملتان اپنے رشتے کی ایک سی انگلی کھینچ جاتے ہیں لیکن تقریر کا اسی حرام ہونا بدعت وغیرہ وغیرہ اور غیر ملطہن یہ کہ اپنے کو کچھ موصوفہ اور حق قرار دیتے ہیں حالانکہ ان اکثر کے نزدیک کو قاضی شہور نہیں کہ دراصل اسی شہادت عقلی سے توحید کا سبق ملتا ہے اور اس کی طاقت سے خود اپنے ہاتھوں توحید کا کھڑا کر چکا ہے اور اب مولے رہے ہیں اور پھر بھی مدعی انصاف توحید پر ہے ہیں اچھا پہلے تو خود جبر معین اور دین جنتی کے (حقا کہ بنا ہے لا ادرست حنین) کو کچھ نہیں کہ وہ بڑگ کیا فرما سکتے ہیں اور کیوں فرما سکتے ہیں جالبہ امام حنین علیہ السلام کا وہ استغفار یاد کریں جو کہ آپ نے بروز غمخوہ کیا تھا کہ امان میں موحل بیچے جانا اللہ مینا یعنی ہے کوئی تم میں سے ایسا موصوفہ ملتان جو سارے باب میں خدا کا خوف کرے جس سے اگر اشاعت توحید کا پتہ چلتا ہے تو اس باب پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس بھری فوج میں مدعی اسلام تو سب تھے مگر ایک بھی ایسا ملتان نہ تھا جو حضرت کے قتل میں خوف خدا کا نادر اصل وہ سب کے سب انہیں نام نہاد ملتان کے ایاد و اجداد تھے سب جاننے ہیں کہ اس لشکر کا سردار عمر ابن سعد تھا جو کہ صحابی رسول کا بیٹا ہونے کے علاوہ انہیں لوگوں کے راویان حدیث میں سے بھی ہے۔ شہر ابن ذوالجوشن بھی صحابی کا بیٹا ہے سنان ابن انس بھی تابعین عظام کا صحابہ کرام میں سے ہے تو ان کی مدح پر جان دینے والے اور خصوصیت سے تقریر کے سامنے دشادع عام پر مدح صحابہ پڑھنے کی تحریک کو قبولے فوراً تعصب کی عینک اوتار کر انصاف سے تابین کہ ان میں سے کوئی بھی موصوفہ ملتان تھا اگر موصوفہ واقعی بانی اسلام کے تحت جگر کے قتل و خون جیتی ملتا تھا نہ بھرتا تو اب مفضل کیا جائے آیا قویہ رکھنے والے شرک و بدعتی قرار پائے یا کوئی اور مگر ان کو اس سے کیا غرض ہوتے مردہ دوزخ میں جائے چاہیے بہشت میں ان کے لئے قورمہ پرانے ہونا ضروری ہیں انوس اہلبیت طاہرین کی دشمنی میں یہاں تک سرشار دین کہ حنین پر رونے کو قطعی بدعت کہتے ہیں بجائے اس کے مرنے ہیں مگر زندہ ہی رہے اور ماتم ہی کہتا ہے تو گزشتے مرنے سال پر اور اپنے بدعلمانوں کی نہرست پر روتے اگر دنا ہی تھا تو اسلام کی حالت زار پر روتے شاید کوئی اصلاح کی صورت نکل آتی یا کیا کہ اپنی بدکاروں کو سب پشت ڈال کے دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہیں کہ یہ یرقالم تھا شرابخوار تھا جس نے امام حنین کو شہید کر دیا اور ان کے اہلبیت پر ظلم کئے اور جنہوں نے آل رسول کو نکال دیا بیو خانے میں کوئی دقیقہ و گذشت نہیں کیا۔ سنا آپ نے یہ ہیں کچھ موصوفہ خود پرست ملاؤں کے کارنامے

سب چیزوں پر دنا اور ماتم جائز ہے مگر امام حنین پر دنا اور ان کے دشمنوں کے کارنامے بیان کرنا قطعی بدعت ہے اور کیوں نہ ہو جب حنین پر دنا اور ان کے دشمنوں کے عقیدے کھڑے تو پھر اس سلسلہ کی کڑی بہت دوزخ پہنچ جاتی ہے جس سے بڑی بڑی ہستیان بے نقاب نظر آنے لگی ہیں اور سارا بنا بنا ہوا گھر و نذرانہ عکس کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اسی لئے واقعہ کربلا کو بار بار بیان کرنے سے روکا جاتا ہے کیونکہ بعض حق پرست و حق آگاہ اس خونیں واقعہ کو سن کر ظالموں کے ظلم کا احترام کہے دین حق قبول کر لیتے تھے یا انھیں عشرہ محرم میں ہر سال کچھ نہ کچھ اسلام میں قوتی ہوتی تھی اس لئے ان ملتان کا استدعا ہے دیکھا نہ گیا اور فوراً ایک جدید فحوش ہنس گارہاگ شروع کر کے سب کے بڑے حاسد کی پروری شروع کر دی اور بجا رہے غریب ملتان کا ایک علیحدہ پلیٹ فارم بنا کے مقابل میں کھڑا کر دیا جس سے کہ حنین تنہا سفا تو بدستار خود انھیں لوگوں کو اس کے روکنے کی تلقین شروع کر دی مگر شکر ہے اس خدا سے بزرگ و برتر کا کہ انھیں لوگوں نے اس حد کو اچھی طرح محسوس کر لیا کہ یہ دراصل سب سارے ہی مثالی کے لئے کیا جا رہا ہے یہ لوگ کسی خاص گنتی کے ایکٹ میں جو اس طور پر کنوینٹ کر رہے ہیں اور دراصل واقعہ بھی یہی ہے اگر ان فتنہ کے دل سے غور کرے تو صاف سمجھ میں آ جائے گا کہ جس کو رسول اللہ آل رسول سے اتنی دشمنی ہے وہ بلا کسی ار کو کیا گے گا یہ بھی لفظ اک آتا ہے اور ملتان کو آپس میں لانے کی تہذیب نہیں جو عین مرقہ رکھ گئیں اب انصاف شرعاً ہے بحالین عین عین ادا کا رہا ہے ملاحظہ فرمائیے کہ اپنے مخصوص بزرگوں ۱۲ محرم میں شائع کرنے کا اعلان کیا ہے یہ وہ دن ہے جس دن ہر مذہب اور ملت کے سرکار میں عام تعطیل ہوتی ہے یہ وہ دن ہے کہ آخر وقت تک ملتان عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو دودھ نہیں دیتی یہ وہ دن ہے کہ رسول کا بھرا گھر تاج سو گیا یہ وہ دن ہے کہ حنین میں امان ملان کی روئے رسول کی شہادت کا دن ہے جس پر سیاہ آندھیاں اٹھیں آسمان خون کے آنسو رویا۔ آفتاب کو گھٹن لگا کر عین اوسکی دن دشمنان عسکر کے دفتر میں خوشی سرگئی قتل حنین کی عید ہوگی دشمنان عزا نے لباس بدلے گا ایکپا دہ سے کہ کو مبارکباد دے گا۔

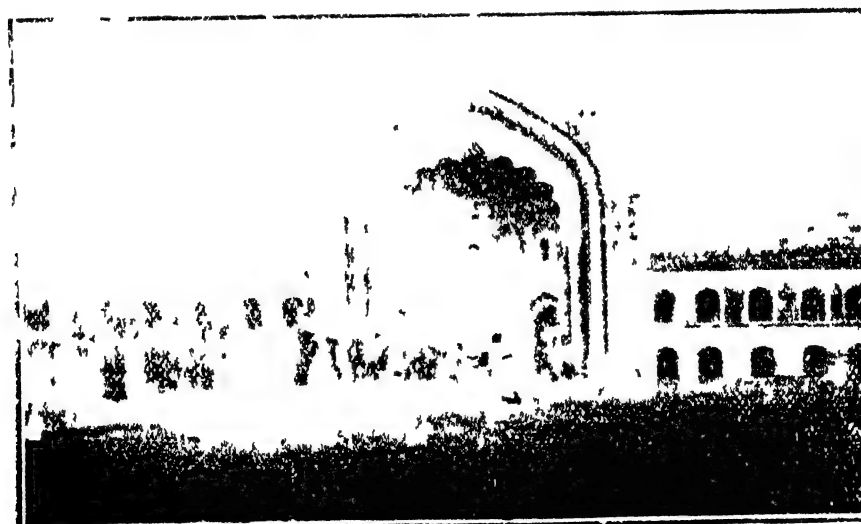




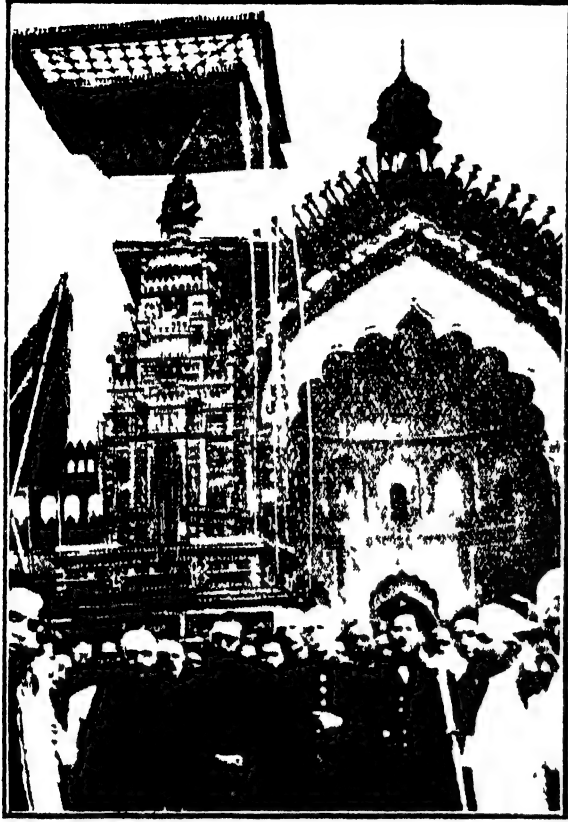
و مد سهی - بین ایک - سپرہ کا مٹر



جلد سین نوٹ اصف الاولہ د ا د م سدا
و ا د م سدا



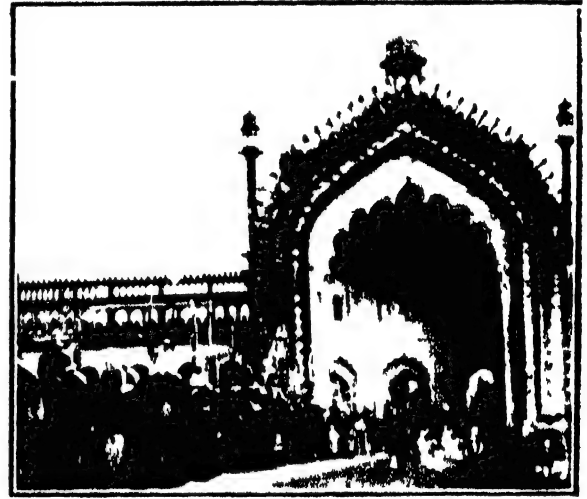
روسی دروازہ اصفی امام دارہ اصفی



ضریم حسین آباد مبارک
و متولیان ذیشان پہلی صف میں



امارتہ اصغر سے موسیٰ ضریم نکلنے کے قبل کا منظر



موسیٰ ضریم حسین آباد کا خلوس روسی دروازہ
سے برآمد ہو رہا ہے



ساحہ نجف کی متحاض



ممدوران وقف ساحہ نجف و سکریٹری صاحب
اودھ ساھی

باسمہ تعالیٰ

آزادی

(نوشتہ عالیجناب مولانا ابراہیم صاحب پاروی مظاہر تازا لافائل پروفیسر جامعہ یونیورسٹی)

رہتا ہے یہ جس قدر دنیا مغرب میں محبوب ہے ویسے ہی مشرقی دنیا میں بھی مرغوب۔ عالم کا گوشہ گوشہ دامن پھیلائے اسی کی فکر میں سرگرداں ہے ہرزبان پر اسی کا نعرہ ہے (حریت حُریت) وہ کون ہے جس کو

دنیا میں کچھ حقیقتیں ایسی ہیں جن کا تصور بھی خوش کن اور خوشگوار ہوتا ہے جسے ہر ذی فہم انسان حاصل کرنا اپنا اولین فریضہ سمجھتا ہے اور اُس سے مصعف ہونے کی ان تھک کوششیں کرتا ہے۔ یوں ہی کچھ مقامات ایسے بھی

اس کے حاصل کرنیکی فکر ہو اس سے ملنے کا خیال ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کی حقیقت کو رد شناس عالم کس نے کیا آزادی کے صحیح مفہوم کا رواج کن باتوں سے ہوا اس کے حقیقی وجود کا باعث وہ ہوا جس نے اپنا خون بہا کر انسانیت کے سچے مفہوم کو واضح کیا وہ کون! وہ حقانیت و صداقت کا حامی عزت و شرافت کا علمبردار حریت کی جان۔ وفا کی روح۔ انسانیت کا حسن فاطمہ کالال۔ رسول کا تخت جگر۔ علی کا خیر۔ حسین ابن علی اگر یہ مظلوم کر بلا میں آکر حق و باطل کی جنگ نہ کرتا تو

قربانی وفا

(نتیجہ فکر بلند جناب آغا افسر صاحب لکھنؤ پروفیسر کالج جھانسی)

قدرت کے انتخاب میں آیا علی کا لال وہ مشت خاک کیا تھی کہ مجموعہ جمال دراصل تھا وجود نبوت کا اک کمال تھا اوس کی نیکی میں بھی اسلام کا خیال قوم اُس کا جام پیتی رہی تا ہزار سال اُس تندے کا تم نے نکالا کبھی زلال

حق پر تیار کون ہو جب یہ ہوا سوال اک پاک روح جامہ خاکی میں آگئی ظاہر میں اوس کو کہئے نواسہ رسول کا عام اُس کے خوں سے ہوا مفہوم حریت قوم اُس کا نام لیتی رہی قرن بعد قرن کیا تھی وہ شے جو روح کو بدست گر گئی

سوچو! کہ کیا حسینؑ کا تھا مطمح نظر قربانی وفا کا فقط غم نہیں مال

اس کا مفہوم ہمیشہ کے لئے محتاج تعارف رہتا۔ حق و صدق کی دنیا اُس مجاہد پر صدقے جس نے انسانیت کا بہترین درس دے کر انسان حقیقی بننے کا صحیح راستہ دکھلایا۔ واقعہ کربلا حقیقت انسانیت کا وہ مکمل سبق ہے جو صغیر ارض کر بلا پر بنی باشم کے خون کی روشنائی اور دفا داروں کی انگشت شہادت سے لکھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ حسین مظلوم کی شہادت آزادی کا وہ علم ہے جس کے پھر ہرے کی جھاڑوں میں دنیا کی متمدن قومیں شرافت و عزت حریت و آزادی کی مطمئن سانس لے سکتی ہیں۔ حسینؑ سے بیعت نہ کرنا تو آتا ہے کہ شراب خوار کی بیعت کرنا اس

ہیں جن سے ہر شخص کو فطری نفرت ہو کرتی ہے اور کبھی اُس لفظ کو اپنے لئے گوارہ نہیں کرتا جیسے عزت و ذلت۔ ظلم و عدل وغیرہ وغیرہ۔ عزت وہ آئینہ ہے جس کے اندر ایسی حسین تصویریں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر انسان پر اک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ہر عقلمند مخلوق یہی چاہتا ہے کہ اس تصویر سے اپنے کاٹھن دل کو آراستہ کرے۔ اسکے مقابلہ میں ذلت کا لفظ وہ ہمت ناک لفظ ہے جس کے سایہ کے قریب بھی جانا کوئی پسند نہیں کرتا انسان ذلیل حرکتوں کے ارتکاب کے باوجود اپنے لئے ذلیل کا لفظ

سننا پسند نہیں کرے گا اسی عنوان سے ظلم ہے کیسا ہی کوئی ظالم کیوں زیرِ مجسم ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن ظالم کا لفظ سننا اسے گوارہ نہ ہوگا۔ اگرچہ دنیا اس خطاب سے مخاطب کرنے پر مجبور ہوگی مگر خود اُس ظالم انسان کی یہی خواہش ہوگی کہ اُسے عادل پکارا جائے۔ آزادی اسی ادھیں خوش قسمت لفظوں میں سے ہے جس کے لئے دنیا کے دستائے طلب بڑھتے ہیں اور ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ حق جیسے عزت دار لقب سے پکارا جائے خصوصاً آج تک تو ہر طبقہ میں آزادی کی پکار ہے دنیا کی ہر قوم اپنی مجلسوں اور کونسلوں میں اسی کا دم بھرتی ہے اس کا مفہوم وہ خوشگوار خواب ہے جس کے دیکھنے کی ہر شخص خواہش

دھکی دجائی ہے موت سے ڈرایا جاتا ہے مگر آزادی ضمیر کو باقی رکھنے کے لئے خدا کا سچا بندہ تلوار کی دھاریں موت کے فرشتے کی تصویر دیکھ کر خوش ہوتا ہے فریدی بیعت میں شریعت کے علاوہ آزادی ضمیر کے گلے پر چھری چل رہی تھی اس لئے میرے غیرت دار آقا نے قتل ہونا گوارا کیا لیکن اسلام کو بچاتے ہوئے اپنے گلے میں غلامی کی زنجیر ڈالنا پسند نہ فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ نے جس طرح خلفاء کی بیعت کر لی یوں ہی حسینؑ کو مناسب تھا کہ اپنے بزرگوں

قوم اور اہل میں سے حسینؑ اور عبداللہ ابن عمرؑ اور عبداللہ ابن عباسؑ اور عبداللہ ابن زبیرؑ اور عبداللہ ابن جعفرؑ سے بیعت لینی چاہئے اور تمام طرح کی نہیں اور حلف اس بات پر لیا جائے کہ اُن کا مال صدقہ قرار پائے اُن کے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو جائیں اور عورتوں کو طلاق ہو جاوے اس قسم کا عہد و پیمان کسی شریعت انسان سے ممکن تھا کہ ایسی نہیں تھا کہ حلف بیعت میں داخل ہو یہی وجہ تھی کہ آزادی کا علمبردار معاملہ بیعت میں فرمایا کرتا تھا لا اقرکھ

اقرار العبد (میں)

غلاموں کے ایسا اقرار

کرنے کو تیار نہیں ہوں)

اگر حسینؑ آج زندہ کی

بیعت کر لیتے تو سلاطین

کی ساری محنتیں مٹا دیتی

دربار کو دیتے حسینؑ کا

جہاں یہ فرض تھا اسلام

کی حفاظت کریں یا باج

قلعہ کو منہدم نہ ہونے

دیں وہاں یہی لازم

تھا کہ اپنے بزرگوں کے

کارناموں میں چارچاند

لگا کر مفہوم تربیت کو دنیا

پر ظاہر کر دیں۔ اگر آزادی

کے حقیقی مفہوم کو کسی نے

سمجھا ہے اور دنیا کو سمجھایا

ہے تو وہ حسینؑ ابن علیؑ

کی ذات ہے۔ حسینؑ نے

بہتر جوان مرد جن میں

کچھ دل کے ٹکڑے تھے

تو کچھ آنکھوں کے نور۔

کوئی قوت بازو تھا کوئی

قوت دل۔ کوئی گول چن

تھا تو کوئی شیر خوار کسی

کے بڑھاپے پر جوانی رکھ کر

کسی کے بچنے پر خراب صدقے

غرض ایسی بیش قیمت ہستیاں

راہ خدا میں فدیہ دینا گوارہ

کرتے ہیں لیکن

ایک شرابخوار فاسق کی بیعت

کے اسلام کے ساتھ ساتھ اپنی

شرافت و غیرت

حریص مطلقہ اور آزادی کا

کامل کو فنا کرنا نہیں چاہتے۔

آزادی کا اصل مفہوم یہ

ہے کہ ہاتھ جھک کر یوں سے

جکڑے ہوں پاؤں میں بیڑیاں

ہوں۔ لیکن دل مولے

حکومت رہائی کسی حکومت

کو پسند نہ کرے۔ حسینؑ کا

یہی مقصد تھا کہ انسان

تاثر شہادت

(نثری فکر بلند جناب سید علی مقدس صاحب رضوی مظہر مقدس اکبر آبادی بنی لے، بی، آئی، اے، ایگ، پریسٹن ٹکن ممدویہ اگرہ)

اُدھر تک کہ روح مادر شیر ہوتی ہے
عجب انداز کی معصوم کی تقریر ہوتی ہے
نہاں اب موت کے پرے میں وہ تصویر ہوتی ہے
ساتھ ہیں اُسے جس سے کوئی تقصیر ہوتی ہے
رواں اُس سمت حلق شاہ پر شیر ہوتی ہے
ہمارے خون سے اسلام کی تعمیر ہوتی ہے
بہت بچپن جسم مادر بے شیر ہوتی ہے
کہیں یوں بھی کسی سے موت دانگیر ہوتی ہے
امام وقت کے پیروں میں بھی زنجیر ہوتی ہے
جو مائل بد دعا کے واسطے ہمیشہ ہوتی ہے
نبی کی آل کی کیا عزت و توقیر ہوتی ہے
عجب اس داستان سے قلب پر تاثر ہوتی ہے

اُداسی چھائی رہتی ہے محرم کے زمانے میں

مقدس کائنات اس دور میں دلگیر ہوتی ہے

کی طرح یزید کی بیعت کر لیتے اور جنگ کا محاذ قائم نہ کرتے اس کے متعلق پہلے تو یوں عرض کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح حضرت علیؑ و امام حسنؑ و حسینؑ امت میں سادی تھے کیا اسی طرح خلفاء نفع اور یزیدی سادی حیثیت رکھتے تھے غالباً ہر شخص ہی جواب دے گا کہ ایسا نہیں ہے تو پھر وہاں کی بات یہاں کی ذکر پیش کی جاسکتی ہے سبب اہم اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ اُس دور خلافت میں جو بیعت لی جاتی تھی اُس میں رسول کی اطاعت و حدائیت جناب باری کا اقرار لیا جاتا تھا غلامی کا عہد بیان نہیں ہوتا تھا مگر یزید جب بیعت لیتا تھا تو اُس میں غلامی کا بھی اقرار کرنا پڑتا تھا۔

جس کو کوئی غیرت دار پسند

نہیں کر سکتا۔ ابن قتیبہ کتاب الامتہ و ایما ستر میں بیعت یزید کے متعلق تحریر کرتے ہیں ولینک اقل من یباعک من قومنا و اهلنا الحسنین و عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ ابن زبیر و عبد اللہ ابن جعفر و یحلفون علی ذلک لجمع الایمان اللامۃ و یحلفون بصدقة اموالهم و حرۃ دقۃهم و طلاق نساءہم بالثبات والوفاء بما یعطون من بیعتهم و حاصل ترجمہ سب سے پہلے ہماری

ذوالجناح

شبہ ہوا فرزند رسولؐ

(نوشتہ عالیجناب سید نواب علی صاحب فیروز پوری)

ذوالجناح یا اولڈل۔ اُس گھوڑے کا نام ہے جو سلسلہ میں عاشور محرم کو بمقام دشت کربلا فرزند رسولؐ حسینؑ ابن علیؑ کی سواری میں تھا۔ مجاہدان حسینؑ امام مظلوم کے رہوار کی شبہہ ایام عزائم بنا کر اپنے آقا کی مظلومیت اور بیکی کو یاد کرتے ہیں۔ ذوالجناح کی شبہہ میں کیا ہوتا ہے۔ ایک گھوڑا جس پر سرخ دھندل کپڑے کی چادر پڑی ہوتی ہے۔ ڈھال تلوار لگی ہوتی ہے ایک عامل مہربان پر رکھا ہوا جس پر تیر لگے ہوئے۔ جس کی صورت اور حالت دیکھ کر امام مظلوم کے اسب با وفا کی تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے۔ اور فرزند رسولؐ پر فوج یزید کے ظلم و ستم کا اندازہ ہوتا ہے۔ دل بھرتا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں یہی شبہہ ذوالجناح انسان کے لئے عبرت کا ایک سبق ہے اور درسِ وفاقت ہے۔ اس کے علاوہ ذوالجناح میں اور کوئی بات نہیں۔ گھوڑا یا جو سامان مذکورہ بالا اُس کے لئے استعمال ہوتا ہے ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو شریعت اسلام کے خلاف ہو۔ بلکہ شبہہ ذوالجناح جذبہ محبت کی ایک دلیل ہے۔ ہاں شبہہ ذوالجناح بنانے کے بعد مجاہدان حسینؑ اُس کا احترام کرتے ہیں۔ اور یہ احترام عین اخلاق محمدیؐ جائز اور ضروری ہے۔ جس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

کعبہ کی شبہہ

خانہ کعبہ کی شبہہ مسجد۔ اپنی مرضی کے موافق ہر مقام پر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اینٹ اور چٹنے سے خود اپنے ہاتھوں سے بنا کر جس طرح ہر مسلمان پر مسجد کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح شبہہ ذوالجناح کا

قرآن کی شبہہ

اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے کاغذ پر اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی روشنائی سے لکھ کر اپنے ہی ہاتھوں تیار کئے ہوئے قرآن کا احترام جس طرح ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اُسی طرح شبہہ ذوالجناح کا۔ قرآن کی دفنی قرآن کا جزدان قرآن کی متعلقہ ہر شے جس طرح قابل احترام ہے اُسی طرح شبہہ ذوالجناح کی ہر شے

محل کی شبہہ

ہر سال حج کے موقع پر اُم المومنین (حضرت عائشہؓ) کی محل کی شبہہ ہر سال کے مظلومین بڑی توجہ اور احتشام سے لائی جاتی ہے۔ محل کا سالانہ مہر

فنا ہو جائے لیکن انسانیت زندہ ہو جائے۔ مومن قتل ہو جائیں لیکن ایمان بچ جائے۔ دنیا سے کربلا اسلام و شرافت کو ذبح کرنا چاہتی تھی فاطمہ کلال اپنا گلا تھج رکھ دینے کو تیار ہو گیا اور ان چیزوں کو بچا لیا۔ اگر حسینؑ چاہتے تو ایک ہاتھ میں ہمارے لشکرِ بزرگ کا خاتمہ کر دیتے جس کا ثبوت تاریخیں پیش کر سکتی ہیں۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ اگر حسینؑ بچتے تو اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ حسنہ ذبح ہو جاتے۔ حسینؑ عاشور کو مصروف کارزار تھے کہ دفعتاً کچھ فریادیں حسینؑ کے کانوں تک پہنچی جن نے حسینؑ کو جنگ سے بالکل روک دیا۔ اہلبیت کے فوج و فریاد کے علاوہ انسانیت کی فریاد تھی۔ شرافت کی صدا تھی کہ آقا میری مدد آپ پر لازم ہے۔ اسلام بچا کر حسینؑ مجھے بچاؤ۔ صبر کرتا تھا میری مثال قائم کیجئے۔ عزم و استقلال بچاؤ کہ میں کس کے ہمارے دنیا میں زندہ رہوں۔ حقیت بولی کہ فرزند رسولؐ میرا وجود ہمیشہ کے لئے محتاجِ تعارف رہ جائے گا اسے غلاموں کے ہمدرد آقا و مالک مدد کیجئے۔ سید الشہداء اسلام کی حمایت کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کی نصرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ نانا کی محنت یاد کر کے تلوار قبضہ میں رکھ دیتے ہیں۔ کہاں ہیں حریت و آزادی کا دم بھرنے والے آئیں کربلا کے بچے ہوئے میدان میں حسینؑ کے عزم و استقلال کے بچے ہوئے سمندر میں آزادی کی ناز کو دیکھیں جس کو اک بھوکا۔ پیاسا۔ ناخدا اپنے کمزور بازوؤں سے کھیتا ہوا شرافت و غیرت کے ساحل پر لگا رہا ہے۔ صحیح آزادی حاصل کرنے والے اس مظلوم کی سیرت کو خضر راہ بنا کر وادیِ مقصود کو طے کریں۔

قطعات

نتیجہ فکر بلند جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب رضوی تحریکِ آزادی۔ بی۔ اے آنرز ایم اے ہر و فیئر آئی ٹی کالج لکھنؤ یونیورسٹی

اسلام بہ مصطفیٰ وحید رنا زرد

ایماں بہ حق و حق بہ سرور رنا زرد
ہر زخم سناں بہ قلب اکبر رنا زرد

خلاق جہاں بخون اصغر رنا زرد
دیگر

بوقتِ عصر زمیں راتیاں ہی بنیم
فلک رانا لہ و ماتم کناں ہی بنیم

چگونہ گریہ جو شد بروز عاشورہ
سرخین بہ رنگ سناں ہی بنیم

تباہ کر دیا۔ المجرم کو اسیر کیا۔ ان بدترین خلائق مسلمانوں کے مقابل میں۔ ایک بے زبان حیوان حسین کا با وفا رہوار بہترین ثابت ہوا۔

رہوار حسینی

میدان کربلا میں رہوار حسینی بھی ساتویں محرم سے پیاسا تھا جو چند لمحوں کے دریاے فرات پر گیا لیکن نہ حسین نے پانی پیا نہ اُس با وفا رہوار نے پانی میں نہ ڈالا۔ عاشور محرم کو ذوالجناح نے جو حق رفاقت ادا کیا وہ بنی نوع انسان کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔

عاشور محرم کو بعد زوال آفتاب جب حسین نے وعدہ طفلی وفا کرنے کیلئے ذوالفقار نیام میں رکھ لی۔ اور سر گھوڑے کی گردن پر جھکا دیا۔ فوج یزید نے فرزند رسول کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اتنا زخمی کر دیا کہ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ اس موقع پر اس با وفا نے پیر زمین پر ٹیک کر گردن جھکا دیا تاکہ فرزند رسول آسانی کے ساتھ زمین پر آجائیں لیکن جسم مقدس پر اتنے تیر لگے تھے کہ وہ تیروں پر معلق ہو گیا۔ جب شرمعون فرزند رسول کو فوج کرنے کے لئے کمال بے ادبی ایک نشیب کی جانب لے گیا۔ تو اسی اس با وفا نے خیام البیت پر خیر شہادت پہنچائی خون میں تر ہو کر انعام المجرم کی جان بچا لیا۔ اور درخیمہ پر اپنا سر ٹپکنے لگا گھوڑے کو خون آلود اور خالی دکھ کر سب کو معلوم ہو گیا کہ حسین قتل ہو گئے۔

بعد شہادت حسین

ذوالجناح نے تمام رات لاشائے شہدائی نقل میں حفاظت کی۔ اور بار بار درخیمہ پر آکر خیام المجرم کی پاسبانی کرتا تھا اور یہ حیوان بے زبان اپنے جذبہ رفاقت میں فوج یزید میں گھس گیا۔ اور اپنی ٹاپوں سے بعض اشقیاء کو دھل جہنم کیا۔

بالآخر

فوج یزید نے ذوالجناح پر تیرا زنا شروع کئے اور امام مظلوم کے با وفا رہوار کو قتل ہلاک کیا ذوالجناح نے

جو بے زبان حیوان تھا۔ جنگ کربلا میں۔ فرزند رسول کی بھوک اور پیاس کا ساتھ دیا۔ میدان جنگ میں ثابت قدم رہا جب فرزند رسول میں پشت رہوار پر سنبھلنے کی طاقت نہ رہی۔ تو اپنے پیر زمین پر ٹیک کر گردن جھکا کر آسانی اتارنے کی کوشش کی۔ خبر شہادت درخیمہ پر پہنچائی بمقتل میں شہیدوں کی لاشوں کی حفاظت کی۔ خیام المجرم کی پاسبانی کی۔ فوج یزید میں گھس کر فرزند رسول کے خون ناحق کا انتقام لیا۔ اور بالآخر اپنی جان نثار کر دی۔ ذوالجناح نے اس شان سے بنی نوع انسان کو ایک بہترین رفاقت کا سبق دیا۔ شبیمہ ذوالجناح واقعہ کربلا کی ایک مکمل تصویر ہے۔

بن کے شبیمہ جب تھرا آتا ہے ذوالجناح

سب حال کر ہلاکتا ہے ذوالجناح

کے ہاتھ کا بنا یا ہوتا ہے محل کا اونٹ ملک مصر کی کسی اومتی کا بچہ ہوتا ہے۔ لیکن اپنی ہی بنائی ہوئی محل شریف کی مسلمان تعلیم کرتے ہیں آنکھوں سے لگاتے ہیں بوسہ دیتے ہیں۔ ملک ابھارا بن سود کو محل شریف کے ذریعہ سے کافی مالی نفع پہنچتا ہے اس لئے سلطان نجد نے بھی محل شریف کے احترام کو جائز قرار دے لیا۔ پھر شبیمہ ذوالجناح پر جو فرزند رسول کے رہوار کی شبیمہ ہے کس کو بکشتائی کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

اور جس طرح

لکھنؤ کے امام اہلسنت کے ارگن انجمن نے خلافت نبویہ میں رسول اللہ کے نعلین کی فرضی تصویر کا غدر چھاپی ہیں اور اس شبیمہ نعلین شریف کو مسلمان چومنے لگے آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اسی طرح شبیمہ ذوالجناح قابل احترام ہے۔ اور یہ احترام عین اخلاق محمدی۔ شریعت اسلام اور رسم و رواج کے مطابق ہے اور محبت کی ایک دلیل ہے۔

پس

جو لوگ شبیمہ ذوالجناح کے مخالف ہیں۔ اُس کے احترام پر مضحکہ اڑاتے ہیں اُن کے دلوں میں یقیناً اہلبیت رسول کی عداوت ہے۔ محبت وائے حسین کا غم بھی منائیں گے۔ اور شبیمہ ذوالجناح بھی بنائیں گے۔ اور عداوت وائے حسین کا غم منائیں گے۔ اور شبیمہ ذوالجناح کو دل آزار تصور کریں گے یہ محبت اور عداوت کا فطری مسئلہ ہے۔

بدل سکتا نہیں کرب و بلا کی داستان کوئی

مٹا سکتا نہیں مظلوم کا نام و نشان کوئی

شبیمہ ذوالجناح میں اس اخلاقی

شبیمہ ذوالجناح۔ محض گریہ و بکا کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں ایک زبردست اخلاقی سبق ہے۔ دراصل جنگ کربلا میں حسین کا کوئی محل بنے نتیجہ نہ تھا حسین کے ساتھ جو سامان کربلا میں تھا اُن میں سے ہر شے حیات انسانی کو سوار کرنے والی اور اصلاح عالم کا ایک مکمل نظریہ ہے۔ دشت نیوایش جو گھوڑا حسین کی سواری میں تھا وہ بظاہر ایک بے زبان حیوان تھا لیکن اس حیوان بے زبان نے اپنے طرز عمل سے انسان کو شرمندہ کر دیا۔ ملک عرب کے اُن مسلمانوں کے منہ میں تھو کر مار دی۔ جنہوں نے محض طبع دیوی میں دین اسلام کا کلمہ پڑھا۔ یہ حسین کے بے زبان با وفا رہوار کے مقابل میں بدتر از حیوان دنیا میں ثابت ہوئے۔ یہ ہزاروں مسلمان جو کوفہ سے کربلا تک ہڈیوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے جن میں بعض صحابی رسول کے بیٹے تھے۔ بعض حافظ قرآن تھے بعض عالم دفاصل تھے بعض ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا و رکازوں سے سنا کہ رسول اللہ اپنے فرزند حسین کو کس قدر چاہتے تھے۔ جن کی خاطر رسول اللہ اڑھٹ بنے پشت پر سوار کیا سجدہ کو طویل دیا۔ جن کے بارہ میں نہ پایا ان کا گوشت میرا گوشت ہے ان کا خون میرا خون ہے۔ باوجود اس علم و یقین کے۔ انہی مسلمانوں نے محنت جگر رسول کو بھوکا پیاسا۔ میدان کربلا میں قتل کر ڈالا۔ خاندان رسالت کو

شیعہ اور گریہ

(نوشتہ عالیجناب سید محمد باقر طباطبائی لکھنوی)
مجھ اس کا احساس ہے کہ میں ایک نازک مسئلہ پر نظر خیال کرنا چاہتا ہوں لیکن
میرا پرخوس مقصد اصلاح کی تجویز ہے اس لئے جو باتیں میں عرض کروں انھیں

سمجھا دینا اور ہے۔ نزول بلا پر شکر کے سجدہ اسے خلوص بجا لانا ایک نفس مطمئن نے
کر بلا کے میدان میں دکھا دیا ہے
اُس کے شارجہ تھا سجدے میں زیرِ خم رہتی ہوئی زمیں پر خوں میں بھری جبین سے
دہاں اسماعیل کے لئے جنت سے فدیہ آگیا تھا اور ذبیحہ اشرا بنی مادرِ گری
کی خدمت میں صبح و سالم پہنچ گئے تھے۔ یہاں حسین علیہ السلام بھی اپنی دکھائی
اُس سے جنت میں ملے لیکن کچھ عجب انداز سے جسم اطہر گھسائے نرم سے لالہ زار
اور سراقدس پر ابنِ آدم کی شفاعت کا تاج سے

ماتم حسین

(نتیجہ فکر بلند راج آل محمد جناب مرزا کاظم حسین صاحب شہرِ نظام لکھنؤ)

پیاسے کا ہے ماتم شہرِ دلگیر کا ماتم
میت کو سنبھالے ہوئے ہیں ہاتھ لگے ہیں
شہیر نے تیرا پنے بھی سینے پہ ہے کھایا
آتے ہی غم کے کھلے تعذیب خانے
عابد کی اسیری پہ قیامت ہے قیامت
گھرِ فاطمہ زہرا کا لٹا کر بے بلا میں
خیمے سے صدا آتی ہے ہے علی اکبر
عباس ہوں قاسم ہوں کہ اکبر ہوں کہ صفر
کا پنے ہیں غلک اور زمیں کو ہوئی جنبش
راٹھروں کے کھلے بالوں سے اندھیر ہوا ہے
بیکار نہیں نوحہ گری اہلِ عزرا کی
ہر ایک عزرا خانہ ہے دربارِ حسینی
لبوں عزرا ترے گا ہرگز نہ ابد تک
اکبر کے جنازے پہ قیامت ہوئی پرپا
میٹ جائیں گے وہ جو کہ مٹانے چاہتے ہیں
شیعوں کے دلوں میں ہے بنی قبرِ حسینی

شہیر کا ماتم کرو شہیر کا ماتم
کیونکر کریں بغیرِ اصغرِ شہیر کا ماتم
جی بھر کے کیا اکبر و دلگیر کا ماتم
ہر گھر میں بپا ہو گیا شہیر کا ماتم
کیوں ہونے عزاداروں میں زنجیر کا ماتم
کیونکر نہ ہوا الٹی ہوئی تقدیر کا ماتم
محبوب الہی کی ہے تصویر کا ماتم
ہر لاش پہ ہے شاہ کی ہمشیر کا ماتم
یوں ماں نے کیا اصغرِ شہیر کا ماتم
شہیر کی میت پہ خیمے ہمشیر کا ماتم
عابد کی اسیری پہ ہے زنجیر کا ماتم
یوں شیعوں میں ہے صاحبِ قبر کا ماتم
موقوف نہ ہو گا فلکِ پیر کا ماتم
اس زور پہ ہے زینبِ دلگیر کا ماتم
ناحشر رہے گا یونہی شہیر کا ماتم
ہل ظاہر و باطن ہو ایشیر کا ماتم

محشر دل سبیل کا لہو آنکھوں سے ٹپکا
یوں ہم نے کیا خسروِ دلگیر کا ماتم

سن ضرور لیا جائے پھر جوشِ شوق
معقول معلوم ہوں انھیں شرف
پذیری یا بختا جائے اور گلاز میں
مناسب نہ سمجھیں جائیں انھیں
بے تکلفی کے ساتھ رد بھی کر دیا جائے
اصل مضمون پر بحث کرنے سے
بچنے مناسب ہے کہ واقعہ کر بلا
کی اصلی غایت پر سرسری نگاہ
کر لی جائے۔ یہ حقیقت پوشیدہ
نہیں ہے کہ شہادتِ حسینی
ذبح اسماعیل کا تتمہ قرار دی گئی۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات
میں خداوندِ عالم نے ایسی شخصیت
ظاہر فرمائی تھی جس سے حکمِ باری
کی تعمیل کے لئے اپنا محبوب ترین
فرزند قربان کر دینے پر کمر باندھ لیا۔
خلیل اللہ معرضِ امتحان میں آئے
اور کم عمر اسماعیل کو خاک پر لٹا دیا
قربانی کے تمام لوازمات بجالائے
اور چھری کو حرکت بھی دی لیکن وہ
طنیانِ نادیں کو جگر گوشہِ خلیل
آید پر زنجیر و شہیدش ہی نہ کند
راز ہائے دل جاننے والے نے
باپ اور بیٹے کے جذبہ تسلیم و رضا
کا اندازہ کر لیا اور کامیابی کی سند
بھی عطا فرمادی۔ دنیا کو مسلم

ہو گیا کہ بارگاہِ عزوجل سے غفلت کا مرتبہ دل و جگر کی قوتِ آقا کر عطا ہوتا ہے اور
ایشاور قربانی کے لامحدود ثابت ہونے کے بعد۔

انسانیت اب بھی ارتقائی منازل طے کر رہی تھی۔ قدرت کو ابراہیم سے
بزرگ تر ہستی میدانِ عمل میں لانا مستطرد تھی مصیبت پر صبر و سکون کے ساتھ جہنِ نیاز

ایک خوشحال کن کن کی روٹی ڈالیں
پڑتی ہوا کھیرے شہید جس کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین بنا کر دنیا میں بھیجے
تھے۔ یہ مسئلہ نبوت ختم ہوا
تھا۔ ضرورت اس بات کی
تھی کہ کارِ تبلیغ پر ہر مہم ثبت
کر دی جائے۔ حسینی نے
اس مہمِ عظیم کا بیڑا اٹھایا اور
ہر چھپے اعباد کی جانفشانیوں کو
بقائے ابدی کے دامن سے
مطمئن بنا دیا۔ خونِ شہیدان
سے ہمہ گیر کربلا کو ن اس کی
اہمیت رکھتا تھا۔
کوئی بھی کشتی دیکھ کر شہرے روک لی
اک لاکھ لوگ بوند نہ تو لنگر بنا دیا
اسلام کا تپہ دھجی کہ وہ
ہر ملک و قوم کے لئے آیا ہے
اور یہ کہ اُس کا نظامِ ہی دنیا
تک قائم رہے گا واقعہ کر بلا کے
بعد قابلِ قبول ٹھہرتا ہے۔
حسین اور ان کے بھوکے
پیاسے ماضیوں کا معضلہ حق کی
بیرونی کے جرم میں انتہائی بیدار
سے قتل کر دیا جاتا، ان کے
اطہیت کا سیر ہونا اور عرب کے

ننگ و ناموس کو پس پشت ڈال کر شہیر کیا جانا اسے سبائب ہیں کہ دردِ دل
رکھنے والے انسان پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے۔ اس عالمگیر ہمدردی میں اسلام کے
باقی رہنے کا راز ہے۔
قل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

وہ کشتہ بزم جس پر زمین و آسمان خمیں آنسو روئے اگر انسانوں کے قلوب نرم کر دے تو حیرت کی بات نہیں۔ تعجب اُن سے کرنا چاہئے جو اس شہید راہِ خدا کے حالات میں اور مہرِ تر نہ کریں۔ شیعیان علی کو اہلبیت رسولؐ سے جوقبلی تعلق ہے اُس کا تقاضا ہی یہ ہے کہ نام حسینؑ سن کر دل جذباتِ عمِ دالم کا نشین بن جائے اور بے اختیار ریل اشک آنکھوں سے جاری ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر کمالِ قوم یہ واقعیت ہے کہ اُن کے فضائل و مناقب ہمیں گریہ پر جوشِ سرک کی حالت میں مجبور کر دیتے ہیں میں اس بات کو قابلِ صداقت سمجھتا ہوں اور شاید میرا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ رسول کریمؐ کے کسی حکم کی پابندی اُس شد و مد اور خلوص کے ساتھ نہیں کرتا جیسی حضرت شہیدؑ "قل لا اِلهَ الاَنتَ" علیہ اجراً الاَلمودۃ فی القربی" کے حکم کی کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کیسی خوشگوار اور امیلا فرا ہے لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمارا معیارِ محبت ناقص ہے۔ ہم ایک شدید غلط فہمی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا دعویٰ محبت اُس وقت قابلِ ستائش ہو سکتا ہے جب ہم اپنے کو صحیح معنی میں محبت کرنے والا ثابت کر سکیں۔ کیا ہم حسینؑ کا مقصد حیاتِ بخلہ کران سے دوستداری کا اَدعا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ان کے مصائب پر اُن کے قاتل بھی رو دیئے تھے۔ اگر ہم بھی چند آنسو بہا لیں تو حق محبت ادا نہیں ہوتا۔ ہم اپنی بھینفوں کا پامردی سے مقابلہ کریں اور حسینؑ کی تاسی میں باطل کے آگے تسلیم نہ کریں اُس وقت ہمارا دعویٰ محبت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اُن باتوں پر عمل پیرا ہیں جو اہلبیت علیہ السلام کو محبوب تھیں اور کیا ہم بتا سکتے ہیں کہ ہم اُن افعال سے اجتناب کرتے ہیں جن سے اُنھیں حد درجہ نفرت تھی؟ ایسی حالت میں بہتر ہوگا کہ ہم اُن کے مصائب پر رونے سے پیشتر اپنی حالتِ ذہن و ذرا پر گریہ کریں۔

رسولؐ و آل رسولؐ کی مرکزی توجہ ہمیشہ انسانی دنیا میں مکامِ اخلاق و عبادت کی نشر و اشاعت کی طرف رہی ہے۔ اُن کی انتھک کوششیں اس لئے تھیں کہ اُن کے تبعین میں اُن کے اوصافِ جمیلہ کا پرتو نظر آئے اور وہ اپنے عمل سے عالم کو دکھادیں کہ دنیا میں ہرگز آلائشِ دنیا سے کس طرح محفوظ رہا جاتا ہے، رنج و راحت کو کس طرح یکساں طور پر خدا کی نعمت سمجھا جاسکتا ہے اور حق و صداقت کی علمبرداری میں جان و مال سب کچھ کیونکر نثار کیا جاسکتا ہے۔ اُن ذواتِ مقدسہ نے مصائب و آلام اس لئے برداشت کئے تھے کہ اُن کی ہستی خیرِ دل کے دلوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر سکے اور جب ان کی پاک زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد اُن کے اسوہ حسنہ پہل کیا جائے تو انسان اپنی ادا اپنے بھمنوں کی زندگی کو خوشگوار بنا سکے۔ اُن کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ اُن کے ماننے والے اُن کے مصائب پر غور سے آنسو بہا لیں اور پھر اپنے کو ہر عملِ نیک کی ضرورت سے بری الذمہ سمجھ لیں۔ اسلام جو عمل اور محض عمل کو بزرگی کا معیار بتاتا ہے، جو کسی تفریق کو نہیں مانتا، جس میں شاہ و گدا تو مگر و بنیاد ایک صفت میں نظر آتے ہیں خلافِ عقل باتوں کو کیونکر دیکھ سکتا ہے خدا نام حسینؑ روحی لہ الفاذا کو اپنے مصائب سے زیادہ توجہ یزدی کی گمراہی کا غم تھا علیؑ اصغر معصوم کو سپردِ خاک کرنے کے بعد حضرت کا یہ فرمانا کہ "اے فرزندِ بھرترا غم بہت شاذ ہے لیکن یہ امر اہم بھی زیادہ کیفیت دہ ہے کہ اب مجھے اس کا پیشین

ہو گیا کہ یہ قوم راہِ راست پر نہیں آسکتی" میرے قول کا تین ثبوت ہے۔ بار ادا کریں سے شاکر اہلبیت نے انتہائی حسرت میں زندگی بسر کی۔ اُن کے لباسوں میں پیوند ہوتے تھے ادا ان کی فدا جوگی روحی اور تک سے متاثر نہ ہوتی تھی۔ مگر یہ شاذ ہی گوشگوار ہو سکا کہ انھوں نے اپنے لئے ایسی زندگی کو کھینچا پسند فرمایا تھا۔ مالِ غنیمت کے حصے جنھوں نے دوسروں کو متمول بنا دیا تھا علی مرتضیٰؑ کے ہاتھوں میں بھی آئے تھے لیکن شیرِ خدا کی جودِ طبیعت کو ناگوار تھا کہ لوٹ کا مال اپنے یا اپنے اہل و عیال پر صرف کرتے۔ وہ سب کا سب خزانہ دینے پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ جناب امیر کا اپنے کد میں سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت اپنے پیسے سے بھی آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے مگر ہم میں کتنے ناکارہ لوگ موجود ہیں جو زمین کھودا اور باغوں میں پانی دینا تو دیکھ کر تجارت کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں۔ آج کتنے ہی دولتمند حضرات خدا کا خون نہیں کرتے اور غریبوں کی مدد کرنے کے بجائے اُنھیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ایسے زبردستوں کو دولت پر غور کرنے کے بجائے اُس سے شرم کرنا چاہیے۔ سبطِ انِ عزبا کو جو قناعت کے غلط معنی سمجھے ہوئے ہیں اور اپنی حالتِ بھرپور کوشش نہیں کرتے اپنے اور اپنے متعلقین پر رحم کرنا چاہئے اور ہر ممکن طریقہ سے اہلِ حلال حاصل کرنے کی سعی کرنا چاہئے۔ قابلِ تحسین وہ نعرہ ہوتا ہے جو زود مال کو ٹھکرا دینے کے بعد اختیار کیا جائے۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ ہو جس کی فقری میں بولے اسد اُلٹی اقبال کی مرتبہ شناسی قابلِ غور ہے۔ "شان اسد اُلٹی" بڑی چیز ہے۔ "بولے اسد اُلٹی" فقر میں پیدا ہو جائے تو ساری دنیا کی جاننداری سے بہتر ہے۔

ذاکریں کے بیانات سے مستند ایسے نظائر پیش کئے جاسکتے ہیں جنھیں سن کر عوام الناس غلط نتائج پر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ ظہیم الشان واقعہ جس نے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اعلیٰ ترین مثالیں فراہم کی ہیں ہمارے ہاتھوں ایسی ناقدر شناسی کے عالم میں ہے کہ اُس سے افادیت کے عناصر ایک ایک کر کے غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ میں نے کیا کہا؟ نہیں، ہم نے واقعہ کرہا ہے پورا پورا سبق نہیں لیا انصار حسینؑ جان دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔

آج ہم بھی بعض مواقع پر حرمِ جذبہ کے تحت شبِ بیداریوں پر کثیر تہیں صرف کر دیتے ہیں۔ اتنی انجمنیں اپنی مد مقابل انجمن کا راستہ روک کر سینہ کوئی کی قوت آزادی ہیں اور کبھی کبھی جوش و دلاں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہی ہو جاتی ہیں۔ شہید کرہا کے ساتھیوں نے تین دن کی جھوک پیاس میں جہاد کا فریضہ ادا کیا تھا سو ہم بھی "یا لیتنی کنت معکم" کہہ لیتے ہیں۔ اب اگر ہم سے روزہ نہ رکھا جائے یا نماز پڑھنے کی عادت نہ ڈالی جاسکے تو اس کو ہماری ضرورتیں اور ذمہ داریوں کی کثرت پر مبنی سمجھنا چاہئے۔ احوال و انصاریکی بیسیاں اپنے وارثوں کو حسینؑ پر قربان کرتی تھیں اور بعدِ شہادت اسیریِ مصوبوں کو غنہ پشانی سے برداشت کرتی رہیں۔ ہماری عہد میں ہمارے اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد کے لئے بھی جیل جانے کے خیال سے لڑہ ہر اندام جھجاتی ہیں۔ آہ۔ آہ! ہم آپ سرورِ چین کے بعد امامِ مظلوم کی پیاس تو یاد کرتے ہیں لیکن اس پر اپنے کو آدہ نہیں

انسان بنو، انسانوں کی خصلتیں اپنے میں پیدا کرو۔ حق و صداقت کی حمایت میں اگر شمشیر و خنجر اور دار و رسن سے کھیلنا پڑے تو مردوں کی طرح کھیلو۔ اگر اس جذبہ کے ساتھ تم حسینی یا دیگر قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو نتیجہ معلوم!

اتحاد اور تنظیم

(نوشتہ عالیجناب سید مصطفیٰ حسین صاحب ہمدان از فیض آباد)

اتحاد آپس میں مل جل کر رہنے، نصیبت میں ایک دوسرے کے کام آنے۔ اختیار کے مقابلہ میں یک زبان اور یک دل ہونے۔ مذہبی اور سیاسی معاملات میں قومی مفاد کا خیال رکھنے۔ ہر دینی اور دنیوی امور میں باہمی جنگ نہ کرنے کا نام اتحاد ہے۔ جس قوم اور قبیلہ میں یہ باقیں محفوظ ہیں اس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہے۔ قوم تو قوم سلطنتیں آپس میں اتحاد رکھتی ہیں۔ ہمارے روزمرہ کے مشاہدات میں سے ہے کہ قطروں کے مل جانے سے دریا ہو جاتا ہے۔ سنگریزوں کی یکجائی سے پہاڑ بن جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی قوت دریا کی روک سکتی ہے نہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا سکتی ہے جب تک کہ یہاں دریا اور دریا کی جمادی چیزوں کا یہ عالم ہو تو اثرات مخلوقات انسان کو بدرجہ اولیٰ متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمارا جسم خود ایک کائنات ہے اور اعضاء و جوارح کس خوبی سے متحد ہیں۔ دل اپنی جگہ پر حکمران۔ دماغ اپنے مقام پر کارفرما لیکن رشتہ ارتباط و اتحاد قائم ہے اور ہر اعضاء و عناصر کے باہمی اتحاد اور ترتیب میں فرق آیا انسان طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوا اور مرض جب بڑھنے لگا تو تباہی مچنے لگی۔

کسی ملک میں رہ کر وہاں کی ضرورتوں کے موافق قوم کو تیار کرنا۔ سیاسی اداروں کا قیام۔ دنیوی اور دینی مدارس کا اجرا۔ قومی رضا کاروں کی تشکیل۔ قومی اخبارات اور رسائل کی نشر و اشاعت اور ان کی مالی شکلات کو دگر کرنا۔ دیگر امور کے لئے چندہ کی فراہمی۔ یتیموں کی خبر گیری۔ بے کاروں کو باروزگار بنانے کی تدابیر۔ مذہبی کافرنس کا انعقاد۔ کسی ایک دینی پیشوا کو قائد اعظم تسلیم کرنا اور اس کے ماتحت دیگر کارکنوں کا انتخاب۔ ضروری انجمنوں کا انعقاد۔ بچوں۔ جوانوں۔ بوڑھوں اور عورتوں کو ان کے رجحان طبع کے مطابق کاموں کی تقسیم کا نام تنظیم ہے۔ دور حاضر میں جو قوم غیر منظم ہوگی وہ برباد ہو جائے گی تعلیم کے ساتھ تنظیم کی بھی اشد ضرورت ہے بدلتی کی بدولت کتنی سلطنتیں تباہ ہو گئیں کس قدر جا بجا دیں اغیار کے قبضہ میں چلی گئیں۔

حسینی جماعت کا اتحاد

بڑی کی سمیت نہ کرنے میں چھوٹے سب متحد حسین کے اشاروں پر

کر سکتے کہ جہاں اسلام کے ایک بچے فرزند نے حق کو باطل سے میسر کرنے کے لئے اپنا خشک گلا کھلایا تھا تو اگر ہم سے بھی حمایت حق میں کوئی ادنیٰ ہی قربانی طلب ہو تو ہم اس سے دریغ نہ کریں۔

پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ آج ہندوستان میں ظیموں سے زیادہ غیر منظم اور بے قوتی قوم نہیں ہے۔ کیا ہم غیر منظم اور ابتر رہ کر صغیر ہستی پر باقی رہ سکتے ہیں؟ ہندوستان کو خاص وطن پرستوں کی ضرورت ہے جن کی تعداد ہمسایہ قومیں فراہم کر رہی ہیں۔ اگر آج ہم باہر پر ہمارے بیٹے رہے تو کل آباد ہندوستان پر ہمارا کوئی حق نہ ہوگا اور ہم پر عرصہ حیات تنگ ہو جائیگا۔ ہم میں علماء و فضلاء کی کمی نہیں، ہم میں ایسے عالی دماغ افراد موجود ہیں جن پر ہمارے وطن کو بجا طبع پر ناز ہے۔ لیکن ہماری آشفستہ حال قوم کو سدھارنے کے لئے سب یکساں طور پر بے کار ہیں۔ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ سے میری اپیل ہے اب اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنے کا وقت نہیں ہے۔ فرسودہ اور تباہ کن رسوم کو ترک کرو۔ کسی تقریب میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر روپیہ خرچ نہ کرو۔ اس لئے کہ قرض لیکر صرف کرنا و وصولی سے خالی نہیں۔ نام و نمود حاصل کرنے کی غرض سے یا بچھلی شہرت کو محفوظ رکھنے کے خیال سے۔ دونوں صورتوں میں خلوص سے ثواب کے رخصت ہو جاتا ہے اور قرض لینے کا گناہ باقی رہ جاتا ہے۔ ہمارے قومی ادارے مغرب آدمی کی طرح ناقص زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی بے عزتیاں کی خبریں تم تک پہنچتی رہتی ہیں اور بلاشبہ تمہارا ضمیر ان بد امتظامیوں سے نفرت کرتا رہتا ہے۔ خدا را اس کا مصمم نتیجہ کر لو کہ جب یہ ادارے تمہارے ہاتھوں میں آئیں گے تو تم ان غایبوں کو ہرگز روا نہ رکھو گے۔ مجلس حسین چلے گئے نعمت غفلت ہے۔ یہی ہماری بقا کا باعث رہی ہے۔ اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لو اور فلسفہ شہادت دنیا والوں تک پہنچاؤ اور اپنی قوم میں اس سے تازہ روح پھونک دو۔ اختیار تمہیں "لمت گرے ٹن" کہتے ہیں۔ اٹھو اور دنیا کو بتا دو کہ تم حسین پر روئے ہی نہیں ہو ان کی پیروی کی بھی سہی کہتے ہو اپنی محفلوں اور مجلسوں کو ہر فرقہ کے لئے قابل برداشت بلکہ دلکش بنانے کی کوشش کرو حسین تمہارا تعاری ملکیت نہیں ہے۔ شہادت حسین ابد الابد ایک انسانیت کے لئے بہترین درس ہے۔ گرے کو مجلس کی کامیابی کا میار نہ بناؤ بلکہ اپنی کامیابی اس بات میں سمجھو کہ تم نے شہادت حسین کا مقصد کسی نہ کسی حد تک حوام کو سمجھا دیا۔ اب زمانہ کے حالات بدل چکے ہیں۔ خیالات میں انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ خالی آنسو بہانا اور سینہ کو بی اُتنا ضروری نہیں جتنا حسین مظلوم کی سچی تاسی۔ ایک زمانہ تھا کہ تمہارا رونا اور ماتم کرنا احتجاجی شان رکھتا تھا اور اس سے قربانی کے تیور ظاہر ہوتے تھے۔ مگر اب ظلم و استبداد، غارت و غفلت کے خلاف تمہارے احتجاج کو دوسرا عملی پہلو اختیار کرنا چاہیے۔ مرد میدان بننے کی ضرورت ہے۔ اپنے ہر حرکت و سکون میں جو اغز دی اور دلیری کے آثار نمایاں کرنے کی حاجت ہے۔ شہداء کے بلا کو اب ان آنسوؤں کی ضرورت نہیں ہے جن میں سرفروشی اور قربانی کے نذ کی خداسی بھی جھلک نہیں دکھائی دیتی۔ کر بلا کے خمیدوں کا انوکھ سے اس کا مطالبہ کر رہا ہے کہ

جان دینے کو سب تیار۔ بھوکے پیاسے رہنے میں اتحاد حسین کا ساتھ دینے میں ایک لائے۔ تیروں کی بوجھ میں بھی واجب کے ترکہ کرنے میں متفق۔ مٹی دل فوج کا مقابلہ کرنے میں سب کی زبان ایک سب کے دل یکساں۔ حق کے سامنے سب۔ باطل کا مخالفت ہر ایک۔ مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہن دیار بہ دیار بے مقصد و چادر بھر کر دنیا کو یہ دکھلا دیا کہ ہم بھی باطل کو شکست دینے میں تہہ ہیں۔

بہتر شدہ کی تنظیم

سب نے حسین کو اپنا قائد اعظم اور پیشوا سمجھا۔ قائد سرفراز سواریاں ہتھکڑیاں عورتوں کو محلوں میں حفاظت کے ساتھ بھلایا۔ گرمی کی شدت اور راد میں پانی کی قلت کی وجہ سے کافی مشکلیں پانی سپہ بھرے ہوئے ساتھ رکھیں۔ کربلا میں پہنچ کر دم کی دم میں خیمے نصب کئے اور خیموں کے گرد خندق کھود ڈالی گئی۔ چھوٹے سے لشکر کی ترتیب چار حصوں میں دے کر حضرت عباسؓ کو حملہ فوج بنایا گیا۔ رفقہا شہب میں خیموں کے گرد پھر اسکے۔ عاقل کو جب ناز کا وقت آگیا صفے بچھ گئے اور جانناڑ سینوں کو تان کر کھڑے ہو گئے تاکہ کوئی تیر امام تک نہ پہنچے اس طرح سے تیروں کی بوجھ میں آخری نازاوا کی گئی۔ جنگ کے لئے جب ایک بہادر جاتا

مضطرب جب قلب ہو پھر چپے کیونکر رہاں

(نتیجہ فکر بلند جناب سید نواب علی صاحب نقیر سندیلوی)

ذکر جس کا آج تک جاری ہے زیر آسمان کھل گیا ماہ محرم میں جو تھا رازِ نہاں قیس نے بھی جا کے کوفہ میں فدا کی جان روزِ عاشورہ بہتر ہو گئیں شہرِ بانیاں کربلا میں بہ گئیں صد حیف خون کی ندیاں آگ سے خیمے جلے قیدی بنے پسماندگان پاؤں میں بیمار کے والی گئی تھیں بیڑیاں شمرے مارے طمانچے اور لٹکائیں سیلیاں کس طرح پہنچا اسیرانِ تم کا کارواں زخم سے نکل ہوئی تھیں ساق پاکی ہڈیاں پشت پر اُجھڑے ہوئے تھے تازیانوں کے نشان آلِ پیغمبر نے جھیلیں ہائے کیسی سختیاں آئیں تھیں بالوں سے نہ اپنے چھپائے سبیاں سرنگوں دربار میں داخل ہوئیں سیدانیاں صبرِ آلِ مصطفیٰ کا ہو رہا تھا امتحان جو کہ پڑھتے تھے نازیں ادا دیتے تھے اذراں بانیِ ظلم و ستم مٹا رہتے سب سیگیاں

اہل دل میں ہونہ ذکر کر بلا کیوں کر آئیں پھر مضطرب جب قلب ہو پھر چپے کیونکر رہاں

کس قدر پردہ ہے کرب بلا کی داستاں عیدِ قرباں کے مہینے سے ہوئی ہے ابتدا بانیِ وسلم ہوئے صد حیف کوفہ میں شہید تیس دن کا فصل تھا آغاز اور انجام میں دوپہر میں گھر چیمبر کا ہوا تارا آج آہ ہو چکا تشنہ دہن جب قتلِ فرزندِ رسولِ ربیماں سے زینبِ کلثوم کے شائے بندھے کربلا میں رحم کے قابل نہ تھے بچے یتیم کربلا سے تابہ کوفہ اور پھر تارا ملک شام قلعے میں پاپیادہ سید سجاد تھے طوق گردن میں پڑا تھا پاؤں میں زنجیر تھی قید خانہ بھی ملا جو جنگ اور تار ایک تھا آہ۔ جب لائے گئے اہلِ حرم دربار میں دخترانِ فاطمہ کے سر پہ چادر بھی نہ تھی ساتھ سو بیٹھے ہوئے تھے جس جگر کسی نہیں ظلم کے بانی مسلمان تھے کوئی کا درد تھا درحقیقت کلمہ گو یہ بدتر از کفارت تھے

اور جانناڑی سے قتل ہو جاتا تو دوسرا اُس کی جگہ پر فوراً پہنچ جاتا تاکہ دشمن کا رخ حسین کی جانب نہ ہو اور ناموسِ نبی اندھے محفوظ رہیں۔ جانناڑوں نے جب اس طرح سے حق اور حسین پر تنظیم کے ساتھ اپنی جانیں قربان کی ہشتا ہے بچنے بھی اس لاجواب تنظیم میں حصہ لینا چاہا۔ باب کے ہاتھوں پر تھا مجاہد تنظیم کو مکمل اور شہادتِ حسین کو ظلم کو نشانے کے لئے میدان میں لایا اور

ہنس کھیل کر حرم کے تیر کا نشانہ بنا۔ بعد قتل حسینؑ بیمار فرزند سیدانیاں کا منہ بنا اور حسینؑ کی تنظیم کا سلسلہ جاری رکھا ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنیں اور پاؤں میں بیڑیاں انداس عالم میں بھی کبھی پھر بھی کو تسکین دیتا کبھی بہن کی دھجی کرتا۔ ہماری تنظیم کے لئے جناب زینب نے ایک مجلس کی بنیاد ڈالی اور کربلا کے خونچکاں واقعات کو یادگار کی صورت میں پیش کیا۔

ہمارا اتفاق

خاندگی میں ایک دوسرے پر اعتراضات کی بوجھار۔ غریب امیر میں تصادم۔ رئیس رئیس میں نفاق۔ زمینداروں میں جنگ۔ علماء میں کشمکش دینی طلباء اور مدرسین میں ان بن۔ پیشہ دروں میں تصادم انجمنوں میں لڑائی۔ انگریزی دانوں میں نفاق۔ جدید تعلیم یافتہ اور علماء میں تصادم۔ کانفرنس میں متبذربا رتیاں۔ حقوق طلبی میں خیالات جدا گانہ۔ کسی کا غیوہ رئیس پرستی کسی کا طریقہ اکثریت کی پرستش۔ رؤسا کو قومی اداروں سے نفرت غیر جانبدار رہنے کا شیوہ اختیار کئے ہوئے۔ قومی اخبارات میں جنگ۔ کوئی رئیس قومی مفاد کے خلاف اخبار کے لئے تن من دھن قربان کرتا ہے اور کوئی گھر میں دولت جمع کئے ہوئے رنگ ریموں میں مصروف ہے۔ کوئی شریعت اسلام ماننے اور شیعیت کو پامال کرنے میں متکبر۔ کوئی نام و نود کا غلبہ کوئی عقیدہ پسند۔ کوئی انقلاب پسند۔ کوئی قدامت پسند نظر آتا ہے ہم اقلیت میں ہیں اور اقلیت کی ہمیشہ تقدیر ہو کر رہنے کی ضرورت ہے اگر ہم دینی آپس میں لڑتے رہے اور شیعیت کا اعلان کرنے اور حقوق طلبی میں خاموش رہے تو ہم ایک بکا عضوِ شاہی ہو گئے اور شیعہ کے جانے کے مستحق نہ ہوں گے۔ ہم کو کربلا کی حسینؑ کی جامعیت کے احاطے سے سبق لینا چاہیے۔

نہایت شہید

نوشہ عالیجناب مرزا ذوالعالی صاحب خجندی

مہم

از تہذیب خراب پند سجاد حسین صاحب المخلص بہ شہید بنیرہ وجاں حشر ملک شہزادہ جبار شہزادہ

حسین بن علیؑ کے غم میں میری آنکھیں دھوئی ہیں
 بہت آنی کھلے گل نظم و گلشن نبی مجالس
 غم شپیر میں آنسو بہاتی ہیں مری آنکھیں
 یہ کم ہے آبروئے روز و لوشاہ کے غم میں
 یہ فلک نہ بیان حق کی ہیں بحر کفر کی موجیں
 غم شپیر میں گر یہ کو بدعت حسانے والو
 جسے کہتے ہیں اسلام یہ ابھتا دریا ہے
 جو حبت مول لینا ہے غم شپیر میں دُور
 جنھیں دعوئے ہر غیبت کر کے تازہ گل کھلایا
 مسلمان یوں تو سب ہلام کو دریا کی ہرگی ہر
 بنی کے رشک الفت میں یا موتی پروتی ہیں
 صد غنچے چٹکنے کی ہے یا لعین ہوتی ہیں
 کہ بحر مغفرت میں کشتی عصیان ڈبوئی ہیں
 تمہارے اشکوں سے رمال کو زہرا بھگوتی ہیں
 بچو تو بہ کردی کشتی ایمان ڈبوئی ہیں
 خبر بھی ہے محمدؐ روتے ہیں مہموتی ہیں
 یہاں روک آ کر ساری تو میں ہر دہائی ہیں
 جنھیں آنسو بھستے ہو یہی انمول موتی ہیں
 یقینی وہ بائیں اپنے حق میں کانٹے ہوتی ہیں
 مگر سچے ہیں کم انہیں زیادہ چھوٹے موتی ہیں

میں مضمون تو بتا ہے تھا تو شہید اکثر
 یہی باتیں تو دلیں غیر کے کانٹے چھوٹی ہیں

کوی شبہ
 نہیں کہ میتوں
 کو لب قدرت
 نے زبان بول
 سے "عبث فی القوت"
 کا وفا کو شش
 درس دیا تھا
 اور اسی محبت
 کو "اجریات"
 فرما کر واجب
 قرار دے دیا
 تھا۔ اس میں
 بھی کلام نہیں
 ہو سکا کہ ہر
 کے قلبی صفوں
 پر تمام وہ آئین
 اور حدیثیں
 ثبت ہو چکی
 تھیں جو مختلف
 مقاموں پر
 نئے عنوانوں
 سے گوش
 زد ہوئی تھیں
 پھر بھی یہ بھولنے
 والی چیز نہیں
 ہے کہ سیکر کو
 دلچسپی والی
 آنکھوں کے

نوشہ عالیجناب
 غم شپیر میں
 عشق و محبت
 کے ساتھ گذر
 رہا تھا۔ اس
 کی ہر محبت
 ہی بیداروں
 کا سامنے کر
 انی گردوں
 پر غور اور موتی
 تھی اور اس کی
 پر جان بگڑا ہوا
 و مصائب کی
 بارش کرتی
 ہوئی شام
 غم سے تبدیل
 ہو جاتی تھی
 کہ باکی زمین
 کا ایک ایک
 ذرہ اس کی
 وقت کے
 خفت سے
 رزہ بر اندام
 تھا جب
 دوش بنی
 پر سوار ہو کر
 سر بلند ہونے
 والا جہیز
 بیکارگی کا

برودن پر وہ رغبت و وقار مرقعہ مرتب تھے جو زرخیز میں گھرے ہوئے
 حنین کے مرا شب عروجاہ کی فراخوش شدہ یاد کو کندہ کر کے جابانے
 مانے حافظے میں اس طرح تھ کر دیتے تھے جسے وہ جہر مناظر
 نینا کے رنگینان میں ہر ترتیب سے آراستہ ہر چہ ہیں۔

شہزادہ پشت مرکب سے پھسل کر اس کی گود میں آنے والا تھا
 اور اس کی کٹی ہوئی شہرگ کا پاک لہو اس کے خاک و امن میں
 منجھب ہو کر وہ پاکیزگی و طہارت بخشنے والا تھا جو خدا کی ساری
 مصلحتی میں کسی زمین کو حاصل ہوئی ہے وہ پالا باو تک نصیب ہو چکا

حاصل نہ کر سکیں؟

یہ درست ہے کہ عباس اور علی اکبر کے دست بقیہ مہرے اور جانشینوں کی موجودگی میں ایشامیوں کو اس ظالمانہ مقصد میں کامیابی کا امکان سطلق نہ تھا لیکن اس وحشیہ و صلیح جرات نے جو محنت اللعالمین کی تعلیمات کا مکمل و صحیح نمونہ تھی۔ اپنی جانب سے جنگ کا آغاز کرنا گواہ کرتے ہوئے میان سے کھینچ آنے والی ہاشمی تلواریں کو دوبارہ ایشام میں بھیج کر شریعت پروردن کی تعمیل کر دی۔

نبی زادے کی صلیح و شہر فریادوں کے فونی عزائم میں کوئی تبدیلی بدلتی نہ ہو سکی۔ جو فنی محرم سے فوجوں کا تاشا بندہ گیا نزاروں ہاتھ صفت فرخوار مختلف سرداروں کی قیادت میں چند ناگردہ گناہ کے خون سے حربی آلات کو رنگنے کے لئے آئے تھے۔ ساتویں محرم تک انہی کافی جمعیت ہو گئی کہ فوج کے سالار نے ابن نیاوی کی تاکید پر تحریک سے گھاٹ روک کر جابر نزار وحشی کو فین اور شامیوں کا زیر دست بہرہ بٹھا دیا۔ اس ظلم کا شایہ تھا کہ ختم المصلین کا خاندان رزق و روزی بانی کے ایک ایک قطرے کو ترس جائے!

نویں محرم کو وہ اسفل الناس جس کے نام سے انسانیت کاٹوا پر ہاتھ دسرتی ہے اپنی ماتحت سپاہ کے ساتھ وارد ہوا اور اپنے بے رحم ہاتھوں سے بالآخر وہ روشن چراغ بھادیا جس نے اپنے پاک لہر سے اسلام کی مشعل منور رکھنے کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا۔ شمر کی آمد سے آل رسول پر جان اور صدمہ مصائب نازل ہوئے وہاں سب سے بڑی مصیبت یہ بھی وارد ہوئی کہ چھ بیٹے کی جان علی ہنجر کی مان کا دودھ خشک ہو گیا اور وہ بے زبان بچہ بھوک اور پیاس کی تکلیف سے زپ زپ کے اہل حرم کی آنکھوں میں دینا اندھیر کرنے لگا۔ جینی حیا میں قیامت برپا ہو گئی۔ بیباں اس سو ہو کر ایک ایک کا منہ تاسکتے لیکن پاک سنیوں میں حق پرست دل دھڑکنے لگے بچے ہاتھوں میں سوکھے سوکھے کوزے لئے بانی کی جاہ میں بکھرنے لگے۔ جب پیاس کی شدت سے حلق میں کوئی نیانکا نیا پڑتا تو مصیبت منہ انداز سے "العطش! العطش!" کے دھڑاقل نعرے بلند کر کے فضا کو متاثر کرنے لگتے۔

سراپردہ عصمت و طہارت کے قریب سی کونین کا شہزادہ کسی پروردی افروز تھا۔ جین مبارک پر سجدوں کا فغان تانبہ تھا اگرچہ وہ حافی افکار و آلام کی سیل ساعت باعث بڑھتی جاتی تھی لیکن قلب مطہر میں اضطراب و اضطراب کو بانہ تھا فطری استقلال میں نہ تلنے والے ہاتھ کے مانہ اپنے مرکز پر قائم تھا۔ تلوا بیوں کی رزہ خیر بھگارتیں۔ نیزوں کی خیر کن لنگ اور گھوڑوں کی جگر شکات ٹاپوں سے لڑتی ہوئی زمین سے طبعی شجاعت و جرات

وہ مجتمع ہوئے تھے اس پاک شخصیت کو فنا کا جام پلانے کے لئے جو ایک دفعہ بھونٹی سی عیالین یادوں اچھ جائے کے باعث اس وقت سجد کے صحن میں گڑا تھا جب خدا کا رسول نہایت ہی مفید خطبہ پڑھنے میں مشغول تھا۔ لیکن اس واقعہ کے ساتھ ہی نامقام خطبہ جہان کا تہان چھوڑ دیا گیا اور زمانے کے آخری پیغمبر نے کچھ ایسے اضطراب پریشانی کے عالم میں عورتہ منبر سے جدا ہو کر کچھ گونہ غوش میں سنبھال لیا کہ خود بھی اپنے اضطرابی فعل کا احساس نہ کر سکا؟ وہ صفت آرا ہوئے تھے اس بلند مرتبہ انسان کا دل توڑنے کو جس کی خاطر شکنی گوارا نہ کرتے ہوئے قدرت نے ایک فرخوار بھیرنے کو محض اس واسطے پہنچی پر مسلط فرما دیا تھا کہ وہ رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپکنے سے پہلے وہاں حاضر ہو کے اپنے درد سگریٹ کو بھی پیش کر دے۔

اوتھوں نے آب و دوا نہ کیا تھا اس مظلوم و بیکس پر جسے عین مشیت الہی کچھ کر حبیب کبریائے اس وقت زبان مبارک جبا جبا کے پرورش کیا تھا جب اس صاحبزادے نے عالم لاہوت سے سفر کر کے نبی دفعہ منہ شہود کو اپنے قدم کی برکتوں سے مالامال کیا تھا اور جس کے نوش فرمانے کو جنت کے ہوئے اتر کرتے تھے۔ وہ آیات فزانی اور وحی ربانی کی فانوس میں جگمانے والی امامت کی سیخ کو کفر و ضلالت کی ظلمت پاش آندھیوں سے گل کر دینے کا تہیہ کئے ہوئے ٹڈی دل کی طرح چھانچکے تھے۔ خاندان مظالم کا روح شکن سلسلہ جاری ہو چکا تھا اور خاصان خدا زہرہ گداز امتحان کی بلاخیز یونین میں کمال صبر و شکر کے ساتھ ایمان افروز مظاہر کرنے میں مصروف تھے۔

جمعہ کو یہ ہے کہ ان چند فداکاروں نے نصرت و رفاقت کا فریقہ ادا کر کے دنیا کے ساتھ تربیت رسول اللہ کی ایسی عظیم النظیر تصویر پیش کر دی ہے جو رستی دنیا تک باطل پرستوں کا سلطان کرنے میں ایک حق کو مایہ نہ کرے گی اور صداقت پر طلبائے کربلا کے خرچچاں آئینے میں ہمیشہ ہمیشہ حق کا جلوہ ملاحظہ کرتے رہیں گے۔

۱۳۵۵ھ

ارض علی کا یہ مظلوم مافز نئے نئے بچوں، جوار رسالت میں بسنے والی طیب و طاهر عورتوں اور عیالین فدا کرنے والے وفادار تھروں کو ساتھ لئے ہوئے مدد سہری محرم کو فرائض کے کنارے خیمہ زن ہوا تھا۔ مگر کتنی عجیب بات ہے کہ بڑی بڑی درندوں نے ساتھی کوڑے جگر بند کو ترانی سے بہت کر اپنی جگر قیام بد ہوئے پر عبور کیا جان سے ہنر کا لہر اتارنا بانی نظر بھی آجائے کہ جس کی فرحت بیز خلی سے بچے ہوئے قلب و جگر شکن دلی کی نعمتیں

پر مطلقاً از اندازی بہن کی تھی وہ بچوں کی مظلومی اور متورات کی بے بسی سے بھی دل برداشتہ نہ تھا۔ اسے بخوبی علم تھا کہ صرف انہیں مقدس قربانوں اشیاء اور جبر و قہر سے کام لے کر مادی طاقتوں کو مغتوج اور ظالم و جاہل پانچہ بنے کفر و لجاجت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز یہی ایک واحد ترین سیر ہے۔ جو دینِ محمدی کے احیاء کا موجب بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

آفتاب کو زوال سے بچا تھا۔ مظلوم طبع ہائیں میں کیے خیالات جمع ہوئے کہ وہ دونوں آنکھیں بند نہ لیں۔ شاید کچھ غمزدگی بھی عارضی ہوگی اسراحت پر رنج کے جانِ ناشدوں نے گفتگو کا سلسلہ موقوف کر دیا اور خاموشی کے ساتھ بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

غموزدگی دیر نہ گزری تھی کہ بیرون کا قہار فکریہ لمبے عربی نیز سے حید کے تیغین چھٹا تا، سیلاب کی طرح سر پہ آ پہنچا۔ غازیوں نے فی الفور آگے بڑھ کر ان کی گستاخانہ پیش قدمی کو روکا۔ نا وقت نقل و حرکت کی وجہ دریافت کی اور یہ سن کر کہ وہ اپنے امیر کے حکم سے اس لئے آئے ہیں کہ حسینؑ پر زبرد کی بیعت قبول کریں یا جگہ پر تیار ہو جائیں کہ ہم ان کے تن سے سر جدا کر کے والئی شام کے دربار میں بھیج سکیں۔

یہ سب درجہ ملعون و مہودہ غرض تھی کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے تیر و برل گئے۔ مصفا سینوں میں وفا کا دریا جوش مارنے لگا اور بالکل غیر ارادی طور سے ان کے ہاتھ بڑھ بڑھ کے تلوار کے قبضے پر جا پڑے۔ مگر مجبور تھے کہ امام نے منور جہاد کا اذن عطا نہیں کیا تھا ورنہ برق و شمشیر تیغیں بدو اھد خیر و خندق کا سماں پیش کر دیتیں اور عجیب نہ تھا کہ "لافی الاعلیٰ و سعید الاذوا لفقار" کی بانگ لگانے والا ملک آج پھر عالم ملکوت سے اتر کر بلا کے میدان میں بالکل ہی انوکھی شان سے آواز بلند کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔

دریافت کر کے واپس ہونے والے جیسے ہی اپنے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے ویسے ہی جوانانِ حبت کے سردار نے آنکھیں کھول کر دریافت فرمایا: "یہ کیا ہے؟"

عباس بن علیؑ نے دستِ ادب باندھ اہ آگے بڑھ کر تباہیوں کا پیام عرض کیا۔ حکم ہوا کہ ان سے صرف ایک رات کی مہلت طلب کر دو خواہش ہے کہ یہ آخری رات مجبور کی عبادت میں بسر کرنے کے بعد نکل صحیح عجزہ جراب دے دیا جائے۔

"مصفا و طاقت" کہہ کر وفادار بھائی بچھلے قدم واپس ہوا۔ جو کچھ امام کا ارشاد تھا اصرار سے سمجھا دیا۔ پہلے تو شمر نے مہلت دے جانے سے اختلاف کیا۔ پھر بڑی قیل و قال کے بعد رسول زادے کی یہ خواہش منظور کر لی گئی۔

دن ڈھلا، شام ہوئی اور شامِ حبت کی صبح اہل بیتِ نبوت کی ان بے نظیر قربانوں کا بیانیہ سلسلہ کہ جن مشرق پر نور اور سورج دلی

تھی جسے دنیا کی تاریخی کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ جب بنی زادن کا وہ پاک و پاکیزہ خون گرم زمین پر پانی کی طرح بہہ جائے گا جس کی ہمارت پر "آپ قلمبر" آج بھی بھاری کمرے شہادت دے رہی ہے۔

شام کے تیر و باطن لشکر میں خاک لکڑیوں کے شعلوں، عوی اور کافری شمعوں کی روشنی نے چراغان کی کیفیت پیدا کر دی۔ کھانے پینے اور پہلو پرھیل کرنے۔ سو فادوں کو زہریں کھانے کے کام جاری ہو گئے۔ سرد خراہوں کے دل قوی تھے کہ ہتھ بھوکے پیاسے مظلوموں کے مقابلے میں دولاٹھ قومی تن اور شکم سیر جمعیت موجود ہے۔ شاید آفتاب بلند بھی نہ ہونے پائے گا کہ فاتحانہ مراجعت عمل میں آجائے گی۔ حکومتِ رسے کا خواب دیکھنے والا سود کا مخوس بننا حریری خیمے کے اندر نمود سحر کے ہشتیاق میں تاحہ گن رہا تھا۔ دیرینہ مراد پوری ہونے میں ابھار ایک رات کا پردارہ گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آلِ محمد کا سفید ڈوبتے ہی اس کی دینی و فرائضات کا ساتھ طلوع ہو گا۔ سسکا لشکر میں حرص کے سرا کوئی فرد ایسی نہ تھی جس نے اپنی خوش قبالی کو مظلوم کربا کے سر سے دالتہ نہ کر دیا میرا!

اس کے برخلاف اسی جھوٹی سی فوج میں جس کے سر جاحین بن علی تھے بالکل برعکس معاملہ تھا۔ اس کا ایک ایک سر فرد ش چاہے وہ بڑھاپا یا جوان یا منور طفلی کے گویاے میں بیٹا لینے والا کچھ سو یوم قربانی کے انتظار میں غرق تھا۔ اس نے دنیائی طرف سے آنکھیں پھیر کر آخرت کی جانب لنگھتی باندھ لی تھی۔ اس کو صاف نظر آ رہا تھا کہ جنت کے لہلہ ہونے باغات اس کے شوق میں چشمِ براہ ہیں کوثر و نسیم کے چھلکنے سونے سا خود عورت پیش کر رہے ہیں۔ حور و غلمان کی صفیں ہشتی زیب و زینت کے ساتھ خوش آمدید کہنے کو تیار ہیں اور جبرائیل و میکائیل شتیاق میں آغوش پھیلائے کھڑے ہیں۔

کیا اتنی سستی خبت اور کبھی مل سکتی ہے وہ ذی عقل و دہش لوگ ایسے نادان نہ تھے کہ متعارف و پائیدار زندگی کے قیاس میں مبتلا ہو کر اس عظیم ترین نعمت سے دست کشی اختیار کر لیتے۔ انھیں نجات کا رستہ مل گیا تھا اور اب وہ دنیا کی رنگینوں پر لہلوٹ ہو کر مراطہ مستقیم سے ہٹنا نہیں چاہتے تھے۔

آج کی رات، جو دنیا میں ان کی زندگی کی آخری رات تھی ان کے واسطے بڑے بڑے کام لے کے آتی تھی۔ کبھی وہ پیغمبرِ زاویوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے میں بدل کر شان سوتے۔ کبھی عہد شکن حریفوں سے خیمہ گاہ کی حفاظت کا اصرار کرتے۔ گاہ جاد کا بڑھاپا شوق جنگی سٹیل کی صفیں پر متوجہ کرتا اور گاہ جی بھر کے امام کا دیدار کرنے کی تمنا میں کی حضور میں حاضر کر دیتی۔

اس سے بھی اہم فریضہ مجبورِ برحق کی بندگی تھی۔ آج انھوں نے اپنی تمام نقل و حرکت کو عبادت کے رنگ میں لپیٹ لیا تھا ان کا کوئی لمحہ خواہ کے فکر و فکر سے خالی نہ تھا ورنہ میں حق آمد نہ ہاں پر قرآن مجید کی

انہیں یقین۔ حقیقت یہ ہے کہ اس رات میں کہلاوا لون نے جس خلوص و محکم قلب سے اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کی ہے اگر دنیا سزاواروں بارگزدش کرے تو بھی اس کی ادنیٰ مثال لانے سے قاصر ہے۔

نذر رفتہ عرش کو تاہ ہری مشرق کی جانب سے ملکی ملکی سفیدی بیج کے غود کی خرد بنے لگی۔ غلامیوں نے فکر کی ناز کا اتہام شروع کر دیا جس سے سرخوشوں کو پانی تو لکھن نہ تھا کہ دھڑکے تاجاری درجہ تبسم سے فارغ ہو کر خیمے کے در پر حاضر ہوئے لگے۔

(۱۰)

نماز سہری اور اس اسلوب سے سہری کہ اس سے پہلے کبھی دہی نماز سہری تھی۔ نہ اس کے بعد کبھی سہری لگی۔ خدا کے دشمنوں کی صفوں سے زہریلے تبر، رسات کی دھواں دھار بادش کی طرح بس رہے تھے۔ شمع امت کے دود کو زبردانی اپنی جانیں نثار کرنے کو سیدہ سرکے مصلے کے سامنے رکھے رہے اور مخالفین کی طرف سے آنے والے تیروں کو سیدہ تان تان کے دل پر دوکے جاتے تھے۔ امام کے عقب میں ماموم کی بھوٹی چھوٹی صفیں یقین خلوص کا یہ عالم تھا کہ تیروں کی بو بھار بھو لون کی بارش بن گئی تھی! ان کے دلوں میں اضطراب تھا نہ چہرہ پر اداسی تھی۔ رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق کچھ بچھڑتا تھا تاہنا تھا اور سنا زخم ہوئی اور دردوں جاں نثاروں نے ریت پر گر کر دم توڑ دیا۔

منور زیہ بھڑاسا لشکر رزمی اھوں کے مطابق مرتب ہوا تھا کہ دو لاکھ آہن پوشوں کا لشکر ملتا رکھتا ہوا بڑھا۔ دلیر جاہلوں نے زمین پر گھٹنے ٹیک ٹیک نیزے سیدھے کر دیئے لیکن چڑھے ہوئے سمندر کی خوں ریز موجیں سمٹ سمٹ کر واپس ہوئیں تو پچاس عجیب دھاک و خون میں لٹھڑے دم توڑ رہے تھے۔

اس سگ کے بعد ہی شہاد تون کا المناک سلسلہ جاری ہو گیا حسین کا جونا ہر ذن لے کر میدان میں قدم رکھتا تھا اپنے شیرازہ حملوں سے اعدائے دین کے قلوب لرزاتے اور نامی گرامی پہلو انوں کو خون میں لٹکانے کے بعد سزا دین سے یکہ و تنہا بیکار کرتا سوا شہادت نوش کر لیتا تھا۔ جب فرس کی زین خالی کرنے لگتا تھا تو اپنے آقا و مولیٰ کو بلند آواز سے آخری تسلیم کرتا تھا۔ رحیم و کریم آقائی انوں اس کی خبر گیری کو روانہ ہوجاتا تھا۔ کھڑک یا دھون اور عزیزوں کا صفایا ہو گیا۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا جب بھائی بھتیجے۔ بیٹے بھائی اور انصار و مددگار میں کوئی باقی نہ رہا اور غریب یتیم و یتیموں کے زرخیز زمین یکہ و تنہا رہ گیا۔ اس نے ایک ایک شہید کا نام لے لیکر بیکار اور جراب ز پا کر خمیہ گاہ کی طرف واپس ہوا۔ دل پر بہتر دوا نہ تھی اور زخموں سے جتنا جتنا خون رس رہا تھا۔ خیمے کے در پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے سلام کیا۔

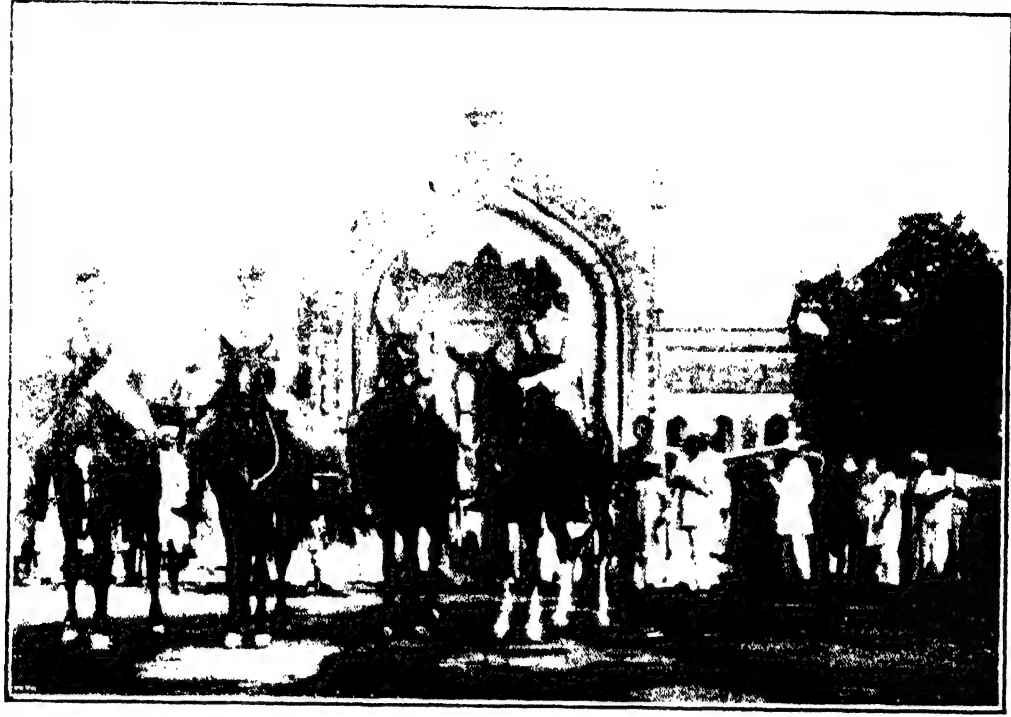
یہ دردناک آواز اس گوار سے تک جا پہنچی جس میں نادان علی صفر بیاس کی شدت سے بے حال بڑا تھا۔ معلوم نہ تھے تھے دل پر کیا اثر ہوا کہ اس نے تڑپ کر اپنے آپ کو جھونے سے بچے گرا دیا۔ بیاس درستی جانب لپکنے ہی دانی بھٹین کہ سب نے بڑھ کے مصوم کو اٹھایا، بیڑائے سوٹ اور خشک آنکھوں پر نگاہ پڑی تو دل بھر آیا رکھے کے ٹکڑے ٹکڑے سے جھلکے پرے کے قریب آئین۔ زمین ان سے پہلے در تک پہنچ چکی تھیں۔ انہی مان جائے سے کلام کا سلسلہ شروع نہ کیا تھا کہ علی صفر کو مر گھائے سوٹ بھول کی طرح بھاڑے کی گود میں دیکھ کر کچھ بھٹنے لگا۔ بھتیجے کون سے نے کھائی کو کھٹا ہوئے عرصے کی۔ بھٹیا! یہ شیر خوار طفلی سے ہلاک ہوا جاتا ہے۔ لیکن سو تو اس کے واسطے پانی کی سبیل بن گئے۔

مظلوم نے جاں بلب بچے کو مددوں ہاتھوں پر لے لیا۔ آفتاب کو زوال شروع ہو چکا تھا لیکن کراہی دھوپ میں تبش دی تھی اس لئے بچے کا بھول ساجم عبا کے بے دامنوں کے نیچے بچھا لیا اور بارگاہِ احادیث میں آخری نذرانہ حاضر کرنے کو ملین کی طرف روانہ ہو گئے۔

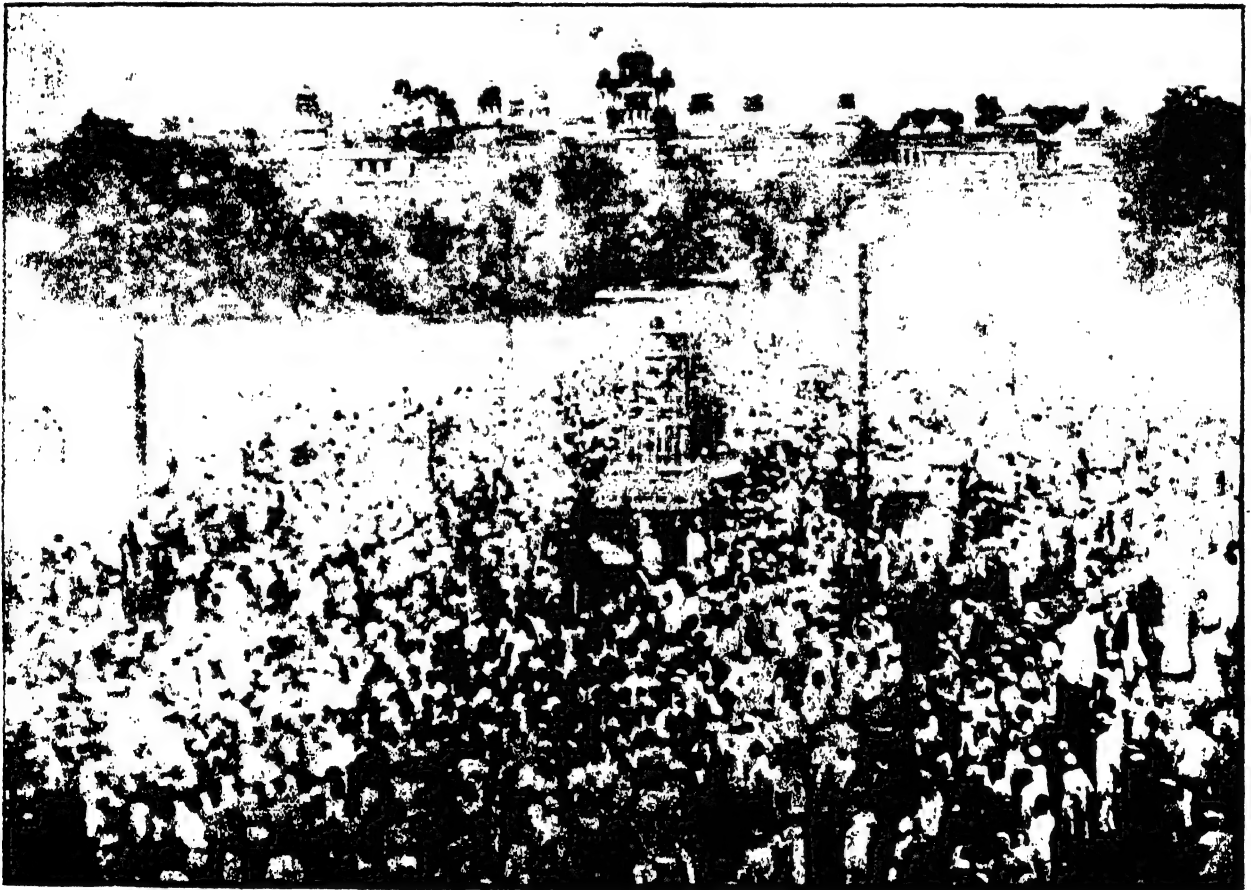
خون آشام درندے ہل من مبارزہ کا شور مچا رہے تھے۔ کوئی چیز عبا کے دامن میں بچا ہے امام کو اپنی طرف آنے دیکھ کر کچھ کہیں خدا کے کلام کا سہارا لینے کے خیال سے قرآن شریف لارہے بن۔ جتنے عہدہ قیاس آرائی میں مصروف رہے امام اپنے جگہ بچے کو لے کر سڑے رنگ کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ پہلے شہریوں کو متوجہ فرما کر فیض و بلین خطبہ پڑھا۔ پھر تمام حجت کے لئے ارشاد کیا۔ اگر تمہارے نزدیک میں گناہ ہوں تو یہ بچہ تو قصور وار نہیں ہے! پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو پانی نہیں ملتا اور یہ بیاس ہلاک ہوا جاتا ہے! اسکی مان کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ توڑا سا پانی بلا دودھ مظلوم کی جان بچے گا۔ اتنا فرما کر عبا کا دامن ہر کا دیاب سے دیکھا کہ گوارا صالت کا یہ سرب نہ ٹوٹا بیاس کے لئے بچے ہاتھوں پر کھلایا ہوا پڑا ہے۔ لیکن میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی سنگدل بیاسی ہم سرگشاں کرینگے۔ سو تو بھٹے ہیں اس مصوم بچے کو کس جرم پر بیاہار کھا جاتا ہے! اسے پانی بلا دینا چاہیے۔

اور ہر نام نے علی صفر سے خطاب کر کے فرمایا۔ زندان نام بھی خدا کی حجت کے پیر ہو کر کئے ہونٹوں پر زبان بھیر کر حجت تمام کر دے علی صفر نے کتنے پڑی ہوئی زبان نکال کر خشک لبوں پر پھر ان شروع کی اور امام نے دوبارہ کو فیوں سے ارشاد کیا۔ شاید تمہیں یہ گمان ہو کہ میں اس بچے کے حیلے سے پانی طلب کر ہوں تو تو، میں اسے زمین پر لٹا کے شا جاتا ہوں جس کا دل چاہے یہاں آگے اپنے ہاتھوں سے اسے سیراب کرے۔

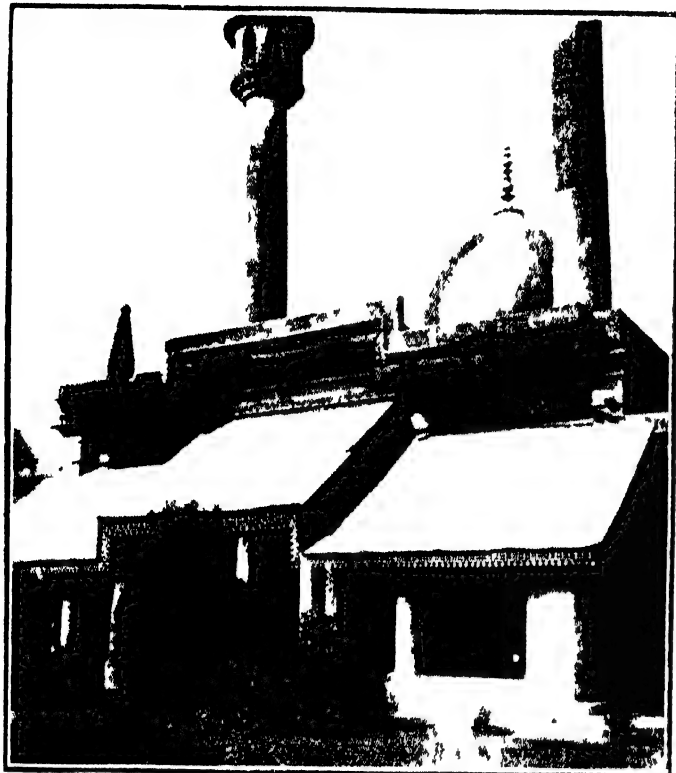
مجاہد تمام کر کے بچے کو زمین پر لٹانے کا قصد کیا۔ اور فوج میں تلاطم مچ گیا عمر سعد درنگا جتنے سارے میں کھڑا اس امام کے کلام کا اثر دیکھ رہا تھا۔ لشکر کا رنگ بگڑنے لگا دیکھ کر گیا اور قریب کھڑے ہوئے حرم کو کھمک کے کہا۔ کیا دیکھتا ہے! جیسے کلام کہیں نہیں قطع کر دیتا! حکم پانے ہی حرم نے دوش سے کمان اتاری تیر کش سے رشتہ تیر نکال کر بچے میں جوتا اور نفا زادہ گر ہا کر دیا۔ ابھی علی صفر باپ کے ہاتھوں ہی پر تھے اور خشک لبوں پر بر سر کھی ہوئی زبان حرکت کر رہی تھی کہ دفعہ ظالم کے تیر نے حلقوم چھید کر باپ کے ہاتھوں پر منقلب کر دیا۔



ضریح مبارک حسین آباد امامبارہ آصفی سے برآمد ہو رہی ہے



ضریح مبارک حسین آباد کا عظیم الشان مجمع



درب الدوله در لا لکھنؤ



سرکار صاحب عالم بہادر مرحوم



مرزا احمد طہر صاحب ربيع الکھنوی
نہیرہ خدائے سن مرزا ندیر مرحوم



حکیم طاہر احمدی

انا قتیل العبرہ

فلیسۃ گزیرہ بجا

دل ہی تو ہو سنگ و خشت در دسری بھرنے آئے کیوں

(نوشۃ عالمیناب سید اکبر علی صاحب ایم لے ایل ٹی پروفیشنل کالج لکھنؤ)

فرزند رسول مگر گوشہ بٹول مظلوم کر بلا شہید راہ خدا جناب امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے رلا رلا کر شہید کیا۔ اور نہ

معلوم دینا۔ مجھ پر جو کچھ بھی کرائے انسان کو سرد و خوشی اور سرت جان غم و غم سے زیادہ غمزدہ ہے۔ اور جھٹک وہ جان کے قیاسی۔ خیالی۔ دہی خطرات سے دور بھاگتا ہے اس طرح وہ رنج۔ غم۔ اباہ حزن و ملال گریہ و بکا سے کوسوں دور بھاگنے کی ہمیشہ جدو جہد میں مصروف رہتا ہے۔

دامانِ فرات

(لازمیہ فکر عالمیناب ماسٹر سید محمود علی صاحب غزیری از گوالیار)

حوض کوثر کیوں نہ تو ستارہ قربان فرات
آب جو سے مشک بھری حضرت عباس نے
کام کچھ رو باہ خصالوں کی نہ آئی جدو جہد
ہو گیا سر بنہ سر تا پا شجر اسلام کا
اللہ اللہ کر بلا میں شہ کا یہ رعب و جلال
یا الہی یہ اثر آہ دل مظلوم میں
شمرنے زینب سے چینی جب روئے فاطمہ
سخت زہر انے رنگا ہے اسکو اپنے خون سے
حشر کے دن داور محشر کو حشر آجائے گا
میں بھی ہوں ساغر مقلد اس شہید ناز کا
گر بلا دفتر ہے جس کے نکتہ ہائے راز کا

کیا جائیگا ذکر میرے
مصائب کا کسی مرد
مومن سے کہ وہ میری
مصیبتوں کو سہل
رونہ دے۔ لیکن دنیا
کتنی ہے کہ غیر دارانگہ
سے آنسو نہ گریے ہرگز
روا نہیں اسلئے کہ گویا
بیکرنا بدعت بکارنا ناقابل
عفو معصیت ہے۔ نام
کرنا خلافت فطرت ہے
اور اس فلسفہ خیال
کے حامی اور نا شہید
نام کر فرماتے ہیں۔
”ہم زندہ جاوید
کا نام نہیں کرتے“

بیٹک دنیا کا طرز

اس دار فانی میں انسان از مہد تا بہ کھد صبح سے شام تک نقد عیش کے چکر میں پڑا رہتا ہے۔ اس عکدہ عالم میں طلب سرد اور مسرت ہی حیات انسانی کا اولین مقصد اور فریضہ نظر آتا ہے۔ اس بنا پر اس تنازع البقا کے میدان میں سب سے زیادہ دنیا بیٹنے والی دو صفوں میں سے ایک وہ ہوتی ہے جو دنیا والوں کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان سرد و خوشی۔ طرب و مسرت اور تفریح مہیا کرے۔ لب شرک ایک واعظ اٹھ بھاڑ بھاڑ دنیا اور آخرت دونوں کو بہتر بنانے کے طریقہ بے کوڑی اور بے منت تعلیم دے رہا ہے۔ مگر شرک پر چلنے والے اس کی جانب پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے میدان کر بلا پر روز و شورو داعی اللہ فرزند رسول خدا زندہ اعدا میں یکہ و تنہا کھڑا اپنے ناصروں کو بکا رہا رکھتا کہ کون تو ستر ہزار صبح و سائل

عل بھی ہے کہ وہ روئے سے دور بھاگتی ہے۔ محفل رقص و سرود میں بنہر ملائے لوگ آتے ہیں ناخواندہ مہانوں کی مجمع میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں رہتی اگر بھولے جو کے سے بغیر مدعو کئے ہوئے کوئی عزیز یا دوست رگیا تو شکوہ شکایت تک خیریت نہیں رہتی بلکہ عمر بھر کے لئے ملنا جلنا ترک ہو جاتا ہے لیکن مجلس غم میں شرکت کے لئے ہاتھ جوڑ جوڑ کر مدعو کئے ہوئے کوئی عزیز یا دوست رگیا تو شکوہ شکایت تک خیریت نہیں رہتی بلکہ عمر بھر کے لئے ملنا جلنا ترک ہو جاتا ہے۔ لیکن مجلس غم میں شرکت کے لئے ہاتھ جوڑ کر مدعو کیجئے تب بھی عزیز و قریب دوست جیب ہزار ہزار ہند لگ شرکت سے گریز ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ شرکت مجلس غم کا بار عظیم کسی طرح اٹھایا جاسکتا تو بہتر اور مناسب ہے۔ غمزدوں سے

جو ان کو وہ و شام و صبح دونوں کانوں کے موجود تھے۔ مگر فرزند رسول کی آواز کسی کو سنانی نہیں دیتی۔ کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ یزید پید کے انعام و اکرام کے وعدے ان سب کے دلوں و دماغوں میں راحت و آرام پیش و سرور کی ایک دنیا بنائے ہوئے ہیں۔ فوج یزید کے ستر ہزار کے مجمع سے آواز حق پر لبیک کہنے والا سوائے ایک حضرت حر کے کون نکلا؟

اب اگر اسی لشکر کے دوسرے کنا رہے ہیں ہیکہ و اعظہ بند و نصیحت کمر ہار ہے کوئی باز گیر کھڑا ہو جائے تو کھڑا ہو گا؟ اس کی آواز سنتے ہی باز گیر کے گرد راہبوں کا ہتھکڑ لگ گیا۔ مجھے تاثر دیکھنے کے لئے جمع ہو گیا۔ پیسے دیکھ تاثر دیکھا۔ بتائے ان دونوں میں سے دنیا کس نے زیادہ سہی باز گیر نے یا واعظ نے؟ کنا پڑ گیا کہ باز گیر نے دنیا والوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے زیادہ کامیابی حاصل کی اور پیسہ بھی زیادہ کما یا اس کامیابی کا راز صرف ایک ہی ہے کہ جو دنیا والوں کے لئے سامان طرب و تفریح زیادہ تھا کہ اس کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اور آمدنی بھی بچہ و عیال ہوتی ہے۔ ماہرین موسیقی کیس کسی وقت ننگے جھوکے نہیں رہ سکتے ہیں عینا کے اداکاروں کی آمدنیاں دیکھئے بچہ و عیال معلوم ہوتا ہے کہ خزانہ غیب سے انہی کو ملتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہیضہ سے دنیا کا یہی طریقہ رہا ہے۔ کہاں کہاں نظر آئیں گی؟ اس مسجد میں جہاں ایک نمازی روزہ دار جو کھانسی خشک روٹی کے ٹکڑے کھا کر اور پیوند دار کر تا پھنکر سہر کر رہا ہے لیکن بیت المال کے چراغ کی روشنی تک ظلم و فساد یا مفاد عامہ مسلمین صرف کرنا گوارہ نہیں کرتا اور جیسے کھائی کی شکایات عسرت و تنگی پر سرخ و کھتا ہوا ہوا دکھا کر دوزخ کی آگ کی یاد تازہ کرتا

ملک شام کے ان مالیشان محلات میں جن میں سونے چاندی کے در و دیوار بنے ہوئے ہیں زمین پر نعل اور زلیخت کے فرش سجھے ہوئے ہیں سونے اور چاندی کے وسیع اور گہرے حوضوں میں شلاب انگوری موجیں اڑ رہی ہے۔ حوضوں کے کنارے جا بجا زرنگا سیر و جواہر سے جڑے ہوئے مرغ و فقس کر رہے ہیں۔ دوشیزہ پری جمال عورتیں زر و جواہر میں ڈوبی ہوئی مکمل کے ہر گوشہ میں کثرت سے پرے جمائے ہوئے ہیں۔ دن بچ رہا ہے۔ سرود جھپٹا ہوا رقص و سوا کی محفلیں گرم ہو رہی ہیں۔ ہنم طرب آ رہی ہیں۔ خوش گلو گزیریں اٹھد من الزنا سے حاضرین بزم کو چھوڑ کر رہی ہیں۔ ملک عرب کے پھیل سوکھے۔ اوسر۔ بے آب و گیاہ کی کھجور کی فاقہ کش کہیاں جنت کے وعدے اور دوزخ کے خوف مذاب کو طاق نسایں پر رکھ کر خود ساختہ خلیفۃ المسلمین کی دنیاوی جنت میں مزے اڑانے کے لئے جمع ہو گئی ہیں یہی تو وجہ تھی

کہ بھتر کے مقابلہ پر ستر ہزار فوج بندہ پید نے میدان کربلا میں اتار دی۔ اور بھتر کی یہ تعداد بھی اس وقت پوری ہوتی ہے جب حضرت علی اصغر کا چھوٹا بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔ مکہ یا مدینہ سے جو لوگ طمع و نیا میں فرزند رسول کے ساتھ ہو گئے تھے ان کو جب ترک دنیا کی سخت منزلیں نظر آنے لگیں ان میں سے ایک ایک کر کے سب کے سب نے ساتھ چھوڑ دیا یا تھک کر فرزند رسول کربلا کے چٹیل ریگستان میں مع چند بڑھوں اور صغیر السن بچوں اور گنتی کے جوانوں کے ستر ہزار کی فوج اڑی دل فوج میں گھر گئے۔ حق باطل کا مقابلہ تھا اور ایمان کا امتحان تھا محبت الہیہ کا دعویٰ آسان ہے۔ اسلئے کہ صرف زمان کو جنبش دینا ہے۔ لیکن ہر دعویٰ بغیر دلیل لنوا و رمل ہوا کر تہہ دلیل کی نوعیت ماحول کے اعتبار سے حیثیت بدلتی رہتی ہے۔ میدان کربلا میں تو محبت الہیہ کا ثبوت بس صرف ایک تھا۔ اور وہ جان کی قربانی تھی۔ اس قربانی سے بلند اخلاق۔ عظیم المثال کردار زہد دست و رعایت۔ نفیہ المثال ایمان کا ثبوت تھا۔

ذرا دیکھا وہ شام و کوفہ کی ٹڈی دل فوج جو مغرب فتح و ظفر حاصل کر نیوالی ہے اس میں سے ایک مجاہد ملک عرب کا ماہہ تاز سورا فوج یزید کا ماہہ افتخار سرور۔ راحت۔ آرام۔ انعام و اکرام۔ اعزاز۔ مرتبہ بلکہ اپنی زندگی و حیات پر کھوکھو کر رہا ہوا نکل آتا ہے۔ اور راہ خدا میں ہر شے والوں کے اس چھوٹے سے بھوکے پیاسے فافلہ میں اپنی پھیلی غلیب کوگی ہاتھ جوڑ کر سانی باجگ کر شامل ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جان دینے والوں میں سب سے سہت کرتا ہے اور باطل کے مقابلہ میں حق کی حمایت میں جان قربان کرتا ہے در حقیقت شہادت انسانی کمدار اور ایمان کی سونگہ حضرت حو اگر بلند پایہ اخلاق و ایمان کے مالک نہ ہوتے تو اس وقت مصیبت میں حسین مظلوم پر اپنی جان نثار نہ کرتے۔ راہ حق میں جان عزیز قربان کرنا بیشک و شبہ بلند پایہ اخلاق و کردار کا ثبوت ہے۔ لیکن اس قسم کا ثبوت تو صرف اس دن چلی کیا جاسکتا تھا جس دن کہ میدان کربلا پر قربانی آل محمد تھی اب اس زمانہ میں بتر و سو برس بعد فرزند رسول سے محبت کرنا لوگوں کی شناخت کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ اور باطل و عقیدہ اس سوال کا جواب دیں۔

وہ انسان نہیں جس میں بنی نوع انسانی سے انش بنو۔ اگر بڑی علم النفس کے اعتبار سے بھی ہر انسان میں محبت و انس کی سرشت لازمی ہے جیسے میکنتری۔ اسٹارکٹ۔ ہیٹس۔ لائٹ۔ پوسٹم۔ مغربہ پار۔ ہنگے۔ پینسٹر۔ اور کسی یورپین فلاسفر کی کتاب اٹھا کر دیکھ لو کہ وہ رحم اور حسد کی دو جذبات مسجوت تھیں۔ یہی جو ہر صبح الساع انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں بائلوں کے دلوں میں جذبات رحم و حسد کی کا پیدا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ اس قسم کے جذبات خوف اور دہشت کی وجہ

معاذین مزاے مظلوم کربلا بھی حسین مظلوم کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ ان کے لئے بھی ناممکن ہے کہ وہ حسین مظلوم سے اٹھارہ ہزاری گریں۔ یہ لوگ بھی جب حسین مظلوم کے معائب کا خیال کرتے ہیں تو لازمی طور سے اپنی فطری محبوریوں سے آہیدہ ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن جب مزاے مظلوم کربلا کے اثرات پر وہ نظر کرتے ہیں اور ان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس مشن کے ذریعہ خاندان رسالت کا سکہ دلوں پر چمکا ہے۔ اہلبیت سے محبت بڑھتی ہے۔ حبیب کتاب اللہ کی پالیسی رد ہوتی ہے بنی امیہ سے نفرت اور بنی رادی بڑھتی ہے تو یہی ہر ستارہ ان یزید بدعت بدعت کی آوازیں لگاتے ہوئے قانون قدرت اور فطرت کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن سامنا وہی ناکافی کا ہوتا ہوا ہے با آرزو کہ خاک سفدہ۔

دنیا سرت طلب سہی لیکن مظلوم سے ہمدردی بھی فطری ہے۔ اور ماہرین علم النفس کے خیال سے مظلوم سے اٹھارہ ہزاری گریں بہترین اور افضل ترین سرت کے ذخیرہ پر قابض اور تصرف ہوتا ہے۔ ماحول اور زمانہ کے لحاظ سے مظلوم سے اٹھارہ ہمدردی کے عنوان بدلتے رہتے ہیں۔ روز عاشور میدان کربلا میں اگر ہم ہوتے اور ہم میں جذبہ ایمان ہوتا۔ مذہب اور حق کی حمایت میں ایثار اور قربانی کی حیثیت ہوتی تو ہم کیا کرتے؟

یزید کے لشکر میں ہوتے تو حضرت حر کی طرح یزید کے انعام و اکرام پر ہنس کر دے اور زندگی پر لات مارنے جاتے ہوتے تو ترجیح دیکر فرزند رسول کے قدموں پر اپنی جان قربان کر دیتے۔ اگر مظلوم کربلا کے ہمراہ ہوتے تو حسین مظلوم سے مرعہ کرتے حضور تشریف لے آئیں شہزادوں کو بلا لیں۔ ہم غلام حاضر ہیں بات کی بات میں خندق کھدی جاتی ہے۔ آگ روشن ہوئی جاتی ہے رات میں فیموں کا پرہ دینے بچے جو سوکے کوزے لکھنوں میں اٹھا کے پانی پانی کی آوازیں بلند کرتے تو ان پیا سے بچوں کے کنوئیں کھودتے یا فرزند رسول سے اجازت لیکر حضرت برید یا حضرت مابس کی طرح کفن پشکر نہ فرات پر پانی لینے جاتے اور مشکیزہ پانی سے بھر کر واپس لیتے۔ اگر ایک مشکیزہ کا پانی بہہ جاتا تو پھر دوسرا لاتے اگر وہ بھی بہہ جاتا تو تیسرا لاتے یہاں تک کہ راہ ضامیں شہید ہو جاتے۔ جب حضرت علی اکبر کے سینہ پر شان نیزہ مارا تو ہم سینہ سپر ہو جاتے اور شاں کا وار اپنے سینہ پر روکتے اور ہم شہیدہ پیغمبر کی حفاظت کرتے۔ یا بہر فرات کے کنارے فری ہاشم کے بازوؤں پر جب بہشت پر سے کوئی لٹکتی وار کرنا تو ہم بڑھکر اس شہی کے وار کو اپنے بازوؤں پر روک لیتے اور ابو الفضل العباس کے شانے قلم نہونے دیتے۔ یا جس وقت حرمہ کا تیرہ شعبہ طلق ازمن علی المعز کی جانب آتا ہم بڑھکر اس تیر کو اپنے گلے پر روک لیتے اور شہزادہ سچہ کو فرزند رسول کے از کھوں پر شہید ہونے نہ دیتے۔ زوال عصر کے بعد جب عید الشہد ادا کیا جاتا

رجاتے اور اپنے ناصرو کو مرد کے لئے پھارتے تو رجب گرم کربلا پر سے ہم اپنی کنی ہوئی گردنوں سے کٹتے۔

”مولانا غلام اب بھی اپنی جانیں آپ پر سے قربان کرنے کیلئے تیار ہیں مگر کیا کریں موت نے ہم کو مجبور کر دیا ہے“

لیکن اب اگر ہم کو یہ افسوس ہے کہ ہم تیرہ سو برس دودھ بھگتے تو یقیناً ہم میں ایمان کی روشنی ہے۔ اور اگر اسی جذبہ ایمانی کے تحت ہماری ہیکھوں سے ایک بھی آنسو ٹپک پڑا ہے تو یقیناً وہ ایک بیش بہا موتی ہے جس کی قیمت صرف وہی دے سکتا ہے جو نفس کا سودا کیا کرتا ہے۔

یہ تو ایک بلند روحانیت کا مالک ہستیوں کا آنسو تھا۔ اگر ہم معائب مظلوم کربلا سکر یہ خیال کرتے گتے ہیں کہ روز عاشور فرزند رسول خدا نے حیات حق اور نصرت اسلام کیلئے کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی ساری عمر کو دلوں میں کاٹا کرتے ہیں۔ اپنے نفس کا خودا و خود ہی جائزہ لینے کے بعد اور اپنی ہمدردی پر ایک نظر ڈالنے کے بعد خود اپنی جگہ پر شرمندہ ہوئے۔ اور احساس کی لہر پیدا ہوئی تو پھر تاسف کا جذبہ رلا کر چھوڑ دیا۔ مگر یہ فطری ہو گا روز لازمی ہو گا۔ اس وقت کا آنسو بھی نہایت آہلہ معصیت سوز اور تعمیر اخلاق و تربیت کردار کی داغ بیل ڈالنے والا ہو گا۔

حسین مظلوم پر ایک قسم کا رولنے والا وہ ہے جو محبت معصیت ہوتا ہو جس کی ساری عمر شوق و فحور میں گشتی ہے۔ جواز تکاب جرائم اور گناہ کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنائے رہتا ہے۔ لیکن ادھر افاق مغرب پر محرم کا چاند نمودار ہوا اور اس کے دل میں حسین مظلوم کی یاد تازہ ہوئی کہ فرزند رسول خدا نے معصیت، فسق و فجور، شرابخواری، زنا کاری، ظلم و استبداد و ملکیت سرمایہ داری، برہمیت اور فرعونیت کا کیا زبردست مقابلہ کیا۔ اور قلعے اسلام کے لئے کیسی کیسی قربانیاں راہ خدا میں پیش کیں۔ بس اس خیال کے آتے ہی وہی معصیت زدہ آدمی ایک دم تائب ہو جاتا ہے۔ وہی عیش و عشرت کا بندہ اب حزن و ملل کی تصویر بن جاتا ہے۔ ہنسا مسکرا نا گناہ سمجھتا ہے رولنے اور آنسو بہانے میں لذت اور محسوس کرتا ہے۔ یہی وہ اعجازِ حسی ہے جس کی طرف خود مظلوم نے ارشاد فرمایا ہے حسین مظلوم میرا یقیناً تربیت کردار کا نمائندہ ہے۔ اگر سید الشہداء میں مقناطیسی کشش سنوئی تو محقیقہ کے اکیڑ۔ سینا کے اداکار موسیقی کو ذریعہ معاش بنایا لے اس طرح کے اور بہت سے پیشہ ورجن کا کام ہنسا اور ہنسا ہے کبھی ایم عزائیں بالکل تائب ہو کر حسی بنو جاتے۔ یہ مظلومیت کی شان ہے۔ بس ایک مرتبہ مظلوم کربلا کے معائب سے انسان واقف ہو جائے۔

اس کے بعد وہ کیا ہی معصیت زدہ انسان کیوں منو اے ایام عزائیں معصیت میں ماکودہ رہتے شرم ضرور آئے گی حسین تو معصیت کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی جان قربان کریں اور تو معصیت کو لازمی میں مہر دے رہے۔ پس یہ خیال ان کو تائب کر دیتا ہے۔

حسین مظلوم کے معائب کوئی سن لے یہ ممکن نہیں کہ وہ رو نہ دے دشمن بھی روئے۔ اب بھی روئے ہیں۔ اور ہمیشہ روئے رہیں گے حسین مظلوم پر رونائے تو انین قدرت اور فطرت کے کما حقہ سے قری اور لازمی ہے اسلئے کہ جب ان ان قوت متغیہ کو بہ سرکار لاکر غور کر لیا کہ دنیا میں بیچنا بے گناہ۔ بے قصور۔ اسن پسند۔ صلح جو معصوموں پر بھی ایسے ایسے زبردست مظالم ٹوڑے جا سکتے ہیں تو پھر خدا اس کا نفس اس عالم گیر و دار میں کیسے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اپنے نفس کی مہانت و حفاظت کے خیالات اس کے دل و دماغ میں ہجانی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ خوف اور دہشت کے اسرار جہاں پیدا ہونے لگے ظالم سے نفرت اور اٹھار بیزار ی اور مظلوم سے محبت و ہمدردی پیدا ہونا قری ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے جذبات کے تلامذ میں آنکھوں کا آبدیدہ ہونا فطری امر ہے۔ لیکن جب اسی دشمن اہلیت کی رگ پر یزی تڑپ اٹھتی ہے تو پھر اسی فعل فطری کو بہت کہہ کر غلات فطرت عمل کی تلقین کرتا ہے۔ اس نکتہ فلسفی کو حسب ذیل مثال سے دیکھئے ایک انگلستان کے مشہور فخر لندن کے ایک تھیمٹر میں لگ لیرینی سفید کا تماشہ ہوا تھا۔ جموت وہ منظر دکھایا گیا جب کہ بیرجم خود غریز اور مکار لڑکیوں نے اپنے باپ کے تخت و تاج پر قبضہ کر لے کے بعد اسے اندھیری برف باری والی رات میں گھر سے باہر جنگلوں میں نکلوا دیا اور وہ چڑھا باپ سردی میں کانپتا ہوا پناہ ڈھونڈتا پھر تپا ہے اس کی اس مصیبت اور پریشانی کو دیکھ کر ایک نیم صاحبہ کے دل میں خون و دہشت کے آخار پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ جذبات ہمدردی کا شکار ہو کر صبر دل شدہ ہڈ سے بادشاہ کی مصیبت کا احساس کہہ کے زار و قطار روئے لگتی ہے تماشہ نصف شب کے بعد ختم ہوتا ہے۔ اور وہ تھیمٹر سے باہر نکلتی ہے اس میدان میں آتی ہے۔ جہاں برف گر رہی تھی اور گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔

غریب کو چباں برف باری اور شدید سردی کی وجہ سے انیٹھ گیا تھا۔ وہ زمین پر پے ہوش بڑا تھا۔ لاکھ نے پہلے تو اپنی بیوی کی کھوکھوں سے اس کو چباں کو ہوشیار کرنے کی کوشش کی لیکن جب وہ ہوسٹیاں بنوسکا تو الہی نیم صاحبہ نے جو ابھی تھیمٹر میں ضمنی بادشاہ پر نشو و بار رہی تھیں اسے چابک مارنا شروع کر دے بہانہ لگا کہ وہ بیکارہ کو چباں مار کھانے کی تکلیف سے ہوش میں آیا۔ تب نیم صاحبہ اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

مضمون طولانی ہوتا جا تا ہے اور سالہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اب میں اسے ہمیں پر ختم کر دوں۔

اس مختصری تہید سے یہ بات تو مزور و داغ ہو گئی ہوگی کہ مظلوم کربلا پر رونائے فطرت انسانی ہے۔ انسان کے دماغ میں ذرا سی بھی قوت متغیہ ہو۔ اس کے سامنے سا کھ کر ہلا کے صبح واقعات بیان کر دے جائیں۔ تو یہ ممکن ہوگا کہ وہ ظالم اور ظالم سے نفرت نہ کرنے لگے مظلوم سے اس کے دل میں۔

ہمدردی نہ پیدا ہو جائے۔ دہشت اور خوف کے تلامذ جذبات دل سے مظلوم کو لاپرواہ بنو بہانے پر مجبور نہ کر دیں۔ حسین مظلوم پر منو بہانے کے بعد ہر تحریک عمل کی منزل شروع ہوتی ہے۔ یقیناً وہ بلند مرتبہ ہستیاں ہوتی ہیں جو سا کھ کر ہلا کر کھیل نفس کے لئے کونہ عمل بناتی ہیں۔ لیکن وہ جو غفن حسینی پر رو کر خاموش ہو گئے اور روحانیت کی نشو و تربیت کے لئے کوئی سبق حاصل نہیں کیا ان کا رسمی روئی والوں کا درجہ ان نیم صاحبہ سے بہتر نہیں معلوم ہوتا ہے جو تھیمٹر میں ایک ایکٹ پر مصنوعی برف باری کو دیکھ کر توار و قطار روئے لگیں لیکن اپنے اس کو جان پر غمہ ہا بردم نہ کھایا جو باہر برف باری میں پڑا اینٹھرا کھا۔ اس قسم کے روئی والے زیادہ تر اسی صفت میں پائے جاتے ہیں جو ایک طرف تو مالے سید الشہداء کے طمان علم بنواد بلند کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف خود شاعر ہو کر یہ فراتے ہیں کہ ہم کو کھانا کھانا سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

واعظان کیس جلوه بر محراب دہنہر میکنند

چوں بخت ویر و نساں کار دیگر می کنند

ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ خود جناب نے کون سے سبق حاصل کئے اور ایثار اور قربانی کے کون سے جذبات پیدا کئے اور روحانیت کو کس درجہ اعلیٰ تک پہنچایا؟ نکتہ نفس میں کما تک کامیابی حاصل کی؟ کمدار کما تک بلند پایہ ہوا؟ ایسے نقوس کا جب جائزہ لیجئے گا تو ہر سوال کا جواب نفی ملے گا اور ملنا ہی چاہئے۔ اسلئے کہ تربیت کردار تو آخری درجہ ہے۔ بانس پہنکی کی طرف سے کب اٹھو سکتا ہے پہلے مظلوم سے ہمدردی پیدا ہو۔ ہمدردی کی فراوانی سے محبت پیدا ہو۔ محبت جب گری اور پر نلوں ہوگی تو مصائب کا تذکرہ بغیر آنسو بہائے سننا محال ہوگا۔ اب یہاں سے اسید بائی جاتی ہے کہ یہ شخص جو مظلوم پر گریہ کر رہا ہے یقیناً اس میں فی الجملہ مظلوم کے نقش قدم پر چلنے کی جرأت اور ہمت پیدا ہو گئی ہے حسین مظلوم پر رونا در حقیقت تربیت کردار کے ٹریک اسکول یا کملہ نفس کے درجہ میں داخلہ کے لئے مزدوری اور لازمی سند ہے پس جو شخص حسین مظلوم پر روئے کو نظر انداز کرنے کے قابل سمجھتا ہے وہ سر کے بل سفر طے کرنے کی سعی لا حاصل کرتا ہے علم النفس کے اعتبار سے یہ ایک ناقابل عفو غلطی ہے۔ یہ وہ پر فطرت اسے جو ترکستان کو جاتا ہے۔ حسین مظلوم پر رونا ہر حالت میں فعل فطری ہے۔ اسے روکنا فطرت سے جنگ کرنا ہے اسی بنا پر عزائے حسین مظلوم کے مخالفین ہمیشہ ناکام رہے اور جینک دنیا میں موجودہ اصول پر قائم ہے اور بنی آدم کی شرت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے اس وقت تک یہ لوگ ناکام ہی رہیں گے۔

لیکن حسین مظلوم پر محض رسمی طور سے رونے پر اکتفا کرنا ایسا ہی ہے بے معنی چیز ہے۔ جیسے جنت کے دروازہ پر پہنچنے کے اندر داخل ہونا گود میں موتیوں کا ڈیرہ بیکر بھینک دینا گیسوں کی عمدہ نعل بزر محنت

پیغامِ عمل

نیو فکر بلند جناب سید علی نعت صاحب نعت بجز راضیہ کھنڈ
 انقلاب ایسا خدا کی بھر میں پیدا کر دیا
 کفر کی دنیا میں تو نے حشر برپا کر دیا
 اے حسین ابن علیؑ سے مقصد فریحِ عظیم
 تو نے دین احمدی کا پول بالا کر دیا
 سرکا کر ڈال دی تو نے بنائے لا الہ
 دین حق کے واسطے کارِ مسیحا کو دیا
 نسلِ اسماعیل کو تو نے لگائے چارچاند
 ادج خورشید رسالت کا دودھ بالا کر دیا
 اس نموداری سے تو نے جنگ باطل فتح کی
 شان تیری بڑھ گئی ظالم کو رسوا کر دیا
 تیری مظلومی قوت تھی جوابِ برقی طور
 جس نے غصبی سلطنت کو پا رہا پار کر دیا
 اپنے خوں سے تو نے سینی گلشنِ اسلام کو
 لالہ زار دین کا تو نے رنگ چوکھا کر دیا
 دروہ ملتِ حق تو کی جہاک اٹھنے لگی
 درد کا جناس تو نے دل میں پیدا کر دیا
 ماویٰ قوت سے دب سکتی نہیں روحانیت
 کوئی اٹھنی دنیا وہ تو نے حق کا چرچا کر دیا
 ڈوب کر بحرِ حق میں لے شہید راہِ حق
 کشی دینِ نبی کا بارِ بیستہ کر دیا
 نو نے باطل کو دیا غصبی سیاست کا ظلم
 یعنی فرق کفر و ایمان آشکارا کر دیا
 قطرہ خوں میں سہاک میرا لے دیا
 چند قطرہ مل کو ملا کر تو نے دریا کر دیا
 اک بکھر لطف سے تو نے ہوئے دل جل گئے
 غم زدوں کے درد کا تو نے مداوا کر دیا
 لے سبق لے قوم تو بھی حضرت شہید سے
 نور سے جس نے ادو عالم میں اجالا کر دیا
 سرکا کر راہِ حق میں زندہ جاوید بن
 سہل شہنے ہم مسلمانوں پہ مرنا کر دیا
 بات پر مرنا سکھایا حضرت شہید نے
 سرزد نشی ہم مسلمانوں کا شہید کر دیا
 پروردگار کی قوم تو شہید کی
 نظم کے پردے میں نعرے اٹھا کر دیا

دعا نشان تیار کرنا اور فصل کاٹنے کے بعد مہینہ بھر سرگھراٹھا لانا اور بالیوں
 کو وہیں کھیت میں چھوڑ دینا ہے۔ اگر حسین مظلوم سے واقعی محبت ہے
 اور یہ ردنا کھتا راحمت کی وجہ سے ہے تو پھر جس اسلام کو زندہ کر کے
 کے لئے حسین نے اپنا خون بہایا کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ تم اپنا پلینہ
 ہی بہا دو۔ واقعی عظیم ہونا مشکل چیز ہے۔ یاد رکھو جن کدہ جہیں سوا انگوٹھا
 مشکل ہے۔ حسین مظلوم نے تو جیروں کی مارش میں ناز ادا کی، نرہ ظفر شہر
 ناز پڑھی، اسی ناز کے لئے اپنی ادا اپنے عزیزا اہلِ انصار کی گردنیں
 کٹائیں۔ تو کیا یہ سب حسین نے صرف اسلئے کیا تھا کہ قیامت تک کے لئے
 ان کے دستارِ امتداد اور عزادار سب ناز کے فریضہ سے لہنہ
 ہو جائیں؟ نہیں ہرگز نہیں یہ تو مسلمانوں کا خیال ہے۔

یقیناً بڑا ڈھیٹ اور جسور ہے وہ شخص جو حسینؑ کو تو غیر
 مزدوری کہتا ہے۔ لیکن حسین مظلوم کے نقش قدم پر چلنے کی گلا پھاڑ پھاڑ
 کر قوم و ملت کو تلپٹن کرتا ہے۔ مگر خود اپنے لئے سب سے زیادہ واجب
 سنی ناز تک غیر مزدوری سمجھتا ہے۔ اٹھارہ اور قربانی تو بڑی چیز ہے
 ایسے شخص کے قول کا کیا اعتبار جس کا فعل خود اس کی رد کرتا ہو۔
 محقر یہ کہ حسین مظلوم پر رونادینا و سوزت میں نجات کا مان
 ہو سکتا ہے اگر انسان اسے ذریعہ مل بنالے۔ دوسرے جبکہ صحن
 عالم میں سرشت انسانی میں مظلوم سے ہمدردی کا جذبہ ذاتی ہے جسٹ
 مظلوم پر گریہ و بکا کر نہیں سکتا۔

فانِ ظاہرہ

یہ صفوں کی بیان ہے جس میں ایک سو تین سو نوے نام جلوس
 تابوتِ عظم کے جلوس میں پڑھنے کی سوار ہاں دین جہاں اس بیان میں نام حسینؑ
 کے سفرِ مدینہ سے لے کر قافلہِ اہلبیت کی واپسی تک کے درد انگیز
 نوحے سنندہ وار درج ہیں۔ امامِ مزا کی مختلف تاریخوں اور شہداء
 کربلا میں سے خاص خاص شہیدوں کے دلِ ہادیہ والے نوحے
 اس بیان کے طرہ امتیاز ہیں دیگر مصومین کی شہادت کے بھی تین
 تین نوحے با بندی روایات کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ عالیجناب
 طاہرہ بیگم صاحبہ کایں شکر گزار ہوں کہ ممدومہ نے اپنی اس بیانی
 کی جسے درحقیقت ذخیرہ آخرت کہنا چاہئے مجھے اشاعت کی اجازت
 عطا فرمادی ہے قیمت ملاوہ موصول ڈاک ۵ روپے
 صلنے کا پتہ: سید محمد سعید نجم محلہ زیر گنج فراشتی لکھنؤ

کلام طاہر منظر

کلام بلاغت نظام استاد گمانہ و حیدر خباب مرزا محمد طاہر خاں ریف
منظرہ الاعالی جانین خدائے سخن حضرت دبیر مغفور۔

فلک کے ظلم و ستم کا خیال کون کرے
اسی میں خوش ہے جو سمت ہلال کون کرے

کریم خود ہی سمجھے سوال کون کرے
نہیں ہے اپنی خبر عرض حال کون کرے

ملاؤ نگاہ کہیں باں میں اے بلبل
خواب ساتھ ترے بول چال کون کرے

بس ایک جام میں نکالے دم بلا ساقی
مچل کے رہ گئی جاں انتقال کون کرے

درخت سوکھے ہوئے کہتے تھے تیرے
نہ جاہیں آپ تو ہمکو نہال کون کرے

تمہیں ہو باپ کا دل اے رسول کی بیٹی
بھرا ہوا قد اذان ہلال کون کرے

سوئے نور خدا قبر کس سے روشن ہو
شب فراق کو روزید وصال کون کرے

ہلال و بدھ سے پوچھو مجھے نہیں فرصت
بیان حال عروج و زوال کون کرے

نہف سے دیکھو در پرچین تنہا ہیں
سوار لے استدفا بجلال کون کرے

علی زبان خدا ہیں سب اسکے ہیں قائل
نبی کا قول ہے پھر قیل و قال کون کرے

چچے ہیں راہ میں دل اے سمن جان رسول
جو تو نہ تو انھیں پا کمال کون کرے

تھا دو جہان کا جو مالک اسے برا سمجھا
ریف پھر ہوس ملک مال کون کرے

سلام خیر منظرہ

سلام معنفہ عالیجناب سید سرساز حسین صاحب خیر لکھنوی منظرہ

گلہ پھر کیوں خطا کا دلیں شاہ مجرور کے
حردیجاہ نادم ہو کے جب قدموں پر سر رکھے

معطل اپنے امر زندگی کو کیوں بستر رکھے
کسی کا ہو ہے خود یا کسی کو اپنا کر رکھے

وہ طوں تقسیم ہو فوس تیغ و تیر و نیزہ پر
تبرک جان کر جب کوئی شیشہ میں بھر رکھے

ادب سے یوں جگہ نیزے نے دی فرق نہیں
کوئی جھڑجھڑ سے قرآن کو بالائے سر رکھے

ٹھٹھے ہر گرد و زہ ہوگی زحمت رحمت
نبی زانوئے حیدر پر ابھی سوتے ہیں سر رکھے

سلوک ایسا ہی ہوتا ہی فلک کا حق پرستوں کے
کوئی خجور ٹھٹھے اند کوئی سجدے میں سر رکھے

میان خندق خبر معلق شاہ مرداں تھے
قدم جب یوں سبکے تب ہی کچھ دوش پر رکھے

خیر آنے نہ پائے غیر کے مضبوط پیر تو بھی
خیال اسکا ہر اک شاگرد اوج نامور رکھے

سب سے

آزادی دنیا سے اسیری اچھی
سرکش جو شباب ہو تو بیری اچھی

بندوں میں خودی کی شان آجاتی ہے
ہمکو تو امیری سے فقیر سی اچھی

حسین کی آخری عرضداشت

دو شہدہ مایہ ناز محمد حسین صاحب پیرا کی فاضل (ادب)

عالم فناء اور عالم اجسام کو خلق کرنے والے اور ہر دو جہان کے لئے ماخلقت الجن والانس (اللہ تعالیٰ) میں نے جن دانش کو عبادت کے لئے خلق کیا، کا حکم نازل کرنے والے میں صبح ازل سے مخلوق تھا۔ اور جب انسان عدم سے وجود میں آئے تھے۔ اس وقت بھی میرا نور تیری وحدت کی گواہی دیتا تھا۔ اور جب تو نے آخری پیغمبر کو لباس نبوت سے آراستہ کر کے بھیجا اس وقت بھی میں تیری تسبیح تقدیس میں محو تھا۔ اور جب میں عالم امکان میں آیا تو تیرے نبی نے مجھ کو خبر شہادت سنائی اس وقت بھی میں نے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ اوسے خبر کو پہنچنے کی وہ داستان جب تیرا نبی اور میرے نانا میرے باپ کے گھر آئے تھے اور ام امین کا بھیجا ہوا دودھ تامل فرما کر سب سے بولنے لگے اور جب سر سجدے سے اٹھا یا تھا تو اس حالت میں کہ میں مبارک آنسوؤں سے تر تھی اور جب میں نے اپنے نانا سے رونے کا سبب دریافت کیا تھا تو تیرے نبی نے کہا تھا کہ ابھی جبریل نازل ہوئے تھے اور وہ خبر دیکھنے میں کہ - تمام لطف پر حسین جو کا پایا ساتھی ہوگا اے پیدا کرنے والے میں اس وقت بھی تیری رضا پر راضی تھا۔

دیکھو جذب القلوب الی دیا عالمیوب شاہ عبدالغنی محدث دہلوی میں دی حسین ہوں اور کچھ نبی وعدہ گاہ میں جسکو عاشور کہتے ہیں موجود ہوں۔ میرے مالک اس میدان کا نثار میں نے تمام حجت کے لئے انتہائی ہیکسی اور منت سے کہا کہ دو کوہ و شام والوں مجھے تنکو سمجھانے اور راہ حق دکھانے کا حق ہے میرا عذر سنو اور غور کرو مجھ سے نہ کرو اگر تم نے میرا کہنا مان لیا تو سعادت دارین حاصل کرو اور میری مخالفت پر کوئی دلیل نہ قائم کر سکو گے اور اگر تم میرا کہنا ماننے کو تیار نہیں ہوتے ہو تو فاجعہ ہوا اہل کفر شر کا وہ کفر شر لا لیکن اہل کفر علیکم غم غم اقفوا الی ولا تنظروا ان ولی اللہ الذی تنزل الکتاب وہو یتولی المصالحین تم اور تمہارے شریک کلمہ لکھو ایک فیصلہ کریں جو سب پر روشن ہو جائے اور جو تمہیں کرنا ہے کرنا لے مجھے بھی نہ دو میرا ولی اور یشت پناہ وہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی صاحبین کا حامی دلی ہے۔ میں تو رسول کا لڑا سہ ہوں کیونکر میرا قتل زیا ہے کیا میں فاطمہ بنت محمد کا فرزند نہیں۔ یا رسول نے میرے اور میرے بھائی کے لئے جو انان بہشت کا سردار نہیں فرمایا اگر یہ صحیح ہے تو بتاؤ کہ میرا قتل کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اے بیکسوں کی سننے والے میں نے تمام حجت کے طریقے جو چاہے

اس کا جواب غم نے جو دیا اس سے میرے دل پر ضرب کاری گئی ہے اس کا بھی تجھ کو علم ہے کہ حبیب ابن مفاہر نے میری حیات میں کیا ہوا دیا۔

میرے مالک جب سب خاموش رہے تو میں نے نام لیکر احرام حجت کے لئے کنا شروع کیا۔ اے شیت بن ربی۔ اے مجاہد بن ایمر اے نیس بن اشعث۔ تم بتاؤ کہ تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پہل چک چکے ہیں دریا جوش میں ہے فوجیں تیار ہیں جلد آؤ اور جاری ہا میں کرو۔ اس کا جواب یہ ملا کہ پھر تم یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے اور تمہارے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے۔

میں نے صاف انکار کر کے کہا لا اولاً ولا ثانیاً میں یزید فاسق فاجر کی بیعت کیوں نہیں کرتا۔

میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھے سنگ رکرو۔

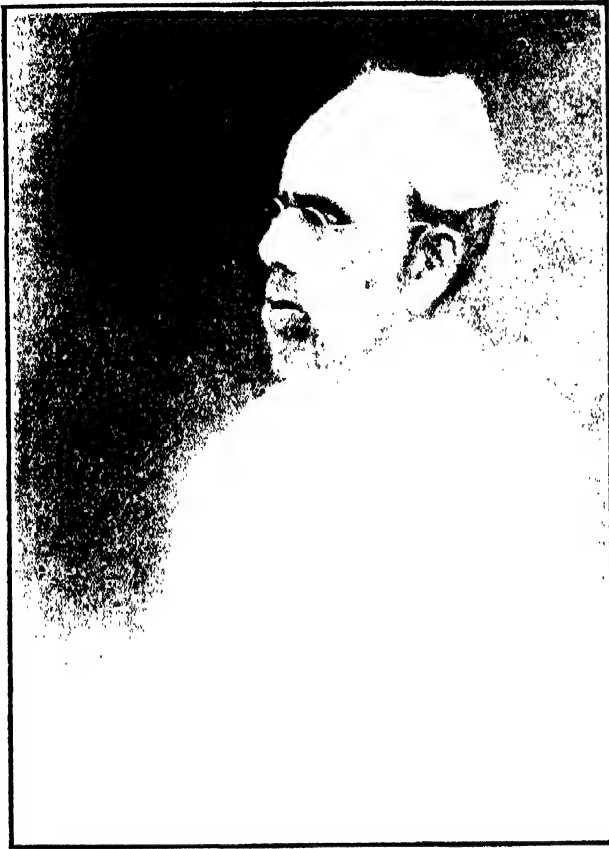
تفصیل دیکھو جبری جلد ساتویں

خدا و ملاء تمام حجت تیرے حسین نے ختم کر دی مگر بے سود وہی اب میں اس حالت میں ہوں کہ تین دن کا بھوکا پیاسا گریبی شہادت ایسے کہ پھر شوق ہوئے جاتے ہیں آفتاب دیکھتے ہوئے شعلہ کی طرح سرخ اور اس کی تیزی زہروں کی کڑیوں کو لال کئے دیتی ہے سیاہ آنکھیاں میرے قتل کا انتظار کر رہی ہیں نرفرات کو دیش بدلنے کو تیار ہے زلزلے دنیا بٹ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں آسان خون برسا والا ہے۔ انفار جدا ہو چکے عباس شہید ہو گئے اکبر کو موت آچکی قائم مار ڈالے گئے اصفیٰ مسکرا کر دنیا سے منھ موڑا۔

بس ایک تیرا حسین ہے جو زخموں سے چود چود تیر و پیر و شمشیر سے گھاٹل رنگ گرم پر پڑا ہوا تیری رونا چاہتا ہے زخموں کی کثرت۔ چبھتے ہوئے حیروں کی اذیت اور اس پر قاتل کے زانو کا درد خشک گلا اور کند چھری ابھرم کا خیال بہن کی فریاد سکینہ کا اضطراب یہ سب میرے امتحان و آزمائش کا ذخیرہ ہیں اے قادر مطلق میں بھی وہ صبر دیکھ رہا ہوں جس کا اجر فنا کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ اے رحیم وہ شمر نے خنجر چلایا اور یہ مجھ بیگناہ کے خون کا پہلا قطرہ، طعنا عفریب روح جہنم سے پرواز کرنے والی ہے۔ کٹتی ہوئی رگ لگا اور سوکھے ہوئے ہونٹوں سے آخری عرضداشت یہ ہے کہ تو میرے نانا کی امت کو بخش دے۔

روزنامہ سد کی توسیع اشاعت

کٹرن خاص تہیکہ پور ہے



سرکار ناصر الملتہ مدظلہ العالی جن کی آنکھ کا حال
میں کامیاب آپریشن ہوا



ادراہ اسد و ہمدردان اسد



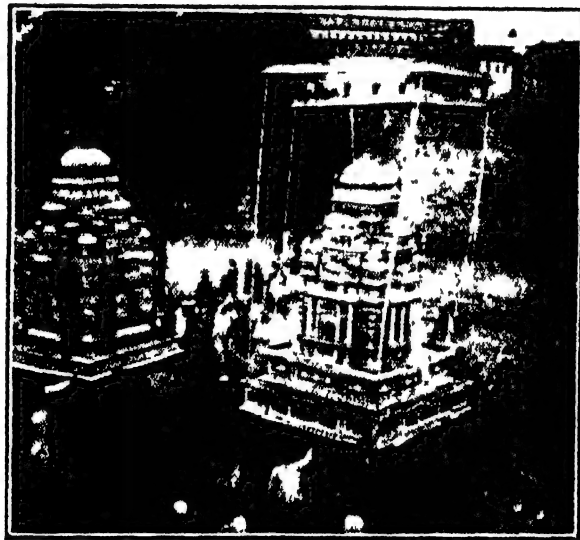
رائے صاحب ڈاکٹر مہیش پرشاد انچارج خیر آباد
اسپتال جنہوں نے سرکار کی آنکھ کا کامیاب آپریشن کیا



جناب ضیاء الحسن صاحب عبقاتی
نہیرہ سرکار ناصر الملتہ مدظلہ



ذوالجناح ضریح حسین آباد لکھنؤ



ضریح مبارک حسین آباد لکھنؤ



نواب حیدر صاحب دارالم مشہد مقدس

گریہ کی سیاسی حیثیت

(ایک طالب علم کے قلم سے)

مجھے اس وقت اس امر سے بحث کرنا مقصود نہیں کہ گریہ فی نفسہ ایک فطری
خفہ ہے یا نہیں؟ انسان پر جب کوہ مصیبت ٹوٹتا ہے تو اسے رونا آتا ہے

یا ہنسی؟ جب وہ کسی
مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے
اس وقت اس کی آنکھیں
اٹھکے گرم ریت ہوتے
ہیں یا دہن سے تھکے
صدائیں بلند ہوتی ہیں؟
کیونکہ یہ ایک ایسی
نفیاتی چیز ہے جس کا
سابقہ ہر فرد بشر کو نڈا
ہوتے رہنے کی وجہ سے
میدان انکار تک نظر آتا
ہے البتہ ہٹ دھرمی اور
عقل دوسری چیز ہے۔
اسی طرح اس وقت مجھے
اس سے بھی بحث کرنا مقصود
نہیں ہے کہ گریہ فطری
حیثیت رکھنے کی وجہ سے
اسلامی قانون میں جائز
ہی ہے یا نہیں؟ یا انبیاء
و اوصیاء کے سوا غرض
پر سرسری ہی نظر ڈالنے
سے اس کا میرٹ ہونا
ثابت ہوتا ہے یا بدعت
ہونا کیونکہ جب اسلام کے

کہتی تھیں زینبؓ دا چھنتی ہے اکبر دیکھنا

(از تصنیف لطیف شاہزادہ سپر جاہ میزرا محمد حامد علی صاحب بہادر عرف بابو صاحب شیدائیر شاہزادہ سپر شکوہ
میزرا محمد خمس الدین حیدر صاحب بہادر عرف چھوٹے صاحب عالم بہادر مرحوم و مغفور جنت میں)

سب کے پہلے ہم پس گئے جام کو تر دیکھنا
قتل ہوتا ہے یہ ازرق مثل غنتر دیکھنا
ہاتھ میں مثل سپر ہے باب خیر دیکھنا
سامنا جب تک ہے مڑ مڑ کے اکبر دیکھنا
گھر ملیں گے خلد میں بہتر سے بہتر دیکھنا
کٹ گئے جبریل کے پر ضرب حیدر دیکھنا
کہتی تھیں زینبؓ دا چھنتی ہے اکبر دیکھنا
کان میں حوروں کے ہونگے مثل گوہر دیکھنا
وہ تمہارا وقت خصت سوئے مادر دیکھنا
خاک اڑاتے آئیں گے جنت سے حیدر دیکھنا
قصرت لو لگا شیدا سب سے بہتر دیکھنا

ہے ازل سے دلیں اپنے حب حیدر دیکھنا
فوج ظالم سے مخالف ہو کے قائم نے کہا
تو حیدرؓ سے خائف ہو کے کہتے تھے ملک
شاہ نے فرزند سے رو کر کہا وقت و داع
مرح اہل بیت کا اکرن ملے گا یہ صلہ
قتل ہو کر جب گرام حب نبیؐ نے ہی صدا
آؤ جلدی کبریا کے واسطے ہر مرد
مجلس شبیرؓ میں آنسو جو نکلیں گے ہیاں
شاہ کہتے تھے نہ بھولوں گا میں اصغر حشر تک
قتل تو کرتا تو ہے یہ شمر سے شہ نے کہا
میں شاخوان حیدرؓ ابن علیؑ ہوں بعد مرگ

یہ ذوات مقدسہ بھی قرآنی کہیں بھی اس امر کا ارتکاب نہیں کر سکتیں جو خلاف شریع
یا حرام ہو۔ بلکہ مجھے تو اس وقت اس امر سے بحث کرنا مقصود ہے کہ امام حسین
علیہ السلام کے واقعہ
شہادت پر ۲۹۵ برس
ہو گئے۔ یہ رسم کلی
آتی ہے کہ جو صفت
ماتم بچا کر نوحہ فریاد
گر ہو دشمنوں کو تھیں
اسکی مقدار میں ان سب
میں کیا بھرتی ہے؟

آپ کو اپنی گھڑوں زندگی
میں اس بار ہا سابقہ
ہوا ہو گا کہ ایک ماں
کے دو بچے ہوں تو
سے اسکی محبت بالکل
برابر ہو ایک ہنسی
خوشی اپنی والدہ کے
کسی چیز کی فرمائش
کرتا ہے ماں اسے
سمجھا بجا کر مالدی
لیکن دوسرا بچہ
پر کمر باندھ لیتا ہے
ایسی حالت میں اس
ماں کے لئے سوا
اس کے کوئی اور چارہ

نظر نہیں آتا کہ وہ کسی صورت سے اس بچے کی فرمائش کو پورا کرے کیوں اسلئے
کہ وہ رو رہا ہے اور کسی طرح بغیر فرمائش پورے ہوئے اس کے آنسو
تھمنے والے ہیں جس کی حرارت ماں کے دل کو موم کی طرح پگھلا رہی ہے ایسی
حالت میں ماں مجبور ہوتی ہے کہ کسی طرح اس بچے کو خاموش کرے جس کا انحصار
بدرد مجبوری اسی میں ہوتا ہے کہ وہ بچے کی فرمائش کو پورا کر دے۔

دو بڑے طبقہ سنی و شیعہ کے علمائے اپنی اپنی کتب میں یہ روایتیں نقل فرماتے ہیں
کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
روئے جناب (امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام روئے صدیق طاہر
جناب خاتمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا روئے امام حسن علیہ السلام
روئے اور خود امام حسین علیہ السلام نے گریہ کیا تو یہ امر انہی میں اشمس
ہوتا جاتا ہے کہ اصل گریہ قانون اسلامی میں بھی جائز ہے کہ انبیاء و ائمہ

آپ کے دوازہ پردہ سائل آتے ہیں ایک خاموشی کے ساتھ آواز لگاتا ہے آپ اسے اگرچہ وہ فی الواقع کتنا ہی محتاج کیوں نہ ہو معمولی اعانت کر کے داپس کر دیتے ہیں لیکن دوسرا سائل اپنے سوال کے ساتھ آواز گریہ کو بھی بلند کرتا ہے اپنی مصیبت کو درد کر دیتا ہے ایسی حالت میں اگرچہ یہ فقیر فی الاصل کوئی محتاج نہ ہو اسکی بیان کردہ مصیبت فی الواقع بالکل جھوٹ ہو آپ اس پر مجبور نظر آئیگی کہ اسکی پہلے فقیر سے سبب زیادہ ممکن اعانت کریں

ایک مالک کے سامنے دو مقدمے پیش ہوتے ہیں ایک شخص مالک کی سزا کو خندہ ببخانی سے سن لیتا ہے لیکن دوسرا گڑگڑا کر دکر مالک سے درخواست رحم کرتا ہے اسکی آہ و زاریاں اس کے اشکوں کی لڑی اسکی بندھی ہوئی ہچک خود سفارش کرتی ہے کہ مالک اگر اسے قانوں بالکل معاف نہیں کر سکتا تو کم از کم اگرچہ وہ پوری سزا کا سنی ہو مالک اس پر اپنے دل کی تاثیر حالت سے مجبور ہو کر اسکی سزا میں اپنی امکان کو شش کو صرف کر کے کی ضرور کر دیا۔

ایک شخص کو اپنے دشمن پر غصہ آتا ہے دشمن اس کے غصہ کی پرواہ نہیں کرتا لہذا یہ شخص موقع پا کر اپنے دشمن کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتا ہے لیکن اسکا دوسرا دشمن جب اپنے کو اس شخص کے سامنے معرض ہلاکت میں پاتا ہے تو داد فریاد کرتا ہے آہ و باری کرتا ہے گریہ و شیون کرتا ہے اس صورت میں یہ شخص باوجود غیظ و غضب کی حالت کے اپنے کو اس پر مجبور پاتا ہے کہ اپنے اس دشمن کو عدم کی دنیا نہ دکھلائے اگرچہ یہ بھی کیوں نہ محسوس کر رہا ہو کہ یہ دشمن اس ہلاک شدہ دشمن سے زیادہ عداوت برت چکا ہے اور آئندہ بھی اسکی اذیت رسانی کی توقع امیر سے زیادہ کیوں نہ ہو۔

ماں نے خاموشی سے مانگنے والے بچے کی فرمائش کو ناں کر دینے والے بچے کی فرمائش کیوں پوری کی نہ خاموشی سے طلب کر نیوالے سائل کی معمولی اعانت اور گریہ و زاری کرنے والے سائل کی غیر معمولی اعانت کیوں کی گئی؟ مالک نے خندہ ببخانی سے سزا سن لینے والے کی سزا کی معافی یا اس میں کمی کیوں نہ کی اور نالہ و شیون کر نیوالے کو کیوں معاف کر دیا؟ ایک نہرو نے دے دے دشمن کو قتل کر کے اس سے زیادہ موذی گریہ کر نیوالے دشمن کو زندہ کیوں چھوڑ دیا گیا؟ محض اسلئے کہ ان افراد کے پاس وہ آلہ تھا جو تلوار سے زیادہ تیز نیزہ کی نوک سے زیادہ مہلک کام کر نیوالا ہے،

جو پتھر کو موم اور لوہے کو نمک بنا دیتا ہے، بڑے سے بڑے آلودہ کا خالی جانا ممکن ہے لیکن اسکا دار ایک انسانی بیلیوں رکھنے والے دل پر بغیر نیا کام کئے خالی نہیں جاتا یعنی وہ گریہ یہ کیوں؟ اسلئے کہ گریہ مظلومی کی علامت ہے، مظلومت ہی وہ طاقت ہے جبکہ آگے بڑے بڑے جابرہ کے سر تسلیم خم ہو جاتے ہیں بڑے بڑے سنگدل ظالم بدحو کینہ پر در شاخص جبکہ نیاز جھکا دیتے ہیں اگر مظلومت حقیقی ہے تو آسمان خون کے آنسو روتا ہے آفتاب میں گمن گماتا ہے ماہتاب میں خسوف نمودار ہو جاتا ہے تارے جھلکانے لگتے ہیں پہاڑ آپس میں ٹکراتے لگتے ہیں دریا میں توجہ پیدا ہو جاتا ہے دیواریں اپنی اساسیں چھوڑ کر بلند ہو جاتی ہیں قندلیں بھج جاتی ہیں طبع ارض و سماں ہلکے مچ جاتا ہے دنیا مغموم نظر آتی ہے کائنات کو صمناں نظر آتے ہیں حتیٰ کہ دنیا کی ہر چیز طیور و وحش حشرات انسان درخت پتھر زمین آسمان پر آئنا رخ نمایاں نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب مظلومت میں اپنی طاقت ہے تو اس کے لازم اور خاص علامت دو گریہ میں بھی یہی قوت ہونا چاہئے اور ہے جبکہ تجربہ اور بالا میں پیش کردہ امثلہ سے آپ پر واضح ہو گیا۔ ہو گا۔ اسی سبب سے جب اس موثر اور کارگر آئندہ دو گریہ کو غیر محل پر صرف کر کے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے جب بھی یہ بے سود نہیں ہوتا وہ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔

ممکن ہے کہ طول ہو جائے لیکن میں اپنے نظریہ کو واضح اور مدلل کرنے کیلئے آپ کے چند تجربات کو پیش کر کے آپ کے تھوڑے سے عزیز وقت کو اور ضائع کر دینگا۔

آپ کو اپنی روزانہ کی زندگی میں خود اس سے دوچار ہونا پڑا ہو گا کہ اگر آپ کا گزر کسی ایسے مکان کی طرف سے ہو جس میں صف ماتم بھی ہو لوگ گریہ و زاری میں مشغول ہوں صدائے نالہ و شیون بلند ہو تو آپ کا دل بغیر کسی ذاتی تعلق کے ہمدرد فکر تحقیق و تفتیش کی طرف مائل ہو گا اور آپ اگرچہ کسی ضروری امر سے کیوں نہ جا رہے ہوں اپنے کو فطرتاً اس پر مجبور پائیگی کہ آپ اسکو جان لیں کہ ان لوگوں پر کونسی مصیبت پڑی ہے انکو کیا رخ و الم ہو چکا ہے یہ کس بلا میں مبتلا ہوئے ہیں جس سے ان پر گریہ و زاری عاری ہے۔ ہر فلاح اسکے اگر آپ کسی ایسے گھر کی طرف سے گزریں جس میں شادیانہ بچے رہے ہوں محض رقص و سرود آراستہ ہو جو افاں کی وجہ سے وہ گھر بقم نور بنا ہوا ہو تو آپ کے دل میں کبھی اس جھوٹی فکر نہ ہوگی جو صف ماتم بچے ہوئے ہونے کی صورت میں ہوتی بلکہ آپ یہ سمجھ لیں گے کہ اس گھر میں کوئی

شاہی راجی ہوئی ہے اور اسی بات کے قیاس سے معلوم کیا جاتا ہے کہ سب سے
اچکے دل کو تکلیف پہنچائیگی۔ اسی طرح اگر آپ راہ میں کسی ایسے شخص سے
معاشرت میں جو دوسرا ہو تو آپ کے دل میں غم و غم یہ خلش پیدا ہو گئی
کہ آپ اس شخص کے حالات معلوم کریں کہ اس پر کوئی مصیبت نازل ہوئی
ہے حالانکہ اگر آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جس کے بھرپور احکامات سے انہماک
سرد و خوشی کا اظہار ہو رہا ہو تو آپ بے اعتنائی کے ساتھ اس کے
پاس سے گزر جائیں گے۔
وہتر علیہذا

امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اپنی عدم انظر زبانی پیش کی جس کا
اعتراف و احترام تمام قوم عالم نے طوعاً و نکرہ کیا۔ کہو کہ
آپ نے اصحاب و اولاد کا قتل سونا گوارہ کیا آلِ تھمیر کا کوئی دشنام
میں سر پر نہ سونا برداشت کیا خود تین دن کے تشنہ شہد سوئے مگر یہ
پند نہ لایا کہ پزیر کے ایسے فاسق و فاجر خراب خوار کے ہاتھ پر
بیعت کر کے اپنے جگر و جگر حجاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی برسمابریں کی جہد و جدوجہد کو کشش و سعی اور عزت و زری سے سیراب
کئے ہوئے بوجھ خدا کے محبوب ترین دین اسلام کو مٹ جانے
دیں یہاں پر جھکو زمین الدین جنتی کی رابعی یاد آ رہی ہے جو اگرچہ
فارسی میں ہے مگر یاد رکھنے کے قابل ہے وہ تھا ہے۔
شاہ بہت حسین بادشاہ استحقین بہ دین بہت حسین دین پناہ بہت حسین
سردار و نادر دوست در دست حسین ۶ حاکم نیا لالا است حسین

اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ امام حسین علیہ السلام کے ہاں
عظیم الشان واقعہ کربلا کے بعد جب بنی ہاشم اور حبان المہبت کا انحصار
چند افراد میں رہ گیا اور الناس علی دین ملوک کھڑا اور دینہ صحر
دنا نیوہم کے مصداق لوگ اس عظیم الشان واقعہ اور بے مثال
قربانی کو استحقاق کی نظر سے دیکھنے لگے بلکہ اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا
کہ سب سے لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہی نہ تھا کیونکہ جب میں آپ سے
یہ بیان کروں تو شاید آپ تعجب کی نظروں سے دیکھیں گے کہ تاریخ کی
کی دقت گردانی سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ لشکرِ نیریدی کے بہت
سے افراد کو کربلا پہنچ کر جنگ کے پہلے اور جنگ کے بعد بھی یہ نہیں
معلوم تھا کہ وہ کس نے تھا و جنگ قائم کرنے آئے ہیں اور وہ سب
رسولِ تعالین امام حسین علیہ السلام سے ملے ہیں یا وہ آلِ تھمیر
کے بے نظیر افراد کا نام کر کے ان کے گھر و مال و اسباب و لوازمات
لے گئے ہیں میں آگ لگا کر اگلی محذرات صحت کو سیر کر کے داپس
جو رہے ہیں تو ایسی حالت میں خصوصاً جبکہ امام حسین علیہ السلام کی
جگہ ایسا دبا شد و تیا کیلئے نہ تھی بلکہ دین اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے
تھی ان چند انگلیوں پر

شمار کر لینے والے افراد کے لئے کیا جائے گا وہ سب کا رہا ہو سکتا تھا کہ وہ اس
عظیم الشان واقعہ کو اپنے زمانہ میں اور اپنے بعد ہمیشہ ہمیش کے لئے
واقعات عالم کے مشرق و مغرب میں جاریوں طرف نشر کر سکیں حالانکہ
نہ اس زمانہ میں ریڈیو تھا نہ تار نہ جہاز نہ اخبار تھے نہ رسالے نہ ملبس
تھا نہ پریس نہ کوئی اور دوسرا کہ نشر و اشاعت تو وہ اس عظیم الشان
واقعہ کو نشر کرتے تو کیسے؟ آپ کو اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا
کہ سیاسی حیثیت سے ان کے لئے اس سے بہتر کوئی اور کار نہ تھا
کہ متعلقانے فطرت کے موافق صفت ماقم بچائیں اور اس میں تذکرہ
واقعہ کر لیا کریں کیونکہ صفت ماقم بچے ہوئے کی حالت میں ہر شخص
کو اسکی فطرت اس پر مجبور کر گی کہ وہ واقعہ کی فحش کرے اور اسی میں
اس کا سیاسی کارنامہ پوشیدہ تھا کہ لوگوں کے دل پر واقعہ کو بلا نقش
ہو جائے اور نیریدی کے ظلم و استبداد و فسق و فجور اور اسلام پرستی
کی حقیقت کھل جائے اور حقیقی اسلام اور اسکے پرستاروں کے جوہر
اور اصل اسلام کے سچے اور ہمیشہ رہنے والے اصول و قوانین دنیا
و عالم کے پیش نظر بنائیں اور ایسا ہی ہوا بھی اور انشا اللہ ہوتا رہیگا
بہر حال کامیابی کا نام لوگوں کے نزدیک سیاست ہے تو سیکو تسلیم کر لیتا
پڑیگا کہ اس تمام کامیابیوں کی دھند و دھبہ بھی گوریہ دلاوری تھی ورنہ یہ
واقعہ اب تک شاید نا فہم دنیا بھلا دیتی یا کم از کم اسکو بھی استحقاق
کی نظر سے دیکھنے لگتی لہذا اگرچہ ایک بہترین سیاسی چرچہ تھی جسکے استعمال
سے اسکے متعلقین اب تک کامیاب ہوتے رہے اور انشا اللہ آئندہ
بھی کامیاب ہوتے رہیں گے۔

بہت ممکن ہے کہ یہاں نا فہم اعتراض کرنے والے یہ اعتراض
کریں کہ اچھا ہمنے اسکو تو تسلیم کر لیا کہ گریہ ایک بہترین مینا بھی
حرب تھا جسکے استعمال سے کامیابی بھی ہمیشہ دست بوس رہی لیکن
اسکو اسی وقت تک استعمال کرنا درست رہ سکتا ہے جب تک
کوئی اور کار مثل ریڈیو جو اندام اخبار و جہزہ کے نہ تھا یا جنگ کہ
یہ واقعہ تمام کثافات و اطراف عالم میں نشر نہیں ہوا تھا لیکن اب اسکا
استعمال بے غل ہے۔

میں ایسے معترضین سے عرض کروں گا کہ آپ انصاف سے ارشاد
فرمائیں کہ مطبوعوں نے اب تک کس قدر بے شمار تاریخیں شائع کیں تو
کیا وہ سب آپ کے دیرِ نقش ہیں اخبارات میں کتنی خبریں اور
مغایین شائع ہوتے رہتے ہیں تو کیا وہ سب آپ کے دیرِ نقش
ہیں ریڈیو سے آئے دن کتنے مقالہ نشر ہوتے رہتے ہیں تو کیا وہ
سب آپ کے دیرِ جگر کی لکیر ہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ آپ کتابیں
دیکھتے ہیں اور پھر پھیل جاتے ہیں مقالہ سنتے ہیں اور انکو فراموش کر دیتے
ہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہر مسلمان سن و شدت کے ہر لمحے پر

خامسہ سالہ عجم

(نوشتہ عالیجناب حکیم سید حیدر صاحب زید خلیفہ حکیم محمد زید صاحب
ارحوم یا ثانی اللہ لکھنؤ)

سے اپنی آخر عمر تک ایک رسول مقبول ہی کو لے بیجا اچھے
واقعات، کتنی مرتبہ میلاد پڑھنے والوں اور داعیوں سے
سننا ہے اور اگر پڑھا لکھا ہے تو کتابوں میں پڑھتا ہے لیکن
باجود اسکے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر اس سے کہا جائے کہ
ذرا سیرت نبی تو بیان کر دو آپ اُسکو دیکھیں گے کہ وہ
کبھی بھی پوری سوانح حیات نہیں بیان کر سکے گا بر غلات
اسکے اگر آپ واقعات کو دیکھیں تو ایک مسلمان تو مسلمان
ہر مذہب کے اکثر و بیشتر افراد اس سے واقف ہیں اور وہ بلا
بغل جھانکے ہوئے اکثر واقعات کو بلا خصوصاً اسکے ماحصل
کو بیان کر دینگے۔ یہ کیوں محض اسلئے کہ حسین مظلوم کی صف
ما تم جب سال بھر میں تقریباً ڈھائی ہمدینہ برپا رہتی ہے تو
ہر شخص جب جو کر تہ ہے اور اگر وہ مجلس میں نہیں شریک ہوتا
تو کم از کم شریک ہونے والوں ہی سے حالات معلوم کر لیتا ہے
جسکے بعد اگر وہ اپنے دل سے اسے بھلا دینے کی کوشش بھی کرے
تو نہیں بھلا سکتا۔

بلکہ یہ کہنا بھی بالکل درست و صحیح ہے کہ سلام کے
جتنے واقعات نشر ہوتے ہیں وہ سب مجلسوں ہی کے سبب سے
اب رہا یہ سوال کہ جب یہ واقعہ چاروں طرف نشر ہو چکا تو
پھر اب بیکار ہے۔

اسکا جواب بھی واضح ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ واقعہ
جب سے وقوع میں آیا اسوقت سے اب تک تمام لوگوں میں
نشر ہو چکا اور سب ہی جان گئے ہیں۔ لیکن بندہ پروردگار اپنی آئندہ
سنوں میں اس یادگار کے قائم رکھنے کیلئے یہی واحد ذریعہ ہے
کیونکہ انکو بھی محض کتابوں کا دیکھ لینا جطرح آپ کیلئے ناکافی
تھا اسلئے بھی ناکافی ہے لہذا ان کے دلوں پر بھی نقش
رہنے کے لئے آپکو اگر کامیابی ہو سکتی ہے تو محض اسی صورت
سے کہ صف ماتم بچھتی رہے اور لوگ حسین مظلوم علیہ السلام
پر گم رہیں۔

میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا اسکا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے
کہ گریہ ایک مذہبی چیز نہیں ہے میں اس کا بھدا قدر معتقد
ہوں کہ جب حسین پر رسول اللہ نے گریہ فرمایا انہوں نے گریہ
فرمایا اور گریہ کا حکم دیا تو یہ بالکل ایک مذہبی حیثیت سے ہے
لیکن وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ جب اسلام کا ہر قانون تمدنی و
سیاسی حیثیت لئے ہونے ہو جب ہی قابل تسلیم ہو سکتا ہے
انکی تشفی دہنی اور اس موضوع کے سپرد ہونے کی ملکیت سے
میں نے یہ سب عرض کیا۔

لے حسین ابن علی اے یادگار خستہ | اے میرے مظلوم مولے شہید و بطل
لے حبیب کبریا کے جان دلے مر جبین | لے علی کے بارہ دلقاطرہ کے نازنین
لے حسن کتوت بازو امام ابن امام | ہر دلا واجب ہی ہر فرض تیرا حرام
تو نے بتلائے جہانین معنی ذبح عظیم | پائے گا جو پائے گا کچھ سے راہ ستیقم
باعث فرخندہ تیری ذات ہے | قابل شک کلیمہ تیری ذات ہے
نوسہ تیرے آدم کی جبین پر نور تھی | ہر نبی کے دین تیری ہی دلا ستودھی
تیرے ہی صفت میں عیسیٰ کے بھرنا | جی اٹھا مردہ زبانی نام جب تیرا لیا
تیرے ہی باعث سے موسیٰ کو پریشان | اس ترافض کف پا تھا انھیں ہاتھ لگیا
موم لہے کو کیا داؤد پھینکے گر | میرے مولا تھا یہ سیرام کی کار
لے میرے معصوم مولا میرے رقی امام | تیری دشمن ہو گئی تھی امت خیر الام
بریکے کینے نکالے ظالموں نے تجھے آہ | چین دم بھر کیلئے لینے دیا بھکوشاہ
کیا یہی اجرت امت صلا تھا جو دیا | کیوں سلا تو تیا و گیا یہی سلام تھا
لے علی کے لعل پہلے خطا پہ خطا لکھتے تھے | تجھے خواہشمند خود خدایا کے ہوئے
آگیا جب کر بلا میں لیکے تو اٹھسم | امت جہنہ تری تھیر کے جوہر ستہ
دو پیر میں ہو گیا برباد تیرا خاندان | بھائی بنے بھائی بنے مذہبی چیل
تین دن کی پیاس میں گا لگیا تیرا گلا | کند خیر خلق وہ سوکھا ہوا مولا تیرا
زلزلہ آریازین کو آئین گالی آندھا | آسمان خون سے آئی اور نفع
تیرے کچھ علی دفاطرہ روئے ہوئے | اے قتل میں ہی شکست نہ دینگے

قتل فرزند نبی جہنم میں تھا شور و شین
طریقہ سے آتی تھی حیدر صدائے حسین

شہادت حسینؑ سے فیض اٹھائیے

دو مشہدہ جناب بیباک اپنی مدظلہ از بابہ بکلی

آگاہانہ انداز نے حق کی حفاظت اور اسلام کی بقا کے لئے مکہ و مدینہ دیران کر کے جھل بسایا اور گھر و مال اور لاد و شاکر عموماً دنیا کے لئے خصوصاً شیعوں کے لئے روحانی غذا ہم پہنچائی۔ روحانی ترقی کا بندوبست کیا لیکن ہمیں قہر کرنا دیا۔ اخوس! ہم خود اس نعمت عظمیٰ سے فیض اٹھاتے ہیں۔ نہ دوسروں کو فیض پہنچاتے ہیں بھارافضی تنگدست ہم نہایت غم و الم کے ساتھ اس بے مثل قربانی کی یاد کو ہر سال ظنہ کرتے اور ان مدعیان ظلم و استبداد کے تاریک ضمیر کی بیداریوں سے دنیا کو واقف کار بناتے جنھوں نے اپنی

حریمیں اور دنیا پرست طبیعت کے غلام بن کر وہ عمل آپ کی ذات کے ساتھ سلجھ کر میں کر ڈالے جو بیک انسان حیوان کے ساتھ نہیں کر سکتا آہ! اس نئے سے معصوم جان کھانی کے سوال پر تیرہ شہید سے حرمین کا بل اسدی کا ہلاک کر دینا جس سے خلق خدا بچے اسی نہ معصوم آدم کے کس معجز میں سلجھ تھا۔ لیکن ہم ہیں کہ مادیت کی سموم ہواؤں کے جو کھوں میں پھر کر اپنا طرہ عمل ایسا بنانا پس نہ کرتے ہیں کہ نہ حق رہے اور نہ باطل باطل کہا جائے جو حینی کا کو عمل کے خلاف ہے اور آپ کے کارنامہ پر ایسی ضرب کاری ہے کہ اس کے دار کا تھل نہ رسول کا دل ہو سکتا ہے نہ خاطر کا قلب اور نہ علی کا جگر کیونکہ وہاں حق حق ہے ان کے نزدیک غیبی نصیحت اور وہ آیات کا مجموعہ نہیں ہے وہ مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنا پسند

کرتے ہیں نہ ایسی آواز خیالی کو دوست رکھتے ہیں کہ حق کو کے معاملہ میں گندم نا جوڑا علی برتی جائے بلکہ وہ تو جانتے ہیں کہ تمسکان و امن رسول و اہلبیت رسول کا عمل ایسا ہو کہ جو ضرب باطل پر لگائیں اس کی ہر جرح ایسی ہو کہ بطلان کو معصوب کر دے اور کسی صورت میں باطل پرست۔ ظالم و غافل اور شکار کو اٹھنے نہ دے بلکہ ان کے مادیات پر برہمنی عقائد کو جو مذہبیت کے جانی دشمن ہیں باطن پر آش کو دے میں خیال سے حدیث۔ یزیدیت کے ساتھ لگائی اور اس نے یزید کی کفریت کو شاہ کیا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ زمانہ کی دنیا کو دیکھتے ہوئے ہیں اس طرح پر نہنا چاہئے جنہی ہمیں بھی محاسن کے زمانہ میں تھا۔ یہ اولیٰ۔ احاطہ اتنی چاہئے جس

سلام

رشتہ قلم جناب لغز من متاعون مکن حسانین خاندنارس

سلامی حضرت شہید کے جوڑنے والے ہیں اگرچہ شاہنشاہ کے ملک عالم ہے نہ لے میں حرم عوالم کی شہادت کی طرح کرتے تھے بھگا کر گھاسے عباس پھر سے پھر سے مجبورم غم میں آگے پیغوالی ہیں نہ لڑا حرم کے باب میں شہید نے زینب فرمایا سنا دی کہ نہ لڑا تھا یہ بازار کو نہیں یہ حالت الم وقت کی حد کے ہاتھوں سے فنا نہ کر کا آئینہ ہے طلاق حسنی کا علی صغریٰ کا شریک اس اتنا ہی بتاتی ہے کہا قاتل نے اندر ہی سے ثابت قدم تم

گسار کا واقعہ توصات تھلا تا ہے پشیمان علی وفا طرہ حسنین احمد کلمی والے ہیں

وہ کہتے ہیں ہمارے پاس جنت کے قبائے ہیں شہید معطلے میں بیٹائی زہر کے پالے ہیں خدا کے اٹھنے سے انکے تیرہ ہی فرامے ہیں جو دریا کے محافظ تھے کمان پر ویزاے تھا خدا زندہ رکھے شہید کے یہ لفظ والے ہیں خدا کے قہر والے اور محکمانے یہ حوالے ہیں تماشا دیکھ لو اگر سو پ تھپڑ مارے ہیں گلے میں عشق۔ پڑی پاؤں تلواریں چلے پ پ عمو کر نیوالے ہیں کہ ہلا شے والے ہیں کبھی دھنچے سے کچھ کتے نیچ کر نیوالے ہیں تمہارے مور کے تو اکثر لپٹنے دیکھ بھالے ہیں

کے لیے ایسے موقع فراہم کرنے چاہیں کہ عوام ان جوڑا استبداد کی داستانوں کو سنیں جوڑا سول کے کمرہ گویوں کے ہاتھ سے رسول کی اولاد و اہلیاب پر واقع ہوئے ہیں اور ان کے صبر و شجاعت کا بے مثل مظاہرہ دیکھ کر معلوم کریں کہ وہ مجسمہ نور تھے۔ روحانی تعلیم سے ان کے سینے پر نور تھے وہ قابل اس کے ہیں کہ ان کی تاسی کی جائے معصوم و بے گناہ مانے جائیں۔ پیغمبروں کے حقیقی جانشین سمجھے جائیں لیکن رواداروں کے یہ معنی تو سرگز نہیں ہیں کہ ان کے دشمنوں کو دوسرے سمجھ لیا جائے ان کی منقہت کرنے والوں کو اپنے پہلوؤں میں جگہ دجائے۔ انھیں علی الاعلان برا کہنے والوں کو سر پر بٹھایا جائے اور ان منظام کو جو بیشتر ہو چکے ہیں یا ان کے تابعین کے ہاتھوں آج پورے ہیں صرف مادی مطلب برابری کے لئے بھلا کر جس کا نتیجہ یہ

اچھا کر لوگ رفتہ رفتہ قل لا استلکم علیہ

احبوا الی الموحدة فی القرین

کے مفہوم ہی سے دور بٹ جائیں۔

الحسن والحسین سید شباب اہل الجہنم

کے معنی کو مادیات کا جامہ پہننا ہے لکس۔

حسین معنی وانا من الحسنین

یہ پروردہ ڈالا جانے لگے اور انی تارک

میکم الغلین کتاب اللہ و عتوق و اہلیتی

کے معنی بدلے جانے لگیں تو جو کچھ نبی امید و

عباس کے دور میں غضب ہوا اب ہو کر رہ

جائے گا۔

خود کرنے سے معصوم ہو جائے گا اگر زمانہ

کی فضا۔ افتاد اور سیاسی مزدتیں من و

ضمیر کا خون کر سکتی تھیں تو کوئی مزدت

نہ تھی کہ ہمارے آقا و مظلوم شہید نبی و آخر

ایکہ افکار کہ کران تمام مصائب و آلام

کا خاتمہ نہ کر دیتے جو سب میں آپ پر

گذرے اور جس یہ سبق نہ دیتے کہ جب

سیاسی جھوٹاں ہاں ہوں اکثر میت

اعلیٰ کو دبانے لگے۔ مادیات کا ظہر ہوا زمانہ کی رفتار و فضا ناما عدت کرے تو تم

تنگ خیال بن جانا۔ خود غرضی کی اطاعت کر لیا اور مادی و دینی دشمنوں کو دوست

بنادینا لیکن انھوں نے ایسا تو نہیں کیا۔

لہذا آپ آپ کے مناقبات کو جوڑ کر رسوخ اور میں برہمن کیجئے۔ ذکر کی

کی اصلاح فرمائیے۔ لائق مدح و تحسین صحابہ کرام کی مدح سنئے وہ سارا ان علی و

محبان اہلبیت سے دل کھول کر سنئے۔ ہمسایہ قوموں کے حقوق ادا کیجئے۔ کسی کے

مذہبی پیشواؤں کو برا نہ کہئے۔ بجائے دام باڑوں اور مسجدوں کے ہر تمام پر حسینی

تاریخ کو دھرا لے دنیا کے سامنے حقیقی اسلام کا نقشہ پیش کیجئے گراس آزاد خیالی

کو لہر چھوڑ دیکھ کہ حق و باطل کے بین بن راجائے۔ نہ حق کو حق کہا جائے نہ

کو ناصرو کی آغوش میں ٹا کر ذبح کر دیا گیا۔ ان کی گود بچے کے گرم گرم خون سے بھر گئی ناصرو نے کتا ہوا سر اٹھایا اور جھگڑ دیا بان کوٹے کرتی ہونئی ایک مٹی کے ڈھیر پر پہنچی جہاں ایک مختصر سا مجمع جو گریہ و زاری تھا۔ ناصرو نے آباد از بلند کہا لوگوں راستہ چھوڑ دو میں اپنے مولا و آقا کے لئے ایک ننھا ہدیہ کے رکھنا ہونئی ہوں لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ سر پریدہ سے السلام علیک یا بن رسول اللہ کی صلیبی بلند ہو رہی تھیں۔ ناصرو نے کہا مولا صلیبی! نادار ہوں۔ غریب ہوں کچھ دولت ثروت پاس نہیں رکھتی۔ اکبر و اصغر کا واسطہ مجھ بے بغاوت کے ناچیز ہدیہ کو قبول فرمائے۔ قبر کا نب گئی۔ ایک نور سا طالع ہوا۔ ندا آئی ناصرو تیری زیارت قبول ہے دیکھ تیرا ریا ریا میری گود میں ہے۔

غرض مذہب محبت حین میں وہ علی کا نامہ دنیا کے سامنے پیش کر کے چلی گئی جو آج تک جوشِ عمل کے لئے ہمارے بچوں۔ بوڑھوں۔ جوانوں۔ عورتوں اور مردوں کو سبق دے رہا ہے۔ ہم میدانِ عمل میں کود سکتے ہیں۔ عزت کی موت کے سامنے ذلت کی زندگی پر ایک بار نہیں ستر بار نفرن کرتے ہیں۔ لیکن ہم انتقام کے ساتھ نہیں۔ حق و صداقت کے راستے سے گمراہ ہو کر نہیں۔ دفاعی حیثیت میں۔ بقائے وقار و مذہب کی صورت میں کیونکہ حینی شہادت نے ہمیں بھی سبق دیا ہے۔ رہنما یا دین نے بھی پڑھایا ہے۔ افسوس! ہمارا اخلاق ہمیں خود پہنچنے نہیں دیتا ہماری باہمی نزاع میں سر اٹھانے نہیں دیتی حالانکہ یہ وہاں نہیں ہے اس اخلاق کی تہ میں اتفاق پہاں ہے محبت نہاں ہے کسی مفید مدد و نفع کی تلاش میں یہ نزاعی چپ قفلش جاری ہے مگر اس سے ارباب فکر و نظر کے قوائے داغیہ میں انتشار ہے۔ قوت ذہنیہ ظاہر و مہیود قوم ملت میں فتنہ نہیں پور جی ہے ورنہ ہم اپنی پیغمبر کا نمونہ دنیا میں پیش کر دیتے اور تاحی عالم کے سامنے اپنے رہنما یا دین ملت کے محاسن اخلاق و عباد و صاف گوئی کو پوچھتے تو دنیا میں کوئی دوسری شخصیت بھی ایسی ہمہ صفت موصوف ہو تو پیش کر دے جو پیش خدا و رسول ایسی معزز و ممتاز رہی ہو۔ کاش اب بھی ارباب ملت و مدبران قوم حسین علیہ السلام کے مدد و واسطے میں اس طرف مائل ہوتے تو ابھی کچھ زیادہ کھونے کی نوبت نہیں آئی تھی وہی وقار قائم ہو سکتا ہے اور وہی عزت مل سکتی ہے جس کے سامنے بڑی بڑی طاغوتی قوتیں ہست ہو گئی۔ ظالم و سرکش حکومتیں مٹ گئیں۔ جو دواستبداد کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔

آپ کے چند پیسے دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں

اور وہ اس لیے کہ امام حسینؑ کے دو دو چار گناہ۔ رسائل خرید فرما کر غریب افراد میں مفت تقسیم کیجئے پھر دیکھئے کہ دنیا سے مذاہب میں کیسا انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے۔ کیا آپ اس اہم تبلیغی فریضہ کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

الداعی الی الخیر سکرٹیری امامیہ شن کلمنٹو

باطل کو باطل کیوں کہ اس میں خود غرضی و حرص کی بو آتی ہے اور یہ وہ ہتھیار مرض ہے کہ اسی کے مرض نے اپنے سیاہی آلود ہاتھوں سے س کے ذہب کو دشتانِ نہرے دیا بلکہ ایسا تاریک کر دیا کہ جب تاجدار اسلام کی ذریت ہمد و اوقد کر لیا کرتا کر کے بر نہ سر کوفہ اور دشت لائی گئی اور ٹھکی گئی یہ راہنچا دی گئی کہ کچھ اسیر مگر تیار ہو کے آئے ہیں اہل کوفہ و دشت ان کا تاشہ دیکھیں تو ان کوفہ و دشت کے بالا خانوں سے خرے و دروٹیاں و جھڑ ستونائیں اپنے بچوں پر سے تصدق کر کے اسیرانِ اہلبیت کے بچوں کی طرف پھینکتی تھیں اور یہ بچے اس قدر گرسنہ و تشنہ تھے کہ اکثر بچے اسے اٹھا کر منہ میں رکھنا چاہتے تھے اس وقت جناب زینب علیا مقام و جناب حضرت کثوم بچوں سے چھین کر آباد از بلند گویا ہونئی تھیں کہ اے کوفیوں اور اے دشمنیوں یہ کیا غضب کرتے ہو تم نہیں جانتے کہ ہم اہلبیت رسول ہیں اور ہم پر حد نہ حرام ہے۔ کماں ہیں دنیا کے مسلمان جو رواداری و مساوات کا سبق پڑھاتے ہیں۔ انہیں اور ہمارے ساتھ ان کلمہ گو یوں سے بیزاری کا ثبوت دینے کے لئے دنیا کے سامنے اس منظر کو پیش کریں یا زید بد نہاد کے دربار میں سات سو کرسی نشینوں کے سامنے اہلبیت رسول کا بے مقنع دجا و رکھڑا ہونا۔ امام زین العابدین کا حقوق و مسائل میں جکڑا جانا دکھلا کر ان مسلمانوں سے نفرت کا دھڑ پاس کریں ہم رواداری و مساوات کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ ورنہ ہم وہ ہیں کہ ہم میں کی ایک ایک عورت اس زمانہ میں قبر حین کی زیارت کرنے کے لئے آئی۔ جب کہ متوکل عباسی نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص قبر حین کی زیارت کو نہ آئے انہائے سفر میں رات ہو گئی۔ پہرہ وادوں نے روکا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اور کہاں جا رہی ہو۔ ناصرو نے جواب دیا میں خاندانِ سادات سے ہوں اطراں مصل کی رہنے والی ہوں زیارت قبر حین کو جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ مہر چھوڑ دیا ہے۔

سپاہیوں نے گرتا کر کے متوکل کے سامنے پیش کیا متوکل نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ جواب دیا کہ ہم زیارت قبر حین علیہ السلام کو جا رہے ہیں۔

متوکل۔ زیارت قبر حین سے کیا ہوگا؟

ناصرہ۔ زیارت قبر حین سے معرفت خدا و رسول حاصل کر دینی۔

متوکل۔ حین اس قابل کہاں تھے؟ جو ان کی قبر کی زیارت سے معرفت خدا و رسول حاصل ہو سکے۔

ناصرہ۔ کو جوش آگیا۔ عباسی کے نیچے سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکالا اور کہا۔

وہ او متوکل اگر حین سے معرفت خدا و رسول حاصل نہ ہوگی تو تجھ جیسے فاسق فاجر سے ہوگی؟

یہ مکر فوراً متوکل پر چڑھ کر دیا سپاہیوں نے ناصرو کو پکڑ لیا۔ متوکل نے کہا اچھا اس کے پیارے ضیا کو اس کی گود میں ٹا کر ذبح کر دیا جائے۔ ناصرو نے یہ سن کر جواب دیا۔

وہ او متوکل اگر تیرا خیال ہے کہ میں اپنے بیٹے کی محبت میں سرشار ہو کر زیارت قبر حین سے باز آ جاؤنگی تو میں اپنے اس چشم چراغ کو اپنے ہاتھوں سے فرع کر دیتی ہوں لیکن زیارت قبر حین سے ہرگز ہرگز باز نہیں آ سکتی۔ چنانچہ ضیا

قوم سے درمندانہ اپیل

(دفتر عالیہ جہانگیر علی نقوی مولوی ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی پریس کوٹ لائبریری کراچی)

خداوند عالم کالاکہ و لاکہ ہے کمال گذشتہ کئے اسد محمد نمبر میں احقر نے قوم سے جو اپیل کی تھی وہ صلابہ صحرائی بن گئی۔ اور اخبار "اسد" بجائے ہفتہ وار ہونے کے اب "روزانہ" ہو گیا اور قوم و ملک کی خدمت بہ طریق احسن کر رہا جس کے لئے میں قوم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں نیز محترم مدیر اسد کو انکی جان توڑ کوششوں اور استقلال کی داد دیتا ہوں۔ مگر مٹا یہ بھی گذارش ہے کہ "اسد" کو روزانہ دیکھ کر ہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔ اور اب ہم کو اس سلسلہ میں کچھ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے یہی کہ جہاں "اسد" روزانہ ہو گیا وہاں اس کے اخراجات کس قدر بڑھ گئے۔ حالانکہ آمدنی کی حالت شاید پہلے سے کچھ بہتر ہو گئی۔ پہلے صرف ہفتہ میں ایک بار شایع ہوتا تھا۔ اب یومیہ شایع ہوتا ہے۔ ایک طرف تو مدیر اسد کی ذمہ داریاں ہفت گنی ہو گئیں۔ دوسرے خرچ بھی ہفت گنا بڑھ گیا یہ خیال کہ چند سالانہ کی مقدار بھی تو پہلے سے بڑھ گئی صرف سیونت صحیح اور قابل قبول ہو سکتا ہے جبکہ چند دہندگان اپنی دریا دلی سے پیشگی یا کم از کم وقت پر چندہ ادا کریں یا حد سے حد یہ کہ کچھ تاخیر سے ہی بیباقی کر دیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ واقعات اس کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ہر اخبار میں بقایا وارڈ سے پر زور اور کجا جہت کے ساتھ اپیل شایع ہو رہی ہے کہ لکھنا اپنے اپنے ذمہ کی بقایا جلد روانہ کیجئے۔ ورنہ محرم نمبر کا شایع ہونا بیخود ہے۔ ان اپیلیں سے پتہ چلتا ہے کہ اخبار کی مالی حالت بہت غیر اطمینانی ہے۔ جس کے براہ راست ذمہ دار چندہ دہندگان ہیں۔

لہذا میں پھر ایک بار قوم سے اپیل کروں گا کہ خدا را اسے قوی آرگن

کی طرف جلد طور مناس

اطمینان و سکون قلب

رہیں۔

مجھاسید ہے کہ

سازل ترقی جلد اور

مقامی قیص

بین

روزنامہ اسد کا محرم نمبر اخبار اسد کے روزانہ ہو جانے کے بعد خیال بھی نہیں گذرتا تھا کہ محرم روزانہ کی مصروفیتوں کے ساتھ کوئی خاص نمبر بھی نکال سکیں گے۔ لیکن خدا نے قادر و توانا کالاکہ شکر ہے کہ روزانہ اخبار کی مصروفیت کے باوجود بھی ہم اخبار اسد کے محرم نمبر کو اس شان و اہتمام سے پیش کر رہے ہیں۔ ناشکر گزشتہ ہو گئی اگر اس موقع پر ان معاونین قلمی کا شکریہ نہ ادا کریں جنہوں نے ہماری قلم دہانی سے اثر لیکر اپنی نظمیں اور مضامین سے روزنامہ اسد کے محرم نمبر کے واس کو مال مال کیا۔

معاونین قلمی کے شکریہ کے ساتھ ہیں اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ہے کہ روزانہ اخبار کی مصروفیت کی وجہ سے ہم محرم نمبر کو اس شان و اہتمام سے جیسا کہ ہمارا دل چاہتا تھا پیش نہ کر سکے۔ انشاء اللہ اگر زندگی باقی ہے تو اس کی تلافی سال آئندہ کی جائے گی۔

وہ حضرات جن کے مضامین ہر دیومومول ہوئے یا دج اخبار نہ ہو سکے ہم کو معاف فرمائیں اگر موقع ملا تو ان مضامین کے لئے روزنامہ اسد کی معمولی اشاعتوں میں موقع نکالا جائیگا اور ہمارے ان معاونین قلمی کی محنت و لگن نہ جائے گی۔

اعلان تعطیل آج ۲۱ محرم کو محرم نمبر شایع کر دینے کے بعد دفتر اسد ۲۱ محرم تک بند رہے گا اور روانہ ہر چوں کی اشاعت ہوگی لیکن اگر کوئی خاص قومی ضرورت داعی ہوئی تو اس اشاعت میں کوئی خاص ضمیمہ یا غنیہ جات ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

انبیا اور آئمہ کی سچی تصویریں

اور

شاہان بنی امیہ اور بنی عباس کا فوٹو

اگر دیکھنا ہو تو حسب ذیل کتابیں منگا کر اپنے بچوں عورتوں اور باغیچوں
نوجوانوں کو مطالعہ کرائیے تاکہ وہ انبیاء و صحابہ کی سیرت اور دشمنانِ امت
کے مظالم سے باخبر ہو کر دینِ خدا کی سچی پیروی اختیار کریں۔ سینکڑوں تاریخوں کا مطالعہ
دینی کہانیاں حصہ حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک ۳۲ کہانیاں قیمت ۱۲
دینی کہانیاں حصہ حضرت موسیٰ سے بابر صلیٰ امام تک ۱۰ کہانیاں قیمت ۱۲
دینی کہانیاں حصہ نبی امیہ کا بیٹا ابوسفیان سے مروان حاکم تک قیمت ۱۲
دینی کہانیاں حصہ بنی عباس کے مظالمِ اہلبیت پر قیمت ۷ (زیر طبع)
بچوں کی دنیا ۳۲ رطائفِ شہرِ اہل اللہ صلیٰ علیہ وسلم ۹ رطائفِ اہل بیت ۱۰ احکامِ دین
کے متعلق سینکڑوں احادیث کا اردو ترجمہ ۶۰۰ صفحہ ۶
مکمل فہرست مفت طلب فرما کر ملاحظہ کیجیے۔
چلنے کا پتہ: شمیم بکڈلپ مراد آباد

مردانہ فوٹو میں بھان پیدا کیے والی ایک جلیقہ خارجی ایجاب

مرثیہ مرہم

صفتِ اباہ مرضی الاعصاب نارک ہے صاحبِ کئے سلامت فی القلوب کو کھنڈ
والی اعصاب میں فی القلوب رقی لہر و رانی قابلِ برداشت بھان پیدا کر نیوالی نہایت
معطر ہے خطا ہے جس کو اپنی نوناگوں صفات کی وجہ سے نازک طبع شاکھیں اکثر انہیں
میں کتے ہیں اور وقتِ ضرورت لطفِ افزہ ہوتے ہیں اہلِ القلوب سوزشِ طبع پرست کو کھنڈ
تکامین سے پاس ہے حضورِ محرم کا عالمِ خارجی کمزوری و سستی و ترخار و دیگر زیادہ فطری
کے عادات و افعال بد کے اسباب ملا تا طہر مدد ہو کر کمزور وایوں اصلاحِ مرہم صرف چھ روز
میں تدریجی حالت پر آجاتا ہے علاوہ از یہ حد و قدر غرض ہے جو تجربہ سے ظاہر ہوگا۔

قیمت مکمل کر دس روپے نمونہ پر محصول ۸
پتہ حکیم سید ظہیر الحسن (میونسپل کھنڈ) متھرا (لوہی سٹی)

ضروری اطلاع

میں عین اور سچائی سے علمِ ہیکل کو بنانا عام اختراعِ عالم
مذاہر صاحبِ کائنات کرنا جانتا ہوں آپ نہایت خوش نصیب اور شریف احمد علی بھٹو
اور سلسلہ گنہگار کے وطن کو اس طرح لاکھ لاکھ کے مادہ کو
مذہرِ حق سے ملے اور مالوں پرینے کو خیریتا مادہ پہنچا ہے کسی غرض سے اپنے حق کو
کو کیلئے سامنے نہ رہیہ انتہا پیش کیا تھے خود کو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے
آپ کی وقت کی پڑیاں اور اس کے علاوہ اودیا ویا نہایت ہی پڑنا نہایت ہی وقت
ریتل اور مالک کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ آپ سے خط و کتابت کر کے فیضیاب ہو
اور (یہ) تمام حقیقتیں دیکھ کر ان کی لاہور و خدائے جنت و جہنم کے کاتب
سکرپٹری سنیاسی صاحب سوچا پھر راکھ پور

صفحہ تصاویر
ایک سال محرم مزار میں ہم نے خاص اہتمام سے لکھنؤ
اسی معنی مشہور درگاہوں اور کمرلوں کے مرتع

شایع کئے ہیں جو اس کے قبل شایع نہیں ہوئے تھے مثلاً درگاہ حضرت
عباس درگاہ نجف جنت البقیع۔ درگاہ تالکٹورہ۔ کربلائے دیانت اللہ
کاظمین مبارک لکھنؤ۔ کربلائے امین الدولہ بہادر وغیرہ کی مرتع۔ یہ
درگاہیں اور کمرلوں لکھنؤ کی بہت قدیم اور مقبول کمرلوں اور درگاہیں
ہیں۔ جو ہندوستان کی شیشی دنیا میں خاص عزت و احترام کی نگاہ سے
دیکھی جاتی ہیں۔ ان تصاویر کے علاوہ صفحہ تصاویر میں شاہی اوقاف
حصین آباد و شاہ نجف کے بھی بہت سے مناظر دئے گئے ہیں اور ان میں
یہ خصوصیت خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے کہ مسال کی یکم محرم کی مزین مبارک
حصین آباد و نجف شہر نجف بھی اس نمبر میں تصویریں دئے گئی ہیں۔

ان آثار کے علاوہ اسد کے محرم نمبر کو یہ بھی شرف حاصل ہوا ہے
کہ وہ سرکارِ نا مرالماتہ مدللہ کی اس تصویر کا بلاک شایع کر کے جو بالکل
نازہ ہے اور جو تصویر اب تک شایع نہیں ہوئی ہے۔ ممدوح کی اس
تصویر کے ساتھ ہم نے ڈاکٹر مش پرشاد صاحب انچارج فیروز آباد ہسپتال
چشم کا بھی فوٹو اسلئے شایع کیا ہے کہ ممدوح نے نہایت کامیابی کے
ساتھ سرکارِ نا مرالماتہ مدللہ کی آنکھ کا آپریشن فرمایا اور وہ ممدوح
سے اپنی قدرِ خلوص رکھتے ہیں کہ اپنی تمام مصروفیتوں کے باوجود
بھی برابر سرکارِ ممدوح کی خبر گیری کیلئے لکھنؤ آتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر
صاحب ممدوح کی خدمات کا اعتراف ہم پر فرما رہے ہیں لہذا ہم نے
ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات کا اعتراف کر کے پورے ان کی تصویر
کو بھی اس محرم نمبر میں جگہ دی ہے۔

صنفِ ادیب کے سلسلہ میں اتنا اور عرصہ آرہا ہے کہ لکھنؤ کے شاہی اوقاف
کی تصاویر ترشح ہوئی ہیں۔ لیکن ان شاہانِ اودہ کی تصاویر شایع نہیں ہوئیں
جو شاہی اوقاف کے ذریعہ سے آج تک حصین مشن کی ترویج کا سبب
ہو رہے ہیں لہذا ہم نے اس نمبر میں ان خلد آشاں فرما کر دیا ان اودہ
کی بھی تصاویر شایع کی ہیں اور ان اوقاف کے ان متغلیں و متولیان ذیجا
کی بھی جو حصینی مشن کی ترویج مزار وری میں نہایت اہمیت سے ہے۔ لہذا
صفحات تصاویر پر اس سے زیادہ اور کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس
نہد سرتے اسلئے

بہر سہتی خاص علیٰ حضرت سلطان العلوم خسرو دکن براخدا اللہ ملکہ و سلطنتہ

دکن ہیر آئیل

یہ تیل یونانی ادویات سے ترکیب دیکر مثل ساختہ ولایتی تیار کیا گیا ہے اس کے متعلق مستند ڈاکٹروں حافظ طبیبوں۔ امراء اور معززین کا تجربہ ہے کہ یہ محض خوشبو دار تیل ہی نہیں بلکہ دوا ہے جو دل و دماغ کو تقویت اور بالوں کو بالیدگی بخشنے۔ درد سر کو دفع کرنے اور سفید بالوں کو سیاہ بنانے میں مجید مفید ثابت ہوا ہے۔ پس مبارک ہیں وہ ہستیاں جو مستند مصنوعات سے مستفید ہوتی ہیں اور قابل فخر ہے وہ کارخانہ جو ایمان داری سے دنیا پر اپنا اعتماد قائم کر لیتا ہے۔

دکن ہیر آئیل ہر جگہ ملے گا

کارخانہ وقت واحد میں تین شیشیوں سے کم ذریعہ دی۔ پی۔ پوسٹ روانہ نہیں کرتا ساختہ

دکن ہیر آئیل کمپنی جی۔ آ۔ دکن

(ملک اور ہندوستان کی مشہور نمائشوں اور لندن سے طلائی تمغے یافتہ)

ایجنٹ برائے لکھنؤ

دی گنگ میڈیکل ہال ۲۵ این آباد پارک لکھنؤ

نقل صداقت نامہ

عابدیاب سر عبد الرحیم صاحب
مکرمی سلیم

چند ہفتے ہوئے میں نے چھ شیشیاں
دکن ہیر آئیل کی آپ سے منگوائی تھیں
ان کا استعمال کیا میرے بال گرنے لگے
تھے اس کے لئے میرے ایک دوست نے
مجھے آپ کا تیل استعمال کرنے کا ترغیب
دی۔ میں نہایت مسرت کے ساتھ
آپ کو لکھتا ہوں کہ صرف چند ہفتوں کے
استعمال سے میرے بال گرنے کا قطعی
نہ ہو گئے دکن ہیر آئیل واقعی مفید
تیل ہے۔ براہ نوازش چھ شیشیاں
ذریعہ دلیو پیل کے اور ارسال
کر دیجئے۔

(مشرعہ مستحفظ) عبد الرحیم

طالبان صحت کو مرثوہ

اگر آپ کو بہت عمدہ انگریزی دوائیوں کی ضرورت ہو تو

پبلک فارمیسی نادان محل و دلکھنؤ

سے خریدیے جو کہ ایک نہایت مشہور دواخانہ ہے اور جس پر
شہر کے مایہ ناز ہمدی حسین صاحب جنکو چالیس سال کا
تجربہ ہے بیٹھے ہیں انکے علاوہ ایک اور نہایت قابل ڈاکٹر
ایم۔ بی۔ بی۔ ایس بیس بیٹھ کر طب کرتے ہیں اور نسخہ جات نہایت
احتیاط سے بنائے جاتے ہیں۔

سالنامہ حیدری مع حیدری خبری

نمبر ۱۳۱ بابہ ۳۵۸
جس میں ۱۸ بلاکس تعداد کے علاوہ ہر قسم کی ادبی علمی تاریخی واقعات
چھپ کر تیار ہے

قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کمرہ ۸ صحت حیدری خبری ۲۳
کتب خانہ حیدری حیدر آباد دکن سرطلت
تقلید محمد اعلم ہر مومن پر واجب ہے مقلدین کیلئے بہترین کتاب

مختار المسائل

رسالہ علمیہ سرکار ایتھار قاسم لوبکس ہندوستانی مجتہد علم فقہ شہرت
دوسرے کارنامہ الملتہ سیلانائیکہ صاحب قبلہ دوسرے کارنامہ الملتہ مولانا
سید نجم بکن صاحب قبلہ مجتہدین لکھنؤ ۲۲ صفحہ کاغذ چکنا قیمت ۲۲
علمائے شیعہ کے حالات میں شہر کتاب

قصص العلماء

نصف اول

مولانا علامہ تنکابنی مترجم حکیم میرزا نور علی صاحب رعدیہ مشہور کتاب
علمائے شیعہ ایران و عراق کے حالات میں نہایت مستند کتاب ہے
حصہ اول چھپ کر تیار ہے جس میں آقاباں ابراہیم سے شیخ جہاں تاک کے
حالات ہیں ۲۲۲ صفحہ قیمت ۲۲ نصف ثانی زیر طبع ہے۔

نور العین

ابصار العین فی انصار الحسین

مولانا سید تصدق حسین ابن علامہ سید غلام سنین کنیری طاب ثراہ
جسم ۲۲۲ صفحہ - قیمت چکنا عسماں کمرہ ۸

کے لیے اگر آپ کو بہترین چنے ہوئے سوز خوانی کے
مرتبے اور رقت آور نوحوں کی ضرورت ہو
تو فوری ایک کارڈ بھیج کر کتب خانہ حیدری کی
فہرست طلب کیجئے آپ کو اس کتب خانہ سے ہر قسم کے
مرتبے اور نوحوں کی کتابیں بحفاظت مل سکتی ہیں۔

قوت دہی کا بیمہ

دنیا میں ہزاروں امراض سے مگر خداوند عالم نے ہر مرض کا علاج
اور دوا بھی پیدا کی ہے۔ یہ کلیہ ہے کہ کسی مرض کا پوشیدہ رکھنا آئندہ
اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے کیونکہ ہر مرض شروع میں اچھے ہونے
کے قابل ہے تاخیر ہونے سے وہی مرض لا علاج ہو جاتا ہے اور وقت
گزر جانے پر مریض کو کٹ ہوس ملنا پڑتا ہے چنانچہ ضعف باہ - سرعت
انزال - جریان وغیرہ یہ امراض بھی چند بے اعتدالیوں اور فاسد
رطوبات کے جمع ہوجانے سے پیدا ہو جاتے ہیں جو طرح بھاری کمانسی
نزلہ وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اگر بھاری کمانسی وغیرہ کے بیان کرنے
اور علاج کرنے میں شرم دامنگیر ہوتی ہو تو ان امراض میں بھی شرم
کرتا چاہیے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ضعف باہ سرعت انزال
جریان سٹاک یا آتشک وغیرہ میں مبتلا ہو تب تو مرض لا علاج سمجھ کر
مایدوس ہو جاتا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے اسلئے آپ بغیر شرم دکان کے احمد
اپنی زندگی کا لطف حاصل کرنے کیلئے ہمارے محترم دردمست جناب حکیم سید
صادق حسن صاحب عت پاریے صاحب نیرہ صحت الدولہ مرحوم - سالن
بل غلام حسین لکھنؤ سے رجوع فرمائیں۔ حکیم صاحب موصوف نے ان مرض
کے علاج میں کمال دستگاہ موصول کی اور مریض کو بحالیف دہر کرنے کیلئے اپنا
منطب نادان محل رط متصل پبلک فارمیسی لکھنؤ قریب دو سال سے قائم کیا ہے
اور صحت و شام مطب فرماتے ہیں۔ موسیٰ کاکوئی کمانسی سے نہایت کامیابی
کیساتھ علاج ہو سکتا ہے حکیم صاحب موصوف کے پاس بڑے بڑے حکماء لکھنؤ
اور سورتخات کے سائنیکلٹ موجود ہیں انکے لاخط کرنے سے نہایت ہوجاے گا کہ
حکیم صاحب نے کافی تجربہ ہی نہیں بلکہ کمال حاصل کیا ہے۔ المشتہر حکیم احمد غافری لکھنؤ

فہرست سالانہ امیہ مشن ریسرچ ٹرسٹ

نمبر شمار	نام رسالہ	نمبر شمار	نام رسالہ	نمبر شمار	نام رسالہ	نمبر شمار	نام رسالہ	نمبر شمار	نام رسالہ
۱	فالکلان حسین کا مذہب	۱۴	نور و زاور غدیر	۳۳	حقیقت براء	۴۹	کر بلا کا ہاسکر مندری	۱۰	حسین و یسین آت کر بلا گری
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	۱۸	مجاہدہ کر بلا	۳۴	خطیب آل محمد	۵۰	مستند اعظم	۱۱	مستند اعظم
۳	مولود کعبہ ختم	۱۹	کر بلا کا تم بیدان مندری	۳۵	نورین حدیث	۵۱	لا تعددانی الارض	۱۲	مستند اعظم
۴	وجود حقیقت	۲۰	دی مارٹیم آت حسین انگریزی	۳۶	مطلوب کعبہ	۵۲	مستند اعظم	۱۳	مستند اعظم
۵	اصول دین اور قرآن	۲۱	رسوہ حسینی	۳۷	مجاہد کر بلا	۵۳	مستند اعظم	۱۴	مستند اعظم
۶	اتحاد الفرقین حصہ اول	۲۲	جنگ صفین	۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۵۴	مستند اعظم	۱۵	مستند اعظم
۷	حسین اور اسلام اردو	۲۳	تذکرہ خاندان شیعہ	۳۹	دی مسیح آت اسلام انگریزی	۵۵	مستند اعظم	۱۶	مستند اعظم
۸	شہرہ کر بلا حصہ دوم	۲۴	مقصود کعبہ	۴۰	اثبات عزاداری	۵۶	مستند اعظم	۱۷	مستند اعظم
۹	مستند اعظم	۲۵	مستند اعظم	۴۱	مسئلہ فدک	۵۷	مستند اعظم	۱۸	مستند اعظم
۱۰	مستند اعظم	۲۶	مستند اعظم	۴۲	تاجدار کعبہ اول	۵۸	مستند اعظم	۱۹	مستند اعظم
۱۱	امامت امامت امامت امامت	۲۷	مستند اعظم	۴۳	خلافت و امامت	۵۹	مستند اعظم	۲۰	مستند اعظم
۱۲	تجارت اور اسلام	۲۸	مستند اعظم	۴۴	مستند اعظم	۶۰	مستند اعظم	۲۱	مستند اعظم
۱۳	اتحاد الفرقین حصہ دوم	۲۹	کر بلا کا ہاویوہ	۴۵	مستند اعظم	۶۱	مستند اعظم	۲۲	مستند اعظم
۱۴	علی اور کعبہ	۳۰	دی ٹریڈی آت کر بلا گری	۴۶	تحقیق اذان	۶۲	مستند اعظم	۲۳	مستند اعظم
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۴۷	خدا کا جناح	۶۳	مستند اعظم	۲۴	مستند اعظم
۱۶	نمیبٹ ہمسداون	۳۲	دور استیاد	۴۸	شہرہ کر بلا حصہ اول	۶۴	مستند اعظم	۲۵	مستند اعظم

فہرست امیہ مشن کتب خانہ

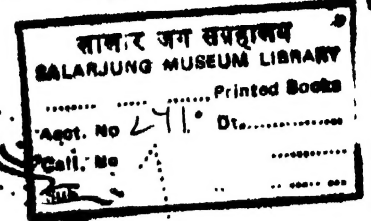
نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۱	الشہید	۱۰	۱۰	۷	گل عصمت	۱۰	۱۰
۲	کائنات قبل از اسلام	۲	۲	۸	رجال بخاری حصہ دوم	۶	۶
۳	فالکلان حسین کی گزشتہ	۸	۸	۹	رسول کی بیٹی	۲	۲
۴	مجمع و بیات	۵	۵	۱۰	تاریخ ازود و اناج	۸	۸
۵		۱۲	۱۲	۱۱	الہامی کلمات	۳	۳
۶		۱۲	۱۲	۱۲	شہید اسلام	۵	۵

لکھنؤ امیہ مشن ریسرچ ٹرسٹ



پروفیسر مددرا دیوانہ اورا سببہرہ جلد اسمیں واحد اس سے رجوع صدر معین
اندھنوں یو پی دور





کی صحت اور دولت کو عطائی جاوے غرض شہتہاں طیبوں کے ہاتھوں برباد نہ کیجئے

مشہور عالم دوا خانہ معدن الادویہ کے چید خصوصیات

۱۔ فن دوا سازی کے تجربہ کار دواہر تعلیم یافتہ پیش قرار تھو ہوں پر لازم ہیں ۱۲ اطباء کرام کی نگرانی میں ہر دوا تیار ہوتی ہے (۳) جناب سید الملک شفا الملک حکیم سید فضل علی صاحب قبا کی سرپرستی صرف اسی دوا خانہ کو حاصل ہے اور آپ کے خاندانی تجربات صرف اسی دوا خانہ میں تیار ہوتے ہیں ۴۔ مجلس مشاورت طبی جس کے صدر جناب حکیم محمد قاسم صاحب مدظلہ العالی ہیں بیرونجات کے مریض کو ہر قسم کا طبی مشورہ مفت روانہ کرتی ہے (۵) ۲۴ سال سے انھیں خصوصیات کے ساتھ دوا خانہ معدن الادویہ ملک و فن کی خدمت انجام دے رہا ہے اور آج بھی اسی ہمت بلکہ اس سے بہتر تجربہ کے ساتھ خدمت کو موجود ہے

تجربہ فرمائیے تجربہ فرمائیے تجربہ فرمائیے

فہرست دوا خانہ مفت طلب کیجئے	چند مجرب ادویہ	تیار کا پتہ:- دوا خانہ لکھنؤ
اکیر اعصاب طاقت و توانی بخشنے میں لا جواب ہے کلیجہ کا ست فولاد و دیگر پیش ہا دویات و تھوی لوم کا جبر ہے خون صالح یا فراط پید ہوتا ہے رنگ خار کو سفید و سپید کرتی ہے جریان سرعت، انزال، عورتوں کی سفید رطوبت کو دور کرتی ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ	شراب لصاحین رضوی یہ دوا شراب ہے جسے زائد حرم میں پینے اس شراب کا نسخہ امام شامن حضرت امام رضا علیہ السلام نے ہارون رشید کیلئے تجویز کیا تھا طبیعت میں سردی دل میں انگ غلٹ و مانع کو تفریح و طاقت بخشتی ہے، نفیس روح بغافل عرق الذرا فاج لہوہ میں مفیستہ و غرائی خیال و جگر و ریشہ کو دور کرتی ہے اعضا قاعلی کو خاص طاقت بخشتی ہے۔ اکیر غلظت ہے جس کو ہر شخص استعمال کر سکتا ہے۔ قیمت تین روپے (۵) کہنے (۱۰)	دوا الاکیر جریان کا حکمی علاج۔ قلیل المقدار کثیر النفع بلاضرر بند کثارت سے جو سرعت و رقت پیدا ہو جاتی ہے اس کا بے نظیر علاج ہے۔ مودہ و جگر کی اصلاح کرتی ہے۔ قیمت اکیر خوراک ایک روپیہ چھ آنہ (۶)
لبانی سوزاک پرانا ہو یا فوراً آرام بخشتی ہے شانہ کی اکثر خرابیوں کا تیر بہدت علاج ہے۔ ۲۴ گھنٹے میں نفع شروع ہو جاتا ہے۔ قیمت فی بکٹ دو روپے (۷)	اکیر نسواں جریان الرحم، برست، سفید رطوبت کی مخصوص دوا، عورتوں کے لئے اکیر ہے۔ قیمت تین روپے (۵) اکیر دوا آٹھ آنہ (۶)	چینا شفا عجیب لاخرو دوا۔ ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ تمام قسم کے دردوں میں اکیر ہے۔ مودہ، جوش میں فوراً فائدہ دیتی ہے زہریلے جانوروں کے کلسے کا بیشل علاج ہے۔ کچھ ہفتہ، ہمال پرانی پیش پرانا بخار کو کھوتی ہے۔ امرت ہے اکیر ہے پیغام شفا ہے۔ قیمت فی شیشی (۵)

اگر آپ کو اپنی صحت پیاری ہے، اپنے بچوں اور عیال کی عزیز ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو نموند و کھانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو فن طب سے ہمدری ہے تو فوراً رسالہ "رہنمائے صحت" کی خریداری منظور فرمائیے۔ نمونہ مفت منگوا کر ملاحظہ کیجئے لب و دھن صحت پر اس سے بہتر کوئی رسالہ آج تک نہیں نکلا۔

تندرستی کا بمیہ

مشہور عالم دوا خانہ معدن الادویہ کٹوریہ اسٹریٹ "لکھنؤ"

باہتمام شیخ ممتاز حسین صاحب جو پھوری سرفراز قومی پریس میں طبع ہو کر خواجہ اسد اللہ صاحب احمد پبلشر نے دفتر اسد و کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا

